سوانح حیات

موجد نظریۂ مفرد اعضاء

مع

خواص المفردات و مجربات



حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی مرحوم
موجد نظریہ مفرد اعضاء

مصنف و مرتبہ:

حکیم محمد شریف زبدۃ الحکماء

حکیم محمد یسین ناظم یسین دواخانہ طبی کتب خانہ دنیاپور ضلع ملتان





حکیم محمد شریف زبدۃ الحکما
نگران حلقہ تحریک تجدید طب
دنیاپور (ملتان)





حکیم محمد یاسین
ناظم یاسین دواخانہ دنیاپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا

حلقہ تحریک تجدید طب دنیاپور کی علم و فن طب کے لئے چوتھی پیشکش

سوانح حیات موجد نظریہ مفرد اعضاء

مع

مجربات و خواص المفردات

مجدد طب جناب حکیم انقلاب المعالج دوست محمد صابر ملتانی مرحوم و مغفور موجد نظریہ مفرد اعضاء و بانی تحریک تجدید طب پاکستان کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ پاکستان کے علاوہ غیر ممالک تک کے لوگ آپکی شخصیت سے آگاہ ہیں کتاب ہذا میں آپ کے مکمل حالات زندگی۔ آپ کی تحقیقات اور نظریہ مفرد اعضاء کا پس منظر آپ کے اپنے قلم سے اور آپکے مجربات و خواص المفردات پیش کئے گئے ہیں

:- مرتبہ و مصنفہ :-

حکیم محمد شریف زبدۃ الحکماء نگران اعلیٰ تحریک تجدید طب دنیاپور

حکیم محمد یٰسین ناظم یٰسین دواخانہ و طبی کتب خانہ دنیاپور تحصیل لودھراں ضلع ملتان

قیمت :- سات روپے۔ علاوہ محصول ڈاک

ممنون

ہم اپنی اس محنت وسعی کو جو عقیدت واحترام کے ساتھ لکھی گئی ہے تمام حاملین نظریہ مفرد اعضاء اور معاونین تحریک تجدید طب کے اسمائے گرامی پر اور خصوصاً جناب حکیم مسلم ناصر فنکیل صاحب جانشین و صاحبزادہ جناب حکیم انقلاب المعالج دوست محمد صابر ملتانی صاحب مرحوم و مغفور موجد نظریہ مفرد اعضاء و بانی تحریک تجدید طب کے نام نامی واسم گرامی پر بصد احترام ممنون کرتے ہیں۔ اور خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتے ہیں کہ وہ جناب حکیم مسلم ناصر صاحب کو استاد محترم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور جناب قبلہ صابر ملتانی صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔ ثم آمین۔

حکیم محمد شریف و حکیم محمد یٰسین

یٰسین دواخانہ و طبی کتب خانہ۔ دنیا پور۔ ضلع ملتان

مورخہ یکم اپریل ۱۹۷۳ء

فہرست مضامین

مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ
(جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں)

اظہارِ تشکر

خداوند حکیم اور ہادی برحق کا ہزار ہزار شکر ہے جو اپنی حکمت بالغہ اور عظیم الشان قدرت صانعہ سے انسان جیسی مخلوق کو معرض وجود میں لایا ہے۔ احسن الخالقین ہونے کی وجہ سے انسان کی پیدائش ماءِ مہین سے احسن تقویم تک تدریجاً لایا ہے اور اس کے لئے تمام جہانوں کو مسخر کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے عطیات کی شکر گزاری اور حمد سے طاقتِ انسانی قاصر ہے اور زبانِ قلم عاجز ہے۔

ہم سرورِ کائنات اور فخر موجودات و رحمت العالمین کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے خدا کے تمام رسولوں کو جو دنیا کے تمام دیار و امصار میں آئے، منوا کر انسان کو روحانی ترقی کے اعلیٰ و ارفع مدارج تک پہنچایا اور خود جامع جمیع کمالات انسانی کہلائے۔ اور روحانیت کے حصول کے لئے صحت کے تقدم کی فلاسفی کا العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان سے اظہار فرمایا۔

اس کے بعد حکمائے متقدمین اور اطبائے متاخرین کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جنہوں نے دماغی کاوشوں کے بام عروج پر پہنچ کر علم طب کی بنیاد ڈالی اور ایک دوسرے سے بڑھ کر فن طب کی خدمات کیں۔ حکیم لقمان کی حکمت بالغہ اور ان کے ناصحانہ مساعی حکیمیہ نے ہمارے جذبات کو برانگیختہ کر دیا اور اس علم کی تحصیل و تدوین کے لئے راستہ ہموار کر دیا۔

ہم بقراط کے شکر گزار ہیں جس نے طب جیسا اہم قانون ایجاد کیا۔ پھر معلم اول حکیم

جالینوس کے ممنون احسان ہیں جنہوں نے انتہا درجہ کی محنتوں اور عرق ریزیوں کے بعد طب کی بنیاد کو مستحکم کیا۔ ہم ذکریا رازی کو بھی خراج تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتے جس نے بکھرے ہوئے طبی علم کو جمع کر دیا۔

اس کے بعد ہمارے ممدوح معلم ثانی شیخ الرئیس حکیم بو علی سینا کے بار احسان کی کی قیمت نہیں ہو سکتی۔ جنہوں نے قید کی حالت میں رہ کر بھی ناقص علم کو مکمل کر دیا اور قید سے رہائی کے بعد جنگل کی جڑی بوٹیوں پر تجربات کرتے کرتے اپنے بال سفید کر لئے۔ جنگل کے وہ کانٹے جو بحالت سفر ان کے مبارک پاؤں میں چبھے تھے اور آپ کے وہ نقش قدم جو پتھریلی زمین اور غبار دار میدانوں پر پڑے تھے ہمیں ہمت و محنت اور اولوالعزمی کا سبق دے رہے ہیں، بشرطیکہ ہم میں احساس کا مادہ ہو۔ قانون اور شفا کا اصول ان کی یاد رکھنے کے لئے کافی ہے۔

ہمیں ڈاکٹر ڈیموسیل وائٹ کی ان کوششوں کی داد دینی چاہئے جن کی کوششوں سے خواص الادویہ کی تحقیق اور پھر ان کی ترتیب میں نہایت عظیم الشان کام ہوا ہے۔ طبی دنیا کے ڈاکٹر و حکماء صاحبان کو ڈاکٹر ہانمن کی خدمت خلق کو بھی نہیں بھولنا چاہئے جو اپنے طریقہ ہومیوپیتھک کے ذریعے بنی نوع انسان کو صحت و مرض کا ایک اصول دے گئے ہیں اسی طرح ہم کو دھنونتری جی مہاراج کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہئے جن کی بدولت ویدک طب کو ترقی ہوئی جو ہزاروں سالوں سے بنی نوع انسان کی خدمت کامیابی کے ساتھ کر رہی ہے ۲۰ ویں صدی کے مایہ ناز طبیب حکیم اجمل خاں صاحب کے طبی کارناموں کی بھی ہم داد دیتے ہیں جن کی کوششوں سے طب یونانی کی ڈوبتی ہوئی ناؤ بچی اور ہم آپ کی ان کوششوں کی بھی داد دیتا اور شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں جن کی وجہ سے طب یونانی کو باقاعدہ کالجوں میں پڑھایا جانے لگا۔

ہم حکیم احمد دین موجد طب جدید کی ان کوششوں کی بھی دل سے تعریف کرتے ہیں

جن کے ذریعے آپ دنیا کو دارالجنت بنانا چاہتے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ جب سے انسان اس دنیائے فانی میں آیا ہے اس نے اپنے اور اپنے ہم جنسوں کے لئے بے حد محنتوں اور کاوشوں سے سہولتیں فراہم کی ہیں۔ خاص کر سائنس، ٹیکنالوجی اور طبی میدان میں قابل قدر کام کئے ہیں۔

ابوالقاسم زہراوی جیسے جراح نے اگر انسان کا گلا کاٹ کر جوڑ دیا تھا تو آج ڈاکٹر برنارڈ جیسے جراح ایک انسان کے دل کو دوسرے انسان میں منتقل کر رہے ہیں۔ جگر، گردے اور آنکھ وغیرہ کو تبدیل کیا جا رہا ہے جو واقعی انسانیت کے لئے بہت بڑی خدمت ہیں۔ اسی طرح حکیم اجمل خاں جیسے حکماء نے اگرچہ خداداد قابلیت سے ڈاکٹروں کی آلات کی مدد سے تشخیص کردہ مرض کو صرف نبض دیکھ کر غلط ثابت کر دیا تھا جس سے اس وقت کے ڈاکٹر حیران و ششدر رہ گئے تھے۔

بالکل اسی طرح موجودہ زمانے کے عظیم سائنس دان، طب کے محسن اعظم جناب حکیم انقلاب المعالج دوست محمد صابر ملتانی مرحوم نے دنیائے طب کو نظریہ مفرد اعضاء دیا اس کے ذریعے آپ نے دنیا کی ہر حقیقت کو پرکھنے کے علاوہ ہر مرض کی ماہیت کو تشخیص، تشریح اور مفرد اعضاء میں ثابت کر دیا ہے۔ ہر مرض کا علاج بھی فطرت کے مطابق ثابت کر دیا ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ جب بھی شفا ہوتی ہے کسی نہ کسی فطری عمل سے ہوتی ہے۔ ورنہ فطرت کی خلاف ورزی بیماری میں اضافہ کر دیتی ہے۔

آپ نے نظریہ مفرد اعضا کی سب سے بڑی خوبی یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک ایسا اصول اور کسوٹی ہے جس کے ذریعے نہ صرف ہر قسم کے علم و فن کے حسن و قبیح کو پرکھا جا سکتا ہے بلکہ اس میں سے غلط قسم کے توہمات اور اضافات کو دور کر کے بے شمار قیمتی اضافات کر کے دوبارہ نشوونما اور ترقی کی راہ پر ڈال دیا ہے۔ یہی وجہ ہے نظریہ مفرد اعضاء سے ماہر علم و فن طب، حکیم و ڈاکٹر کے علاوہ ہر علم و فن کا ماہر استفادہ کر سکتا ہے۔ اس لئے موجد نظریہ

مفرد اعضاء کو ہم سب سے زیادہ خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا محققوں، مجددوں، فلاسفروں، سائنس دانوں، ڈاکٹروں، ویدوں اور حکماء کے کارنامے، قوانین اور اصولوں کی تفصیلات ہمیں ان تواریخ سے ملی ہیں جو ان کے شاگردوں اور پیروکاروں نے حقائق کی روشنی میں لکھے تھے۔ لکھے بھی اس لئے گئے تھے کہ بنی نوع انسان ان کی تحقیقات سے مستفید ہوتی رہے۔ اور آئندہ ان کے قوانین اور اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے زمانہ کے مطابق نئے نئے قوانین ترتیب دیئے جا سکیں۔

ہم نے بھی انہیں کی تقلید میں حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی مرحوم کے ایک ادنیٰ شاگرد کی حیثیت سے استاد صاحب کے حالات زندگی۔ ان کی تحقیقات، اصول اور نظریہ مفرد اعضاء کو مختصر طور پر بیان کرنے کے علاوہ آپ کی اس تحریر کو بھی جس میں آپ نے نظریہ مفرد اعضاء کا پس منظر اپنے قلم سے لکھا ہے جس میں آپ نے نظریہ مفرد اعضاء کی حقیقت، احیائے فن و تجدید طب کی ضرورت کو واضح کیا ہے جو نہایت ہی دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا ہے۔

خطبات

آپ کے وہ خطابات جو آپ نے مختلف طبی حلقوں اور نظریہ مفرد اعضاء کے ذیلی مرکزوں میں کئے تھے کتاب کی اہمیت کو دوبالا کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔

خواص المفردات

پچاس کے قریب جڑی بوٹیوں کے خواص المفردات لکھے جا رہے ہیں جو آپ کے قلم سے رسالہ رجسٹریشن میں چھپتے رہے ہیں اکٹھے کر کے شائع کر دیئے گئے ہیں تاکہ تمام دوست آپ کی تحقیقات الادویہ سے بھی مستفید ہو سکیں۔

مجربات

نارما کو پیا کے مجربات کے علاوہ آپ کے وہ مجربات بھی دیئے جا رہے ہیں جنہیں

آپ آئندہ رجسٹریشن فرنٹ میں مسلسل دینا چاہتے تھے۔ لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر نہ دیئے جا سکے۔

آپ کی نادر تصاویر

کتاب ہذا میں آپ کی نادر اور نایاب تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ جس سے کتاب کی افادیت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

خادم فن :-

حکیم محمد شریف زبدۃ الحکماء حکیم محمد یسین
دنیا پور (ملتان)

تحقیقات خواص المفردات

(زیر طبع ہے)

یہ ایک ایسی کتاب ہے۔ جو نظریہ مفرد اعضاء کے تحت لکھی گئی ہے۔ اس میں "الف" سے لے کر "ی" تک تمام مفرد ادویات کو اس انداز میں لکھا گیا ہے۔ جن کے افعال و اثرات صرف ایک بار پڑھنے ہی سے فوراً ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ اس میں ہر دوا کا صحیح مقام پیدائش۔ رنگ و ذائقہ۔ مزاج۔ فوائد افعال و اثرات۔ مضرات اور مقدار خوراک پوری تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد شائع ہو رہی ہے۔

مُقدّمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے بہا انعامات سے نوازا ہے۔ جو اس نے محض اسے انسان کو مشرف فرما کر اسے اشرف المخلوقات بنایا۔ پھر اس کو جہاں دوسرے اوصاف و محاسن سے سرفراز کیا وہاں اس میں تجسس کی جبلت بھی ودیعت فرما دی۔ اسی لئے انسان اللہ تعالیٰ کے انعامات سے مستفید ہونے کے لئے تحقیق و جستجو میں لگا ہوا ہے۔ انسان نے اس وسیع و عریض دنیا میں وہ تخلیقی کارنامے انجام دیئے ہیں جن کی بدولت دنیا مثل جنت بن گئی ہے۔ اسی جذبہ تجسس کی وجہ سے انسان مظاہر قدرت کو دیکھنے، پرکھنے اور سمجھنے میں لگا ہوا ہے۔ جب بھی وہ کسی حقیر سی چیز کی بناوٹ اور اس کے افعال کو دیکھتا ہے تو وہ بے اختیار پکار اٹھتا ہے سبحان اللہ! سبحان اللہ! ساتھ ہی یہ گواہی بھی دیتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ واقعی احسن الخالقین ہے۔

اسی طرح جب خداوند تعالیٰ کی بنائی ہوئی بڑی سے بڑی چیز کو فطرت کے مطابق کام کرتے ہوئے پاتا ہے تو بھی اس کی زبان پر تعریفی الفاظ جاری ہوتے ہیں۔

حقیر سے حقیر چیز مچھر ہے جو گندے پانی کی پیداوار ہے۔ لیکن اپنے سے لاکھوں گنا بڑے ہاتھی کے لئے قاتل ہو سکتا ہے۔ دوسری طرف سمندر، پہاڑ اور آسمان ہیں جنہیں انسان نہ صرف چیر دیتا ہے بلکہ آسمان پر کمندیں ڈال کر اور چاند پر پہنچ کر اسے مسخر بھی کر لیا ہے۔ بلکہ اب تو انسان کے لئے تسخیر کائنات ایک ادنیٰ کرشمہ ہو کر رہ گیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیونکر ہوا۔ وہ کونسی عظیم ہستیاں تھیں جنہوں نے مظاہر قدرت کے اسرار و رموز کو سمجھا اور انہیں فطری۔ مذہبی۔ سائنسی اور طبی اصولوں

کے مطابق پرکھا پھر قانون فطرت کے مطابق ترتیب دے کر بنی نوع انسان کے لئے مفید بنایا۔ تاکہ ان کے فوائد سے مستفید ہو نا رہے۔

ان قابل قدر ہستیوں کو بنی نوع انسان نے سائنس دان، فلاسفر، مفکر، محقق، مجدد ڈاکٹر، وید، اور حکیم جیسے ناموں سے پکارا۔ انہیں لوگوں کی سعی وجستجو اور محنت شاقہ اور تحقیق وتسخیر سے اس کائنات میں جدت ورنگینی پیدا ہوگئی ہے کہ اس دنیا کو اگر ہم جنت ارضی کے نام سے موسوم کریں تو بے جا نہ ہوگا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سب نے ایک ہی موضوع پر تحقیقات نہیں کیں بلکہ کسی نے زمین کو چیر پھاڑ کا موضوع بنایا تو اس نے زمین کا آپریشن کر کے صدہا اشیاء جو انسانی ضروریات کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی تھیں نکال کر انسان کے حضور پیش کر دیں مثلاً کہیں تیل نکالا جا رہا ہے۔ کہیں سونا، چاندی، لوہا، کوئلہ کی کانیں تلاش کر لی گئی ہیں دوسرا انہیں چیزوں پر تحقیقات کر کے مختلف اوزاروں کی شکل میں پیش کر رہا ہے جس سے آلات سائنس وکشاورزی بنانے کے علاوہ اعلیٰ سے اعلیٰ مشینری تیار کی جا رہی ہے جو انسان کی جگہ خود کام کر رہی ہے۔

بعینہ کسی نے ادویہ، اغذیہ اور اشیاء کے خواص معلوم کرنے کا بیڑا اٹھایا تو دوسرے نے انسان کو امراض سے نجات دلانے کے لئے فطرت کے مطابق قوانین صحت وضع کرنے شروع کر دیئے جن کی انتھک محنت سے قدرت کے بہت سے راز افشا ہو چکے ہیں۔ جس سے انسان کے علاوہ دوسری مخلوق خدا کو بھی خاطر خواہ فوائد پہنچ رہے ہیں۔ ان نادر ہستیوں میں جو مختلف ادوار میں کام کرتے رہے ہیں، اپنے اپنے میدان میں اپنے اپنے فن میں مصروف رہیں۔ ان میں ابو الطب بقراط، معلم اول ارسطو، سلطان الطب جالینوس، محمد بن ذکریا رازی، ابو القاسم زہراوی، ابن الہیثم، ابو سہیل مسیحی، شیخ الرئیس بو علی سینا، حکیم اجمل خاں، حکیم احمد دین موجد طب جدید اور الحاج حکیم انقلاب المعالج

دوست محمد صابر ملتانی مرحوم ہیں۔ انھوں نے طب یونانی کے ذریعے مخلوق خدا کی خدمت کی۔ انہی بنیادوں پر قبلہ صابر ملتانی صاحب نے طب یونانی میں تحقیقات کا سلسلہ شروع کیا جو بالآخر ایک نئے طریق علاج بعنوان نظریہ مفرد اعضا کی دریافت پر منتج ہوا۔ گویا علم و فن طب میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ طب مشرق کے جسد مردہ کو اس نظریہ کی دریافت سے حیات نو میسر آگئی ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ایک مسلمہ امر ہے کہ جس دانشور نے جس میدان میں جو جو تحقیقات کیں وہ اسی کی جانب منسوب کر دی گئیں۔ یعنی جب علم طب معدوم تھا، بقراط نے اسے ایجاد کیا۔ مردہ تھا جالینوس نے اسے حیات تازہ بخشی۔ متفرق تھا، رازی نے اسے جمع کیا ناقص تھا، بوعلی سینا نے اسے مکمل کر دیا۔ میرے خیال میں حکیم احمد دین موجد طب جدید نے اسے دوبارہ بکھیر دیا۔ یعنی ایلوپیتھی کی تقلید میں طب یونانی کی بنیاد کیفیات۔ اخلاط اور ارکان کی عمارت کو گرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اس بکھری ہوئی عمارت کے ملبہ کو طب یونانی کے ناخدا۔ مایوس العلاج مریضوں کے مسیحا اور مشرق کے عظیم سائنس دان جناب حکیم انقلاب المعالج دوست محمد صابر ملتانی مرحوم نے نظریہ مفرد اعضاء کے سیمنٹ سے از سر نو تعمیر کر کے شایان شان طریقہ سے اور پہلے سے بھی زیادہ خوبصورتی کے ساتھ ایک عظیم الشان عمارت قائم کر دی اور دنیا کے فلاسفروں، محققوں، مجددوں، ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کے سامنے ایک عظیم دعوے کے ساتھ پیش کر دیا۔

اس دعوے اور چیلنج میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح کر دی گئی ہے کہ طب یونانی کی تعمیر نو اور تجدید طب قوانین فطرت کے مطابق کی گئی ہے۔ ساتھ ہی ایک اور دعوی اور چیلنج پیش کیا گیا کہ طب یونانی اور ایورویدک ہی فطری طریق علاج ہیں۔ باقی دنیا میں جتنے طریق علاج ہیں، وہ غیر علمی، نان سائنٹیفک، اور قوانین فطرت کے خلاف ہیں۔ اگر

دنیا میں کوئی اور طریقہ علاج فطرت کے ساتھ مطابقت کرتا ہو تو پیش کیا جائے بصورت دیگر نظریہ مفرد اعضا کو جو عین فطرت کے مطابق وضع کیا گیا ہے اپنا کر علم و فن طب کو مزید فروغ بخشا جائے اور نوع انسانی کی خدمت کی جائے۔

آپ نے یہ چیلنج جون ۱۹۵۸ء کو دنیائے طب کے سامنے پیش کیا۔ لیکن پوری دنیا کے کسی گوشہ سے کوئی صدا بلند نہ ہوئی جو اس چیلنج کو خلاف حقیقت ثابت کر سکتی۔ یہ خاموشی ہی اس نئے طریق علاج کی حقانیت اور صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حکیم محمد شریف و حکیم محمد یسین
دنیا پور۔ ضلع ملتان

تیرا مسلک حق پرستی تیری فطرت حق شناس
یعنی ہر باطل سے ٹکرانے کی ہمت تجھ میں تھی

سوانح حیات

حکیم انقلاب المعالج دوست محمد صابر ملتانی صاحب مرحوم

نام آپ کا اصل نام دوست محمد تھا۔ صابر آپ کا ادبی نام تھا۔ والد صاحب کا اسم گرامی حکیم نور حسین صاحب تھا۔

جائے پیدائش آپکی پیدائش ۹ جولائی ۱۹۰۶ء کو ملتان چھاؤنی میں ہوئی اسی نسبت سے آپ صابر ملتانی کے نام سے مشہور تھے

ابتدائی تعلیم آپ نے ابتدائی تعلیم کنٹونمنٹ سکول ملتان چھاؤنی سے حاصل کی جو اس وقت مڈل تک تھا۔ ملتان ہی میں آپ نے ایف۔ اے کا امتحان امتیازی پوزیشن میں پاس کیا۔ اسکے بعد فارسی اور عربی فاضل کے امتحان لاہور جا کر پاس کئے

طبی تعلیم کی ابتدا آپ کے خاندان میں علم و فن طب سے آپکے ماموں جناب حکیم احمد حسن صاحب کو والہانہ شغف تھا اور وہ اپنے زمانے کے ایک ممتاز اور جید حکیم شمار ہوتے تھے۔ زبدۃ الحکما ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں علم و فن طب میں تحقیق و ریسرچ کا بھی بہت شوق تھا چنانچہ آپ نے ابتدائی طبی تعلیم اپنے ماموں صاحب سے حاصل کی۔ چونکہ ملتان میں کوئی طبی درس گاہ موجود نہیں تھی اس لئے آپ علم کی پیاس بجھانے کے لئے لاہور چلے گئے۔ وہاں انجمن حمایت الاسلام کے طبیہ کالج سے حکیم حاذق اور زبدۃ الحکما بہت بڑے امتیاز کے ساتھ پاس کئے۔ چونکہ طبیہ کالج میں فرنگی طب ڈاکٹری کی تعلیم بھی مختصر طور پر دی جاتی تھی اس لئے آپ نے کالج سے

فارغ ہو کر گھر پر ہی فرنگی طب کی تعلیم پر عبور حاصل کیا۔ اس کی مشہور کتب کے علاوہ اس کا محیط اعظم (انسائیکلوپیڈیا) بھی بڑے غور سے پڑھا۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ ہر انسان چاہے وہ کیسے بھی ذہن کا مالک ہو وہ اپنے لئے صرف ایک ہی راستہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے تجویز کرتا ہے چاہے اس کے سامنے سینکڑوں راستے اور تجویزیں کیوں نہ ہوں۔ وہ تمام میں سے ایک ہی پر اکتفا کرتا ہے اور اسی میں اپنی کامیابی مضمر پاتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دو کشتیوں کا سوار کبھی بھی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا یا تو وہ ڈوب جاتا ہے یا اپنے ساتھ دوسروں کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ بالکل یہی حالت ہمارے ملک کے طبی کالجوں کی ہے یہاں طب یونانی کے ساتھ فرنگی طب کی تعلیم بھی دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر طالب علم فن طب کو دو کشتیوں میں سوار ہو کر پاس کرتا ہے چنانچہ ہمارے طلبار طبیہ کالجوں سے فارغ ہو کر جب عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو وہ عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں جب بھی ان کے پاس کوئی پیچیدہ مریض آتا ہے تو اس کا دماغ چکرا جاتا ہے اور کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا کہ وہ مریض کا علاج طب یونانی کے اصول اخلاط، کیفیات اور مزاج کے تحت کریں یا ایلوپیتھی کے نظریہ جراثیم سے کریں۔

ایسے موقع پر جب وہ کسی مریض کا علاج طب یونانی کے اصول کیفیات، اخلاط اور ارکان کے تحت کرتا ہے تو فوراً اس کے دماغ میں نظریہ جراثیم گردش کرنے لگتا ہے کہ نظریہ جراثیم نے طب یونانی کے کیفیات، اخلاط اور ارکان کو غلط، غیر مفید اور فضول گردانا ہے اس کے اصول سے کیسے شفا حاصل ہو سکتی ہے جو بنیادی طور پر ہی غلط ہے۔ اگر بدقسمتی سے مریض کو آرام آنے میں دیر لگ جائے یا کسی قسم کی کوئی اور تکلیف ہو جائے تو وہ فوراً اس طریقہ علاج کی ادویہ دینی بند کر دیتا ہے۔

اس کے بعد وہ مریض کے لئے ایلوپیتھی کے نظریہ جراثیم کے تحت دوا تجویز کرتا ہے۔

تو فوراً اس کے دماغ میں طب یونانی کے پروفیسر کے وہ خطابات گردش کرنے لگتے جو جن میں انسان کی بنیاد کیفیات، اخلاط اور مزاج کے تحت سمجھائی گئی تھی یعنی کہ ان کیفیات، اخلاط اور مزاج کے اعتدال کا نام صحت تھا۔ بیماری ان کے توازن میں کمی بیشی پڑھائی گئی تھی۔ ایسے موقعہ پر ایک حکیم کے دل میں اس وقت تک خوف طاری رہتا ہے جب تک مریض کو شفا حاصل نہ ہو جائے یا لاعلاج نہ سمجھ کر چھوڑ دے۔ اس کی وجہ یہی صاف ہے کہ کہ اپنے کسی بھی علم پر کلی یقین ہی نہیں ہوتا۔ ہر وقت مریض کے نقصان یا تلف ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔ شفا تو دور کی بات ہے۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ "کسی بھی شخص کو اس وقت تک علاج معالجہ نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ اسے علم و فن طب پر مکمل دسترس حاصل نہ ہو۔" اسی حقیقت کی روشنی میں استاد محترم صابر ملتانی صاحب مرحوم نے عمل کیا کہ یہ بات کلی طور پر غلط ہے کہ دو مختلف ذاتیں دو مختلف اصول، دو مختلف قانون انسان کو ایک ہی منزل پر لے جا سکیں۔ آپ نے دل سے فیصلہ کیا کہ دونوں طریقوں کی بجائے صرف ایک ہی طریقہ علاج پر عمل پیرا ہو جائیے چنانچہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں استاد محترم نے صرف ایلوپیتھی کو ذریعہ معاش بنایا اور اس پر تحقیقات شروع کر دیں اور باقاعدہ ایک مطب حمید الحکمت تحصیل خانیوال میں شروع کر دیا۔ وہاں آپ سات آٹھ سال تک ایلوپیتھک طریقہ سے علاج معالجہ کرتے رہے۔ وہاں آپ نے خاصی شہرت بھی حاصل کی۔ وہاں کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہاں کے رئیس اعظم کے آپ طبیب خاص رہے۔ جہاں آپ کو خاصی آمدنی ہوتی تھی لیکن چونکہ آپ کو تحقیقات اور ترقی کا بے حد شوق تھا اس لئے نقد و نظر کا جذبہ بڑھ گیا۔ فرنگی طب کو فطرت کے قوانین کے مطابق سمجھنا شروع کر دیا۔ چونکہ فرنگی طب کی بنیاد ہی فطرت پر نہیں ہے اس لئے اسے ہر قانون فطرت کے خلاف پایا۔ مثلاً جراثیم کو سمجھنے

کی کوشش کی گئی کہ واقعی ان سے امراض پیدا ہوتے ہیں یا کوئی اور سبب ہے تو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جراثیم تو نتیجہ مرض ہیں نہ کہ سبب مرض۔ اس بات کا آپ کو اس طرح علم ہوا جب جراثیم کی پیدائش اور ان کی نشوونما پر غور کیا گیا مثلاً کسی جگہ بھی رطوبتی مواد رک گیا یا رکھ دیا گیا جب کئی دن تک ایک ہی جگہ پڑا رہا اور اس پر حرارت کا عمل شروع ہوا تو اول اس میں خمیر آنا شروع ہو گیا۔ پھر تعفن پیدا ہو گیا۔ تعفن کے بعد اس میں جراثیم یا کیڑے پیدا ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی بھی رطوبتی مواد جہاں کہیں بھی رک جاتا ہے اور اس پر جب حرارت کا عمل ہوتا ہے تو اس میں خمیر کے بعد تعفن اور جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔

بالکل یہی حالت جسم انسان کی بھی ہو جاتی ہے۔ یعنی جو بھی کوئی عضو اپنی فاضل رطوبت کو کمزوری کی وجہ سے باہر نہیں نکال سکتا تو کچھ عرصہ بعد اس میں بھی خمیر پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہاں تعفن پیدا ہو کر جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح کیفیات کو بھی ایک حقیقت کی صورت میں تسلیم کرنا پڑا اور ان کے افعال و اثرات بھی تسلیم کئے گئے۔ مثلاً گرمی سردی سے ختم ہو جاتی ہے۔ تری خشکی سے قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح خشکی حرارت سے تحلیل ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جب الکلی کو ترشی سے بے اثر ہوتے دیکھا تو طب یونانی کی وہ اخلاط و مزاج کی مجبوری حقیقت بن کر سامنے آگئی یعنی الکلی طب یونانی کی رو سے بلغم ہے تو ترشی طب یونانی کی رو سے سوداء ہے۔ اگر سائنس الکلی کو ترشی سے ختم کرنا ضروری سمجھتی ہے تو طب یونانی بلغم (تری) کو سوداء (خشکی) سے ختم کرتا ہے۔ اس طرح اخلاط اور مزاج کی حقیقت کو اصل صورت میں تسلیم کرنا پڑا۔ پھر کیا تھا۔ ایلوپیتھی کے ہر نقطہ کو فطرت کے مطابق پرکھنا شروع کیا۔ جوں جوں ایلوپیتھی کے ہر پہلو کو پرکھتے گئے ویسے ہی ایلوپیتھی ذہن سے دور بھاگنی شروع ہو گئی۔ ذہن بدظن ہو گیا۔ اس طرح آپ فرنگی طب سے مطمئن نہ رہے۔ آخر ذہن نے یہ فیصلہ کر لیا کہ فرنگی طب سب اصولی اور غیر سائنسی ہے۔ اس لئے حقیقت کو پانے کے لئے آپ دیگر طریق علاج

کی طرف متوجہ ہو گئے تاکہ اصولی اور یقینی طریق علاج کے قوانین پر دسترس حاصل کی جائے۔ یاد رہے کہ یہ زمانہ ۱۹۲۹ء کا تھا۔

اس زمانہ میں جب آپ ملتان میں اپنے ماموں جناب حکیم احمد حسن صاحب کے مطب میں آئے تو وہاں آپ کو چند طبی رسائل مل گئے۔ یہ رسائل تبصرۃ الاطباء کے تھے جو استاد الاطباء جناب حکیم احمد دین صاحب شاہدروی کے تھے۔ ان کے مطالعہ سے کچھ لطف حاصل ہوا۔ واپس عبد الحکیم آکر استاد الاطباء حکیم احمد دین کے رسائل کی چند تالیفیں اور کتب منگوائیں۔ جن کے مطالعہ سے فرنگی طب کی اور بہت سی غلطیوں اور کمزوریوں کا علم ہو گیا۔ اب آپ سابقہ طریقہ علاج چھوڑنے پر مجبور ہو گئے کیونکہ آپ بچپن ہی سے تجربات، مشاہدات اور حقائق جو عین فطرت کے مطابق ہوں سمجھنے کے شائق تھے۔ آپ کے ذہن نے یہ گوارا کرنے سے انکار کر دیا کہ غلط طریقہ علاج سے چمٹے رہنے کی نسبت علاج نہ کرنا بہتر ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہمیشہ ایسے طریقہ یا قانون و اصول کی پیروی کرو جس کا نتیجہ دو اور دو چار ہو یعنی ظنی نہ ہو بلکہ یقینی ہونا ضروری ہے۔ اب آپ کے سامنے دو باتیں تھیں۔ ایک صحیح علم و فن کا جاننا۔ دوسرے ایک اچھے بھلے چلتے ہوئے کاروبار سے ہاتھ دھونا۔ آپ نے پہلے طریقہ کو ہی پسند کیا یعنی صحیح علم و فن کی تلاش کر کے بنی نوع انسان کی خدمت کی جائے۔

لاہور میں آمد

آپ اپنی منزل کو آسانی سے عبور کرنے کے لئے ۱۹۳۰ء میں لاہور میں حکیم احمد دین موجد طب جدید کے پاس آگئے اور حکیم احمد دین کے شاگردوں کے ساتھ مل کر نظریہ افعال الاعضاء کو سمجھنا شروع کیا۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ میں استاد الاطباء کے تحقیقی کام سے منسلک ہو گئے۔ وہاں پر رہ کر تقریباً تمام طریق علاج خصوصاً ایورویدک، طب یونانی

ایلوپیتھی و ہومیوپیتھی کے گہرے مطالعہ کا موقع مل گیا۔

دار العلوم کا پروفیسر

آپ کی قابلیت اور جذبہ تحقیق کے تحت استاد الاطباء نے آپ کو اپنے دار العلوم کا پروفیسر بنا دیا اور تمام شاگردوں کو ہدایات جاری کر دیں کہ صابر صاحب کی رہنمائی میں تحقیقات کا کام تیز کر دیا جائے۔ جو تحقیقات ہوں انہیں تجربات کی کسوٹی پر پرکھ کر دنیائے طب کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ چونکہ آپ طبی تحقیقات کی نگرانی خود کرتے تھے اس لیے آپ کو طبی تحقیقاتی کمیٹی کا صدر بھی بنا دیا گیا۔

ماہنامہ تبصرۃ الاطباء اور ماہنامہ خادم الحکمت کا ایڈیٹر

ماہنامہ تبصرۃ الاطباء حکیم احمد دین صاحب موجد طب الجدید نے جاری کیا تھا۔ جوں جوں نظریہ افعال الاعضاء کی ترقی و تشہیر ہوتی گئی ہر طرف سے سینکڑوں سوالات موجد طب جدید کے ساتھ مضامین و مناظرے شروع ہو گئے۔ کام اس قدر زیادہ تھا کہ آپ سے تکمیل کا نہیں رہ گیا تھا۔ آخر کار آپ نے ماہنامہ تبصرۃ الاطباء کا ایڈیٹر بھی حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی صاحب کو بنا دیا۔

اس دوران آپ (صابر صاحب) اطراف ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں سے سینکڑوں قسم کے اطباء سے ملا کرتے تھے۔ ان سے آپ یہی ایک سوال کیا کرتے تھے کیا تم نے اپنا مزاج بنا لیا یا محض خود ہمارے گھنٹوں تک جمع ہو کر پیش نظر کیا تھا۔ آپ کی محنت کا یہ نتیجہ نکلا کہ نظریہ افعال الاعضاء کو چار چاند لگ گئے۔ ہر علاقے سے جوق در جوق حکیم طب جدید میں شامل ہونا شروع ہو گئے۔ طب جدید کی شہرت کو دیکھ کر کوئی شخص اعتراض بھی کرتا تو آپ ہی جوابات تحریر فرماتے۔ معلوم ہوتی ہے کہ استاد الاطباء آپ کو بھی

اصول و نظریہ تھا جو اتنی جلدی مقبول عام ہوا۔ اور کیسے عدم سے وجود میں آیا۔ حکیم احمد دین صاحب کی وفات کے بعد آپ رسالہ خادم الحکمت کافی مدت تک چلاتے رہے۔

نظریہ افعال الاعضاء کے عدم سے وجود میں آنے کی وجہ

جس طرح حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی صاحب مرحوم قدرت سے خاص دماغ لے کر آئے تھے بالکل اسی طرح قدرت نے استاد الاطباء حکیم احمد دین صاحب مرحوم موجد طب جدید کو بھی ایک اعلیٰ دماغ سے نوازا تھا۔ ان میں بھی تحقیق و تدقیق کی خاص صلاحیت موجود تھی۔ چونکہ آپ (حکیم احمد دین صاحب) نے اپنے حکیم مولوی عبدالمجید صاحب سے اول علم و فن طب کی تکمیل کی تھی جو ناکافی تھی۔ کچھ شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے ہر کتابی تعلیم اور استاد کے فرمان کو آنکھ بند کر کے ماننے سے انکار کر دیا۔ جب صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تو آپ نے استاد مکرم کی خدمت میں تمام اعتراضات پیش کیے۔ انہوں نے اپنے خیال سے عالمانہ جواب دیئے۔ تاہم حکیم احمد دین صاحب کی اپنے استاد کے جوابات سے تسلی نہ ہوئی۔ مگر ادب کی خاطر خاموش ہو گئے۔ اپنے ان شکوک کو رفع کرنے کے لئے آپ اس وقت کے بڑے بڑے اطباء اور حاذق اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر باوجود ان تمام کوششوں کے تسلی نہ ہوئی۔ ۱۰ سال کے بعد آپ ۱۹۱۰ء میں حکیم نور دین صاحب کے پاس پہنچے۔ مگر مابقیہ شکوک یہاں بھی رفع نہ ہو سکے۔

آخر دل کو تسکین دینے کے لئے خود ہی یہ کہہ کر دل کو یقین دلا دیا کہ جب اپنا کام شروع کیا جائے گا تو یہ تمام مسائل خود بخود تجربات کے ذریعے سمجھ میں آ جائیں گے۔ اس لئے آپ نے ۱۸۹۹ء میں شاہدرہ میں اپنا مطب شروع کر دیا۔ مگر تجربات سے بھی کچھ زیادہ افاقہ کی کیفیت نہ ہوئی۔ جب آپ کے پاس مریض آتے تو آپ کو ان کے سمجھنے میں بڑی دقتیں پیش آتیں کہ

اس مریض میں کونسی خلط بڑھی ہوئی ہے۔اس کو کتنے درجے کی گرم یا خشک ادویات دینی یا چاہئیں۔ اسی طرح کونسی کیفیت کا غلبہ ہے۔ کونسے عضو میں مرض ہے۔ان مشکلات کے حل کے لئے اطباء سے مشورے کرنے کے علاوہ طبی کتابوں کی بھی ورق گردانی کرتے رہے۔لیکن گوہر مقصود حاصل نہ ہوا۔بہت سی ناکامیاں ہوئیں۔دل برداشتہ ہوگئے آجکل کے طبیبوں کی طرح نہیں کہ جونہی مریض کو دیکھا مرض سمجھ میں آیا یا نہ آیا گھڑی ڈگری ارٹ پٹانگ دوا تجویز کردی پیسے پیٹ لئے اور مریض کو چلتا کیا۔

دیگر طریق علاج کی طرف رجوع

اس شدید ذہنی کشمکش نے آپ کو دیگر طریق علاج کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کردیا۔اس مقصد کے لئے پہلے پہل آپ نے ایلوپیتھی کا مطالعہ شروع کیا۔لیکن یہاں بھی ایک پریشانی کی کیفیت یہ پائی کہ ایلوپیتھی میں نہ خلطوں کا ذکر تھا نہ مزاج کی بحث۔بلکہ ان کے خلاف دلائل ملتے پڑھنے اور ذہن نشین کرنے پڑے سے لے حد محنت اور دماغ سوزی کے بعد ایلوپیتھی میں ملکہ حاصل کرلیا۔لیکن یہاں بھی اگرچہ شکوک رفع ہوئے تو چند اور سوالات پیدا ہوگئے۔جن کے متعلق ڈاکٹروں سے تبادلہ خیال کیا گیا۔مگر جواب ندارد۔پھر خیال کیا کہ ہومیوپیتھی کا مطالعہ کیا جائے۔شائد اس میں بعض نئے علوم حاصل ہو جائیں۔لیکن اس طریقہ علاج نے بھی کئی اور غلط فہمیوں میں مبتلا کردیا۔آخر تمام مروجہ طریقہ ہائے علاج کو سمجھنے کا فیصلہ کیا جس میں طب یونانی۔ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی کے علاوہ ہائیڈروپیتھی۔الیکٹروپیتھی کروموپیتھی۔بائیوکیمک۔میسمریزم۔نیوسائنس وغیرہ کا لگاتار گیارہ سال تک مطالعہ کیا حتیٰ کہ کثرت مطالعہ اور دماغی محنت سے آنکھیں بھی خراب ہوگئیں۔بہرے معدوم ہوگئے۔آخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ تمام طبوں میں محاسن بھی ہیں اور عیوب بھی ہیں۔اگر ان تمام خرابیوں اور عیوب کو نکال دیا جائے اور تمام خوبیوں کو یکجا کردیا جائے تو ایک بہترین طب ہو سکتی ہے لیکن

تمام طبوں میں جو ماہیت امراض سمجھائی گئی تھی وہ ایک دوسری سے بالکل جدا تھی۔ مثلاً ویدک اور یونانی اخلاط و کیفیات کو مرض کا باعث مانتے ہیں۔ اس کے برعکس ایلوپیتھی اور ہائیڈرو پیتھی کے معالج جراثیم کو مرض کا سبب تسلیم کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہومیوپیتھی وائٹل فورس کا بیمار ہونا مانتے ہیں۔ آپ نے سوچا کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ تمام طبیں ایک ہی مرکز پر آ جائیں۔ آخر لگاتار غور و خوض اور مساعی کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ حقیقت میں تمام طبوں نے ماہیت مرض کا مسئلہ ہی غلط سمجھا ہے۔ اور وہ غلط راستہ پر گامزن ہیں۔ اصل میں اعضاء کے افعال میں افراط و تفریط کا نام مرض ہے۔ جب اعضاء کے افعال اعتدال پر آ جاتے ہیں تو مرض رفع ہو جاتا ہے۔ سو آپ نے ماہیت مرض کو افعال الاعضاء کے فعل میں افراط و تفریط قرار دیا۔ آپ نے اس نظریہ و اصول کے ذریعے تمام طبوں پر سیر حاصل بحث کی۔ اس تمام بحث کو کتابی شکل میں جمع کر کے کلیات طب جدید کے نام سے دنیائے طب کے سامنے پیش کر دیا۔

حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی کی پریشانیوں کی ابتدا

آپ نے حکیم احمد دین موجد طب جدید کے ساتھ تقریباً آٹھ سال تک تحقیق و تدقیق کی۔ جس طرح حکیم احمد دین صاحب مروجہ طریقہ علاج سے مطمئن نہیں تھے، بالکل اسی طرح حکیم انقلاب صاحب موجد طب جدید کے نظریہ افعال الاعضاء سے بھی کلی طور پر مطمئن نہیں تھے۔ ان سات کی تمام علمی و فنی خدمات کے بعد بھی علاج معالجہ میں تسلی و تشفی نہ ہو سکی۔ کیونکہ نظریہ افعال الاعضاء نے انسان کی بنیاد کی کہیں کوئی تشریح نہیں کی تھی۔ تشریح افعال الاعضاء کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ نہ ہی کہیں یہ بات ذہن نشین کرائی گئی تھی کہ اگر جسم کے ایک نظام کا فعل تیز ہے تو دوسرے نظاموں کا کیا حال ہے۔ یعنی اگر جسم کے اندر دماغ و اعصاب کے افعال میں تیزی ہے تو جگر و غدد اور قلب و عضلات کی کیا حالت ہے؟

سب سے بڑا نقص یہ تھا کہ صرف خون کو تمام اعضاء کی غذا تسلیم کیا گیا تھا حالانکہ خود خون کی کیفیت بھی کبھی ایک جیسی نہیں ہوتی کبھی اس میں بلغمی اجزا زیادہ ہوتے ہیں کبھی صفرا کی کثرت اور کبھی حرارت کی زیادتی ہوتی ہے۔ اگر خون تمام اعضاء کی غذا ہوتا تو اول تو تمام اعضاء کی بناوٹ مختلف نہ ہوتی بلکہ ایک ہی مفرد شے ہوتی دوسرے خون کی کیفیت کبھی نہ بدلتی۔ اس قسم کے اور بہت سے سوالات پیدا ہو گئے تھے جن کا جواب خود استاد الاطباء نہ دے سکے۔

آخر جب استاد الاطباء صاحب ۱۹۳۳ء میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے تو آپ نے اصولی اور تحقیقی علاج کے جذبے کے تحت ایک بار پھر طب جدید کا شدت سے مطالعہ شروع کیا اور استاد الاطباء کی تحقیق کو از سر نو بار بار دیکھا اور پرکھا لیکن کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔ اسی دوران میں استاد الاطباء کی زندگی اور تحقیقات کے نام پر ایک کتاب بنام سوانح حیات موجد طب جدید اور ان کی زندگی کے تمام تجربات اور مرکبات لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ اس کے بعد ملاحظات استاد الاطباء اور تحقیقات الادویہ استاد الاطباء شائع کیں۔ لیکن دل کو تسلی نہ ہوئی جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان دونوں کتب پر جو مقدمے ہیں اور جو آپ ہی نے لکھے تھے وہ تمام کے تمام استاد الاطباء حکیم احمد دین کی تحقیقات پر اعتراض ہیں اور ایسی تنقید ہے جس سے موجد طب جدید کی تمام تحقیقات غلط ثابت ہوتی ہیں۔ ان اعتراضات اور تنقید کو اولاً تو ممبران انجمن خادم الحکمت نے پسند نہ کیا مگر جب ان کا جواب نہ بن پڑا تو آہستہ آہستہ سب نے قبول کر لیا لیکن آپ کے دل کو پھر بھی تسلی نہ ہوئی۔ کیونکہ ابھی تک سوائے تنقید اور شک و شبہات کے کوئی اصول سامنے نہیں تھا۔ ذہن پر مایوسی اور پریشانی کے بادل چھا گئے۔

فن طب سے بیزاری

چونکہ آپ بیس سال کی تحقیقات کے بعد بھی اصولی اور یقینی علاج معالجہ قائم نہ کر سکے تھے۔ آخر کار دل نے فیصلہ کر لیا کہ ایسے بے اصولے اور غیر یقینی علاج معالجہ سے بہتر ہے کہ یہ فن چھوڑ کر کوئی اور کاروبار اختیار کر لیا جائے۔

نظریہ مفرد اعضاء کا ظہور

آپ اس کشمکش میں مبتلا تھے کہ فن طب کو چھوڑ کر کون سا کاروبار اختیار کیا جائے اسی دوران آپ کو ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعہ پیش آیا اور اس نے ذہن کو بدل کر رکھ دیا۔ تحقیقات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ واقعہ یہ تھا کہ آپ کو ایک مریض کا علاج کرنے کا اتفاق ہوا جب طب جدید کے اصول کے تحت معدہ و امعاء کے سکون کے لئے دوا دی گئی تو اس کی حالت اور نازک ہو گئی پھر طب قدیم کے اصول پر علاج کیا گیا تو اس کو فوراً شفا ہو گئی۔ نتیجے کے طور پر آپ کو روشنی کی ایک کرن نظر آئی۔ طب قدیم کا پھر سے گہرا مطالعہ شروع کر دیا جب اخلاط کو اعضاء سے تطبیق دی گئی تو موجودہ طب جدید کا نظریہ بالکل غلط ثابت ہوا۔ البتہ ان تحقیقات کے دوران ایک نئی حقیقت نے جنم لیا۔ یہ حقیقت تھی نظریہ مفرد اعضاء جس کی اخلاط کیفیات اور مزاج کی مفرد اعضاء (انسجہ) کے ساتھ تطبیق پیدا ہو گئی۔ مفرد اعضاء اور اخلاط دونوں ایک ہی شے کے دو نام ہیں۔ دوسرے الفاظ میں مفرد اعضاء مجسم اخلاط ہیں۔ یعنی اگر ایک خلط کی پیدائش کے لئے کوئی شے استعمال کی جائے تو کسی ایک مفرد عضو کو تحریک ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح اگر ایک مفرد عضو کو تحریک دی جائے تو اس سے کسی ایک خلط میں اضافہ ہو جاتا ہے یہ تھی ایک زبردست انقلاب کی ابتداء جس سے آنے والے زمانے میں اطباء

میں ایک زبردست انقلاب پیدا ہو جائے گا۔

نظریہ مفرد اعضاء

جونہی قدرت نے آپ کو نظریہ مفرد اعضاء کی گراں قدر دولت عطا کی، آپ نے فوراً ہی ایسے فطری قوانین کے تحت پرکھنا شروع کر دیا۔ ہر طب کو نظریہ مفرد اعضاء کی روشنی میں پرکھا، جب دل و دماغ کو تسلی ہو گئی تو دنیائے طب کے سامنے حقائق و دلائل کی روشنی میں پیش کر دیا۔ چونکہ اس وقت ایلوپیتھی طب یونانی اور ہومیوپیتھی کا غلبہ ہے اس لئے انہیں کو نظریہ مفرد اعضاء کی روشنی میں پرکھا۔ ہر ایک کی بنیاد کی نظریہ مفرد اعضاء سے تصدیق کر دی اور اپنی حقیقت کو منوا لیا۔

مثال کے طور پر فرنگی طب اور طب جدید چار اخلاط کو نہیں مانتیں لیکن چار ٹشوز (انسجہ) کو ضرور تسلیم کرتی ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتی ہیں کہ یہی چار ٹشوز تمام جسم انسان کو بناتے ہیں اور یہ حقیقت بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہر ایک ٹشوز ایک دوسرے سے مختلف ہے اور یہ اختلاف پیدائش و عمل میں واضح طور پر پایا جاتا ہے۔ ان ٹشوز کے نام یہ ہیں:۔

ا۔ نروز ٹشوز۔ انسجہ اعصابی (۲) مسکولر ٹشوز۔ انسجہ عضلاتی (۳) ایپی تھیلیل ٹشوز انسجہ غدی و غشائے مخاطی (۴) کنکٹو ٹشوز۔ انسجہ الحاقی۔ یہ ٹشوز و انسجہ سیلز و خلیات کے مجموعے ہیں۔ ہر سیل (خلیہ) ایک زندہ حیوانی ذرہ ہے۔ اس میں تعدیہ و تنمیہ اور تغذیہ اور تصفیہ کی قوت پائی جاتی ہے۔

طب یونانی اور نظریہ مفرد اعضاء بھی انہی ٹشوز (انسجہ) کو مفرد اعضاء تسلیم کرتی ہے اور وہ بھی ان کو (۱) اعصابی (۲) عضلاتی (۳) غدی و کبدی اور (۴) الحاقی کہتی ہیں۔ ان مفرد اعضاء کی عملاً دو صورتیں ہیں۔ اول متحرک اعضاء جو زندگی بھر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ انہی کی حرکت پر زندگی قائم و دائم ہے۔ اس لئے ان کو حیاتی اعضاء گنتے ہیں۔

جیسے دل و دماغ اور جگر جو حیاتی اعضاء ہیں۔ دوم غیر متحرک اعضاء جن پر جسم کی بنیاد قائم ہے۔ ان سے جسم میں مضبوطی قائم رہتی ہے۔ ان کو بنیادی اعضاء کہتے ہیں جیسے ہڈی و کری اور رنتر و رباط وغیرہ۔ طب یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ جب اخلاط بدن میں تجسم ہوتے ہیں تو پہلے یہی مفرد اعضاء تشوز (انسجہ) بنتے ہیں۔

اخلاط جمع خلط کی ہے۔ جس سے مراد ایک تر سیال جسم ہے جو غذا کی صورت نوعیہ چھوڑنے کے بعد جگر میں پیدا ہوتے ہیں۔ اعضاء جمع عضو کی ہے جس کے معنی بافت اور تسیج ٹشوز کے ہیں۔ جب اخلاط میں کثافت اور گاڑھا پن پیدا ہوتا ہے، تو یہی اعضاء بن جاتے ہیں۔ جو اپنی ساخت و بافت میں مفرد اعضاء انسجہ (ٹشوز) ہیں۔

دوسرے معنوں میں جب اخلاط تجسم ہو جاتے ہیں تو مفرد اعضاء بن جاتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ یہی چار اخلاط چار قسم کے مفرد اعضاء بناتے ہیں۔ گویا یہ چار قسم کے ٹشوز چار اخلاط سے بنتے ہیں۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ اخلاط چار ہیں اور فرنگی طب اور طب جدید چونکہ اخلاط کو تسلیم نہیں کرتیں۔ اس لئے اس کی تحقیق غلط ہے۔ گویا ٹشوز (انسجہ) یا مفرد اعضاء تجسم اخلاط ہیں۔ یہی نظریہ مفرد اعضاء ہے۔ اس نظریہ پر ہم نے تجدید طب اور احیائے فن کی بنیاد رکھی ہے اور اسی قانون کے تحت ہم نے فرنگی طب کو غلط ثابت کیا ہے۔

اسی طرح موجد نظریہ مفرد اعضاء نے ہومیوپیتھی کے ذریعے اپنے نظریہ کی تصدیق کی ہے۔ ہومیوپیتھی کا موجد ہانمن تھا۔ اس نے بیماری کی صورت میں روح کا بیمار ہونا تسلیم کیا ہے۔ ساتھ ہی تین قسم کے میازم تحقیق کئے۔ ہر میازم کی علیحدہ علیحدہ علامات تلاش کیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ سورا۔ سفلس۔ سائیکوسس۔ ہومیوپیتھی کی ہر کتاب میں ان میازم کی علامات واضح طور پر لکھی گئی ہیں۔ علاج کی صورت میں ہر میازم کی علامات کے تحت ادویہ استعمال کرائی جاتی ہیں جس سے شفا کی صورتیں

ظاہر ہوتی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگرچہ ہومیوپیتھ حضرات صرف روح کا بیمار ہونا قرار دیتے ہیں، لیکن تین میازم کی صورت میں تین قسم کی روح کا ثبوت ان کے اپنے مفروضہ سے بھی ملتا ہے۔

طب یونانی و نظریہ مفرد اعضاء میں بھی روح کا ایک علیحدہ باب ہے۔ یہاں بھی تین قسم کی ارواح تسلیم کی جاتی ہیں جن کے نام روح نفسانی، روح حیوانی اور روح طبعی ہیں جو بالترتیب دماغ، قلب، اور جگر کی پیداوار ہیں یا ان ارواح سے یہ اعضاء تحریک میں آجاتے ہیں۔

اس لئے نظریہ مفرد اعضاء کی نظر میں تو ہومیوپیتھی کے تین میازم سفلس، سائیکوسس اور سورا کو بالترتیب (۱) دماغ و اعصاب اور روح نفسانی (۲) قلب و عضلات اور روح حیوانی اور (۳) جگر و غدد اور روح طبعی کی پیداوار ہیں۔ مثلاً اگر سفلس کی علامات میں بلغم و رطوبات کا اخراج یعنی تلین، خون کی کمی، کام سے نفرت، اور بیٹھ رہنا وغیرہ ہیں تو نظریہ مفرد اعضاء نے بھی ان علامات کا خالق دماغ و اعصاب کو ہی قرار دیا ہے۔

اسی طرح سائیکوسس کی علامات میں خشکی کی زیادتی، مزاج میں تیزی، اعضاء میں اختلاج، جسم اور چہرہ کا سیاہ ہونا ہیں تو قلب و عضلات اور سودا کی علامات بھی ان سے تطبیق کرتی ہیں۔ بالکل اسی طرح سورا کی علامات ہیں، معدہ کی جلن، جسم پر چھپاکی، سوزاک، سینہ کی جلن اور حرارت وغیرہ علامات بھی جگر و غدد اور صفرا کی علامات سے ملتی جلتی ہیں۔

اس لئے نظریہ مفرد اعضاء بھی ایک حقیقت و کسوٹی ہے جس کی بنیاد فطرت کے اصولوں کے تحت رکھی گئی ہے۔ اس کے ذریعے ہر طرف وقوع سے اعضاء کی تحریک کی جا سکتی ہے جس کا سمجھنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ فطرت کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے لازمی ہے۔ اس سے اگر ایک طرف کسی نظریہ و اصول کی سچائی کا علم ہوتا ہے

تو دوسری طرف اس کی اصلاح و تجدید بھی اسی قانون کے تحت کی جاسکتی ہے

نظریہ مفرد اعضاء کی خوبیاں

نظریہ مفرد اعضاء کی بے شمار خوبیاں ہیں:-

۱- نظریہ مفرد اعضاء سے تشخیص یقینی ہوتی ہے یعنی ایسی کہ مریض اگر جسم کے کسی نظام پر ہاتھ رکھ دے تو فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں مفرد عضو میں تحریک ہے کیونکہ نظریہ مفرد اعضاء نے انسان کے جسم کی افعال الاعضاء کے تحت چھ حصوں میں تقسیم کر دی ہے۔ ہر حصہ کو کسی نہ کسی عضو کے ماتحت ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے صاف ظاہر ہے کہ مریض جس حصہ میں اپنی تکلیف بتائے گا وہ حصہ کسی نہ کسی عضو کے ماتحت ہوگا جو بھی مریض جس کا مقام بتائے گا نظریہ مفرد اعضاء کا معالج فوراً سمجھ جائے گا کہ اس کے اس مفرد عضو میں تحریک ہے اور دوسرے مقامات کا بھی پتہ چل جائے گا جہاں تحلیل و تسکین ہو رہی ہے بلکہ معالج خود مریض کو بغیر پوچھے دوسرے مقامات کی علامات بتا دے گا۔ جس سے مریض کی پوری طرح تسلی ہو جائے گی۔

۲- چونکہ تشخیص یقینی ہوگی اس لئے علاج بھی بے خطا ہوگا۔

۳- امراض کی ماہیت یقینی:- جب کوئی مریض معالج کے پاس آئے گا تو نظریہ مفرد اعضاء کا معالج اس کی شکل، جسمانی حالت، رنگت، قارورہ کا رنگ اور نبض کا امتحان کرے گا تو تمام پوری معلومات کر لے گا کہ کس مفرد عضو میں تحریک ہے۔ اس طرح امراض کی ماہیت یقینی ہو جائے گی اور علاج بے خوف و خطر کرے گا۔ آج کل کے معالجوں کی طرح نہیں کہ جو مریض نے بتایا مریض کو علامات کے مطابق دوا دے دی جو سراسر غلط ہے بلکہ فن طب کے ساتھ غداری ہے۔ دوسری طرف مریض پر ظلم عظیم ہے۔ ایسے معالج کے پاس جب مریض بھی اپنی شکایت کرے گا تو وہ مرض کی ماہیت پر یقین

شامل ہونے کی وجہ سے اسے چند ادویہ تجویز کر دے گا۔ جب پھر آئے گا تو اور ادویہ انتخاب کر کے دے دے گا۔ یہ صورت صرف اسی حالت میں رفع ہو سکتی ہے جب مرض کی ماہیت کا پورا پورا علم ہو گا۔ نظریہ مفرد اعضا کا معالج دوا کی مقدار میں کمی بیشی تو کر دے گا لیکن دوا کو مختلف مزاجوں میں نہیں دے گا۔

۴۔ تجویز علاج میں سہولت۔ تجویز علاج میں سہولت یہ ہو گی کہ جب حامل نظریہ کو پتہ لگ جائے گا کہ کونسی خلط یا کیفیت کا غلبہ ہے یا کس عضو میں تحریک ہے تو نظریہ مفرد اعضاء کے اصول کے تحت فوراً تجویز دوا کا نقشہ سامنے آجائے گا۔ مثلاً صفرا کو ختم یا کم کرنے کے لئے بلغم ہو گی۔ یعنی گرمی تری سے ختم کر دی جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں غدی تحریک کا علاج اعصابی تحریک ہے۔

بالکل اسی طرح اگر بلغم کی زیادتی ہو گی تو سودا سے ختم کر دی جائے گی دوسرے لفظوں میں اعصابی تحریک کا علاج عضلاتی تحریک ہے۔ اس لئے جب تشخیص مرض ہو جائے گی تو علاج خود بخود تجویز ہو جائے گا۔

۵۔ ہر مرض کا صرف ایک ہی بار بیان ہونا۔ جب بھی کوئی مریض آئے گا تو اسے ایک ہی بیماری بتائی جائے گی اور علاج بھی ایک ہی تسلیم کی جائے گی یا ایک ہی تحریک تصور ہو گی۔ مختلف علامات کو مرض شمار نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ امراض کی تعداد۔ نظریہ مفرد اعضاء میں امراض کی تعداد مقرر کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد نئے امراض کی تحقیقات ختم ہو گئی ہے۔ اس کے برعکس فرنگی طب اہل فن و صاحب علم اور عوام کو روزانہ نئے امراض کے نام سے دھوکہ دیتی رہتی ہے۔

۷۔ دنیا بھر کے تمام طریق ہائے علاج کی صحیح تشخیص اور درست تجویز کا اس کے مطابق ہونا۔ گویا نظریہ مفرد اعضاء صحیح تشخیص اور درست تجویز کے لئے ایک کسوٹی ہے اور اس کے تحت تقسیم امراض کو سمجھنے کے بعد ہر غلط طریق علاج کو معالج چھوڑ دیتا

ہے۔ اور مشکل نیز بے یقینی اور دشوار تجویز کے علاجوں سے دور ہو جاتا ہے۔

۸۔ امراض کے بے معنی اسباب ختم کر کے صحیح اسباب مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

۹۔ طویل علامات کو مقررہ علامات میں محدود کر دیا گیا ہے تاکہ تشخیص امراض میں مشکلات پیش نہ آئیں۔

۱۰۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ امراض کی جو دو اقسام معدوم تھیں، انہیں اجاگر کر دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے تمام امراض کو اعصاب کے تحت بیان کیا گیا تھا لیکن عضلاتی اور غدی امراض کا نام و نشان تک نہیں۔ گویا امراض کے متعلق صرف ایک تہائی تحقیق ہوئی تھی۔ دو قسم کے امراض کا پتہ تک بھی نہ تھا یہی وجہ تھی کہ بہت سے امراض کو لاعلاج کہہ کر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

۱۱۔ نظریہ مفرد اعضاء کی ایک اور خوبی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ دنیا بھر کے طریق ہائے علاج میں جو ماہیت امراض بیان کی گئی ہیں چاہے وہ اخلاط و دوشوں کے تحت ہیں یا جراثیم اور روح کی بیماری کو مدنظر رکھا گیا یا عناصر انسانی اور جذبات انسانی کو مدنظر رکھا گیا ہے سب کے حسن و قبح کی حقیقت کھول دی ہے۔ یہ تمام باتیں بیک وقت معالج کے ذہن کے سامنے آجاتی ہیں۔

۱۲۔ نظریہ مفرد اعضاء کے تحت تقسیم امراض کا کمال یہ ہے کہ اس تقسیم کی ابتداء واحد خلیہ (اصل حیوانی ذرہ) سے شروع ہوتی ہے جس سے نسیج (ٹشو) بنتا ہے اور پھر یہی مختلف انسجہ (ٹشوز) اعضاء کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ اس تقسیم امراض کی انتہا یہ ہے کہ اس میں حیوانی ذرہ کا دل، دماغ اور جگر جیسے ہوتے ہیں اس کے ایٹمی اثرات تک پہنچ کر اس کی انرجی۔ فورس اور پاور کا پتہ چل جاتا ہے۔ گویا نظریہ مفرد اعضاء ایٹمی دور کی ایجاد ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کی مخالفت

نظریہ مفرد اعضاء کی بے شمار خوبیوں کے باوجود شروع شروع میں ہر ایک نے اس کی مخالفت کی لیکن جب ٹھنڈے دل سے اس پر غور و فکر کیا تو نظریہ مفرد اعضاء کو اپنا لیا بلکہ اس کی نشوونما اور نشر و اشاعت کے لئے عمل میدان میں آ گئے۔ بعض نے مالی امداد بھی کی۔ اس کے برعکس ایک طبقہ نے صرف اپنے اقتدار کی خاطر مخالفت کی۔ بعض نے ناسمجھی کی بنا پر مخالفت کی۔

یہ مخالفت کیونکر ہوئی اس کی چند وجوہات ہیں۔ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اس جدید خیال اور ایجاد کی مخالفت کرتا ہے جو اس کے مشاہدہ، تجربہ اور فکر و گمان سے باہر ہو بلکہ ایسی شخصیت کو مجنوں اور دیوانہ تصور کرتے ہیں۔ یہ صرف اہل مشرق پر منحصر نہیں بلکہ اہل مغرب بھی ایسا کرتے ہیں اور اب تک کر رہے ہیں جس کے ثبوت میں چند دلائل پیش کرتا ہوں:

۱۔ جیسا شروع شروع میں ٹیلی ویژن کی خاصیت اور اس کے فعل کی تفصیل اخبارات میں بتائی گئیں کہ دور دراز فاصلوں کے حالات گھر بیٹھے دیکھ لینے کا آلہ ایجاد کر لیا گیا ہے تو اس خبر کے سنتے ہی یورپ کے بھولے بھالے عوام میں تشویش پھیل گئی۔ پوسٹ ماسٹر جنرل لندن کے پاس ہزاروں خطوط پہنچنے شروع ہو گئے کہ ٹیلی ویژن کی ایجاد سے ان کی پرائیویٹ زندگی بالکل منظر عام پر آ جائے گی۔

مثلاً ایک سو سالہ خاتون نے لکھا کہ پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب خدا کے لئے اس ایجاد کو روک دیجئے ورنہ میں تو اس تصور سے مری جا رہی ہوں کہ جب میں غسل خانے میں نہا رہی ہوں گی تو ساری دنیا مجھے دیکھ رہی ہو گی۔

کئی لوگوں نے لکھا کہ انسان اپنے گھر میں کبھی عریاں بھی ہوتا ہے کبھی ایسے

مشاغل میں معروف ہوتا ہے جو دنیا کے کسی دوسرے انسان کے سامنے انجام نہیں دیئے جا سکتے۔ اگر دنیا کے ہر شخص کو دوسرے انسان کے اندرون خانہ کی جھلک دیکھنے کا موقع مل گیا تو یہ بہت بڑی قومی بلکہ بین الاقوامی بیہودگی اور بدتمیزی ہوگی۔

۱۸۰۷ء میں ایک شخص نے لندن کی ایک پال مال پر گیس کی روشنی کا انتظام کرنا چاہا۔ چونکہ دنیا گیس کی اس خاصیت کو بالکل نہ جانتی تھی اس لئے سر والٹر سکاٹ جیسے قابل آدمی نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ یہاں پر ایک شخص کا دماغ چل گیا ہے وہ کہتا ہے کہ لندن بھر کو روشن کر دوں گا۔ جانتے ہو کس سے کرے گا؟ اجی دھوئیں سے۔ بھلا اس کی دیوانگی کا کوئی ٹھکانا ہے۔ لیکن خود سر والٹر سکاٹ نے دیکھ لیا کہ سارے لندن میں گیس کی روشنی ہوگئی۔

ایک جرمن سکول ماسٹر نے ٹیلی فون کی ایجاد سے قبل ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جس سے دور کی آواز آسانی سے سنی جا سکتی تھی۔ یہ ۱۸۳۶ء کا ذکر ہے۔ اس پر پادریوں نے بہت شور مچایا اور کہا کہ اس قسم کی ایجاد خالق ارض و سما کی توہین ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے کان کافی نہیں ہیں کہ یہ لوگ اس کی صنعت میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔

پہلے پہل جہازوں میں سٹیم انجن لگانے کا ارادہ کیا گیا اور لوگوں نے کہا کہ ایک جہاز بھاپ کے زور سے چلایا جائے گا جو انگلستان سے اٹلانٹک کو عبور کر کے امریکہ پہنچ سکے گا۔ تو ڈاکٹر لارڈنر نے نہایت حقارت سے لکھا کہ یہ بالکل وہم اور خیال ہے اور جس شخص نے اس کو پیش کیا ہے وہ غالباً کل کو یہ بھی کہے گا کہ ہم غبارے کے زور سے چاند پر بھی جا سکتے ہیں۔ افسوس! اگر یہ شخص اب زندہ ہوتا تو وہ خود اپنے کانوں سے چاند میں بیٹھے ہوئے شخص کی آواز سنتا اور آنکھوں سے اخبارات میں راکٹ کے ذریعے انسان کے چاند کے سفر کے متعلق تفصیلات پڑھ لیتا۔ اور اسے کس قدر تعجب ہوتا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس فاضل شخص نے نہایت قطعیت سے حساب لگا کر دکھایا ہوا

جہاز پانی پہ ہرگز تیر نہیں سکے گا کوئی عقل کی بات کہ دیکھیں لوہا بھی تیر سکتا ہے۔

اس زمانے میں ان فاضل حضرات کی آراء نہایت وقعت کے ساتھ سنی جاتی تھیں لیکن آج ہم ان کو پڑھتے ہیں تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ یہ حضرات عجیب چغد تھے جن کی سمجھ میں معمولی سی بات بھی نہ آتی تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ چغد نہ تھے بلکہ انسانی دماغ سائنسی نقطہ نگاہ سے ابھی بالکل ابتدائی حالت میں تھا۔

بالکل ایسی ہی صورت حال سے موجد نظریہ مفرد اعضاء جناب حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی مرحوم کو دوچار ہونا پڑا لیکن آپ بردباری سے برداشت کرتے رہے اور اپنے عزم بالجزم میں بال برابر فرق نہ آنے دیا۔

اس کے بعد دوستوں کی رائے سے یہ بات طے پائی کہ رسائل و اخبارات میں نظریہ مفرد اعضاء کا پروپیگنڈا کیا جائے۔ ابتدا میں تو آپ نے اخبارات میں مضامین دینے شروع کئے۔ پھر حکیم غلام نبی صاحب ایم اے ۹۳ میکلوڈ روڈ کے رسالہ "خزینہ حکمت" میں مضامین دینے شروع کر دیئے۔ چونکہ یہ آواز نظریہ مفرد اعضاء کی نشر و اشاعت کے لئے بہت ہی ناکافی تھی۔ اس لئے استاد محترم نے اپنا علیحدہ ماہنامہ جاری کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس لئے استاد صاحب نے حکیم مختار احمد کوثری صاحب کی وساطت سے حکیم غلام حیدر سہیل صاحب منڈی ہیرا سنگھ کا ماہنامہ مدادا لے کر نظریہ مفرد اعضاء کی نشر و اشاعت شروع کر دی جو بے حد مفید رہی۔

ان دنوں چونکہ طب یونانی کی رجسٹریشن کے لئے تحریکات چل رہی تھیں۔ حکومت کی طرف سے طب یونانی کی رجسٹریشن کا وعدہ کیا گیا تھا بلکہ ایک مختصر سا بورڈ بھی بنا دیا گیا تھا جب آپ نے دیکھا کہ حکومت اطباء کو کسی قسم کی مراعات دیئے بغیر رجسٹرڈ کرنا چاہتی ہے۔ دوسری طرف چند خود غرض قسم کے اطباء کسی قسم کے اعتراض کے بغیر رجسٹریشن قبول کرنے پر تلے ہوئے تھے تو آپ نے غلط قسم کی رجسٹریشن کو روکنے کے لئے ایک اور ماہنامہ

رجسٹریشن فرنٹ کا اجراء کیا جو اپنے دائرہ کار اور میدان عمل میں بے حد کامیاب رہا۔ غلط اور بے معنی قسم کا بورڈ توڑ دیا گیا۔ اطباء ایک غلط قسم کی رجسٹریشن سے محفوظ ہو گئے۔ اس کے بعد کئی سال تک رجسٹریشن کا معاملہ التوا میں پڑ گیا۔ آپ نے نظریہ مفرد اعضاء کی نشر و اشاعت رسالہ رجسٹریشن فرنٹ میں بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کی نتیجہ یہ ہوا کہ کراچی سے پشاور تک ہر بڑے شہر میں نظریہ مفرد اعضاء کے حلقے اور ذیلی مرکز قائم ہو گئے جن میں نظریہ مفرد اعضاء کا ذیلی حلقہ دنیا پور میں بھی میری (محمد شریف) نگرانی میں قائم ہوا۔ میں نے حلقہ قائم کرنے سے پہلے استاد صاحب کے پاس ایک دو ماہ تک رہ کر نظریہ مفرد اعضاء پر عبور حاصل کیا۔ پھر حلقہ قائم کر دیا گیا۔ سب سے پہلے میں نے استاد صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ہمارے علاقے میں ایک دو دن کے لئے آئیں اور ہمارے پاس ایک دو دن رہ کر مریضوں کے امراض کی تشخیص و تجویز فرمائیں۔ دوسری طرف علاقہ کے حکماء کو آپ خود نظریہ مفرد اعضاء کی حقیقت سے روشناس کرائیں تاکہ تحریک کے زیادہ سے زیادہ ممبر بن جائیں۔

اس پر استاد صاحب نے کہا کہ آپ اپنے علاقہ کے کم از کم پندرہ بیس حکماء کو بلائیں میں حاضر ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ۲۴ ستمبر ۱۹۶۷ء کو دنیا پور میں ایک طبی اجتماع کے نام سے آپ کی صدارت میں جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ چونکہ علاقہ کے حکماء کو شام کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس لئے دن بھر مریضوں کی نبض دیکھ کر استاد صاحب نسخہ جات تجویز کرتے رہے۔ شام کو ہائی سکول میں آپ کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ علاقہ بھر کے حکماء کے علاوہ شہر کے معززین اور بے شمار مریض بھی جلسہ میں شامل ہوئے۔ آخر میں آپ نے ایک صدارتی تقریر کی جو اطباء کے لئے بے حد مفید رہی جس کا اقتباس اگلے صفحات میں بعنوان خطابات حکیم انقلاب درج کیا جائے گا۔

آپ کے آنے سے اور آپ کے طریقہ تشخیص نے علاقہ بھر کے عوام کو بے حد متاثر

کیا۔ ہمارے کاروبار کو بھی چار چاند لگ گئے ہم نے خالص طب یونانی کو نظریہ مفرد اعضاء کے ذریعے اپنانے کا کلی فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ میرے بھائی حکیم محمد لطیف صاحب نے "کوالیفائڈ پریکٹیشنر" کا کورس کیا ہوا تھا۔ اکیس اور بیس نمبر کے لائسنس بھی ملے ہوئے تھے انگریزی ادویات سے دکان بھری پڑی تھی۔ نظریہ مفرد اعضاء اپناتے ہی تمام انگریزی ادویات ختم کرنا شروع کر دیں اور نئی ادویات لانا بند کر دیں۔ انگریزی اور دیسی دوا کو ملا کر استعمال کرنا بھی بند کر دیا۔ کیونکہ کسی دوا کے متعلق کوئی بھی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ مریض کو انگریزی دوا نے فائدہ کیا ہے یا دیسی نے۔ جوں جوں تجربات ہوتے گئے دل کو تسلی ہوتی گئی۔ جو جو سوالات یا مشکلات پیش آتیں انہیں وقتاً فوقتاً لاہور جا کر استاد صاحب سے حل کرا لیا جاتا یا خط و کتابت کے ذریعے دریافت کر لیا جاتا۔ ہر سال آپ کی صدارت میں دنیا پور میں جلسہ بھی کراتا رہا۔ نظریہ مفرد اعضاء کے حامیین دوسرے شہروں سے جلسہ میں شمولیت کی غرض سے آنے لگے جن میں خاص طور پر سکھر، لاڑکانہ۔ لائل پور، منڈی بہاؤالدین۔ میاں چنوں۔ خانیوال میلسی وہاڑی شجاع آباد۔ ملتان اور مظفر گڑھ وغیرہ سے حکماء آتے تھے جن کا خرچہ قیام و طعام بھی میں خود ہی برداشت کرتا تھا۔

میری کامیابی کو دیکھ کر دوسرے حلقوں کے حکماء کو بھی شوق پیدا ہوا کہ استاد صاحب کی صدارت میں وہاں بھی جلسے ہونے چاہئیں۔ چنانچہ منڈی بہاؤالدین، سرگودھا وغیرہ کے بڑے بڑے حلقوں میں آپ کی زیر صدارت اجلاس منعقد ہونے لگے۔ اس طرح نظریہ مفرد اعضاء اور اس کی ادویات پوری ترقی کرنے لگا۔

استاد صاحب میرے ساتھ بے حد محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ مجھ سے بے حد خوش تھے۔ آپ کو جب بھی کسی جلسہ میں مدعو کیا جاتا تھا تو آپ مجھے بھی ضرور ساتھ رکھتے تھے۔ چونکہ آپ میری تشخیص اور تجربہ سے پوری طرح مطمئن تھے اس لئے جہاں

بھی آپ کو لے جاتا تھا۔ ایک طرف آپ میرے پاس مریضوں کی قطار لگوا دیتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ نہایت غور و فکر سے تشخیص کرو۔ دوسری طرف خود مریضوں کو دیکھتے تھے۔ یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہو گی بلکہ یہ بتانا بھی استاد صاحب سے ملاقاتی ہو گی کہ آپ جس علاقہ میں جاتے تھے وہاں کے حکماء کو باری باری مریضوں کی تشخیص کرنے کے متعلق فرماتے تھے۔ پھر خود نبض دیکھ کر ان کو ان کی غلطیاں سمجھاتے تھے۔ بعض دفعہ تو آپ حکماء سے کہتے کہ آپ نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کریں اور میں مریض کو نظر سے دیکھ کر مرض بیان کرتا ہوں۔ یقین جانیئے آپ کی تشخیص سو فیصدی صحیح ہوا کرتی تھی اور دوسرے حکماء سے کہیں کہیں غلطیاں بھی ہو جاتی تھیں۔

ایک واقعہ

۴ ستمبر ۱۹۶۹ء کو آپ دنیا پور تشریف لائے تو ایک فربہ جسم اور سرخی مائل چہرے والی ایک مریضہ آئی۔ ہم نے دوسرے دوستوں نے بھی نبض دیکھی۔ استاد صاحب نے پوچھا کونسی تحریک ہے۔ سب نے کہا کہ اعصابی تحریک کی مریضہ ہے۔ لیکن استاد صاحب نے مریضہ کو صرف نظر سے دیکھ کر کہا کہ پھر نبض دیکھیں۔ دوبارہ نبض دیکھی تو پھر سبھی نے اعصابی تحریک بتائی۔ آپ نے کہا نہیں یہ غدی تحریک کی مریضہ ہے۔ ایک حکیم صاحب نے کہا کہ استاد صاحب اس کا کیا ثبوت ہے۔ آپ نے کہا کہ مریضہ سے پوچھ لیں کیا تکلیف ہے جب مریضہ سے پوچھا گیا تو مریضہ نے بتایا کہ مجھے خارش ہے۔ پیشاب میں بھی جلن ہے اور پیشاب قطرہ قطرہ آ رہا ہے۔ تمام حکماء مریضہ کا بیان سن کر ششدر رہ گئے اور استاد صاحب کی تشخیص کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے۔ اس کے بعد آپ نے تمام دوستوں کو بڑے پیار سے سمجھایا کہ مجھے اس مریضہ کی شکل دیکھنے سے کیسے بیماری سمجھ میں آئی۔

فری شفاخانے کا قیام

جہاں آپ دوسرے حلقوں میں جا کر حکماء اور مریضوں کو اپنی خداداد قابلیت سے مستفید فرماتے تھے اس کے ساتھ ہی آپ نے لاہور کے دوستوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک فری شفاخانہ کھولا جائے جس میں آپ نے بھی کچھ وقت دینے کا وعدہ کیا تاکہ غریب عوام بھی آپ کی خدمات سے مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ یہ دواخانہ ریلوے اسٹیشن کے عین مغرب میں واقع نوری مسجد کے ساتھ بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت کے ساتھ ایک معزز ہستی کے افتتاح سے جاری کر دیا گیا۔ آپ کے تعاون سے دواخانہ میں مریضوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ اب بھی دواخانہ بڑی کامیابی سے چند مخیر حضرات کی نگرانی میں چل رہا ہے۔ ان میں منتظمین نوری مسجد کے علاوہ جناب ڈاکٹر الحاج اختر حسین صاحب مالک پنجاب ہوٹل خاص طور پر پیش پیش ہیں۔

احیائے فن و تجدید طب کی ابتدا

جہاں آپ عملی طور پر یہ کام اور خدمات فن طب کی نشوونما اور ترقی کے لئے کر رہے تھے وہاں دوسری طرف آپ نے طب میں خس و خاشاک کو دور کرنے کے لئے تحریک تجدید طب چلائی۔ نظریہ مفرد اعضاء کے ذریعے طب کو تمام اغلاط، غلط فہمیوں اور توہم پرستیوں کو جو طب میں غلط قسم کے ذہن کی وجہ سے جمع ہو گئے تھے دھونا شروع کر دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے حکیم محمد حسن قرشی صاحب سابق صدر طبی بورڈ لاہور کے ان خیالات اور تحقیقات کو غلط قرار دیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ طب یونانی کی تباہی کا باعث طب میں فلسفہ کی آمیزش ہے۔ یہ خیال حکیم محمد حسن قرشی صاحب نے اپنی کتاب بعنوان "طب کی پہلی کتاب" میں کیا ہے۔ حکیم انقلاب صاحب نے اپنے

ابتدائی رسالہ مداوا کے نومبر ۱۹۵۶ء کے شمارہ میں اس موضوع پر کھل کر بحث کی ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ فلسفہ کے بغیر حکمت بے معنی شے ہے بلکہ فلسفہ ہی تو حکمت کی جان ہے۔

اسی طرح آپ نے حکیم کبیر الدین صاحب کے اس خیال کو بھی رد کر دیا تھا کہ طب یونانی کی تجدید فرنگی طب (ڈاکٹری) سے کی جائے۔ آپ نے انہی رسالوں میں مدلل دلائل کے ساتھ بعنوان "طب یونانی میں اصلاح و تجدید فرنگی طب (ڈاکٹری) اور سائنس نہیں کر سکتی" کیونکہ ایلوپیتھی (ڈاکٹری) کی بنیاد طب یونانی کی بنیاد سے بالکل الگ ہے۔ ایک طب دوسری کی تکذیب کرتی ہے۔

آپ نے اس موضوع کو غلط، بے معنی اور نقصان دہ ثابت کرنے اور اس پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر طب یونانی کے اصولوں میں اصلاح و تجدید چاہتے ہو تو پھر علم و فن طب کے قوانین اور بنیادی قاعدے بدلے بغیر ناممکن ہے۔ کیونکہ جب تک اس قانون سے بہتر اور متبادل قانون وضع کر کے منطبق نہیں کیا جائے گا ساری کی ساری عمارت منہدم ہو جائے گی۔ یہی غلطی فرنگی طب کے حاملین سے آج سے چھ سو سال پہلے ہو گئی تھی۔ یعنی اصلاح و تجدید کے شوق میں اور زیادہ تعصب کی بیماری میں مبتلا ہو کر طب یونانی کی جگہ نئی طب کی بنیاد ڈالی اور طب یونانی کے ڈھانچے کو چھوڑ کر جدید تحقیقات کے پیچھے پڑ گئے۔ تحقیقات تو عمدہ رہیں مگر اصولی ڈھانچہ ختم ہو گیا اور باقاعدگی مفقود ہو گئی۔ نظریہ جراثیم نے آکر تو اس کی شکل و صورت ہی بدل دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی طب مجموعہ جراثیم بن گئی۔ مثلاً ماہیت امراض میں جراثیم، علامات میں جراثیم، اسباب میں جراثیم، اصول علاج میں جراثیم، علاج میں جراثیم، خواص الادویہ میں جراثیم، حفظان صحت میں جراثیم بلکہ جراثیم نقصوں سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے فرنگی طب میں ہر جگہ نقص ہی نقص نظر آتا ہے۔ آپ نے فرنگی طب کو غلط اور غیر علمی ثابت کرنے کے لئے ایک کتاب بعنوان "فرنگی طب، غیر علمی

اور غلط ہے لکھی اور ساتھ ہی آپ نے زوردار الفاظ میں حکماء سے اپیل کی کہ خدا کے لئے طب یونانی کو اصلاح و تجدید طب کے رنگ میں برباد نہ کیا جائے۔

ان مضامین کے علاوہ آپ نے لقوہ، فالج، مجربات اور امراض الادویہ اعلی الامراض جس میں امراض کی ماہیت۔ نام، تقسیم، تشخیص، اسباب، علامات، نظریہ مفرد اعضاء ان تحقیقات کو آپ نے اس دعویٰ کے ساتھ پیش کیا کہ یہ امراض کے متعلق وہ تحقیقات ہیں جن کے علم سے یورپ، امریکہ اور چین و روس تاحال بالکل بے خبر ہیں۔

قارئین نظریہ مفرد اعضاء کے لئے یہ مضامین بے حد اہمیت رکھتے ہیں۔ انہیں ضرور پڑھنا چاہیئے۔ انہیں فائلوں کی صورت میں نادر صاحب نے جو استاد محترم حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی صاحب مرحوم کے لخت جگر ہیں، جمع کر دیا ہے جو مناسب قیمت ادا کرنے پر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

آپ کی تصنیفات

استاد محترم جناب حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی صاحب مرحوم نے جہاں اخبارات مختلف رسالوں اور رجسٹریشن فرنٹ کے ذریعے احیائے فن اور تجدید طب کے لئے کام کیا وہاں آپ نے ایک مکمل نصاب بھی قارئین نظریہ مفرد اعضاء کے لئے مرتب کر دیا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

۱۔ مبادیات طب

یہ آپ کی پہلی بنیادی کتاب ہے جس میں آپ نے نظریہ مفرد اعضاء کے تحت

طب یونانی کے بنیادی قوانین بیان کئے ہیں۔ زر و جواہرات میں تولنے والی کتاب ہے۔

۲۔ تحقیقات تپ دق و سل

اس مختصر سی کتاب میں تپ دق و سل پر ایسی تحقیقات پیش کی گئی ہیں جن سے فرنگی طب نا واقف ہے۔ ساتھ ہی اس کا یقینی علاج بھی پیش کیا ہے۔

۳۔ تحقیقات نزلہ و زکام

نزلہ و زکام پر بے نظیر علمی تحقیقات ہے جس میں نزلہ و زکام کی حقیقت، تشخیص و تقسیم اور علاج و ادویات کو عام فہم زبان میں سمجھایا گیا ہے۔

۴۔ تحقیقات نزلہ زکام وبائی

اس کتاب میں آپ نے صحیح طور پر وبائی امراض کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے اس کے ساتھ ہی نزلہ زکام وبائی کی حقیقت اس کی تاریخ وسعت۔ تشخیص و تقسیم اور علاج کو عام فہم انداز میں ذہن نشین کرایا گیا ہے۔

۵۔ تحقیقات اعادہ شباب

بے نظیر تحقیقات اور علمی معلومات جس میں اعادہ شباب کی اہمیت حقیقت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ تمام فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی تحقیقات پر تبصرہ اور فرنگی طب کی غلط فہمی اور گمراہی کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اعادہ شباب کے متعلق نظریہ مفرد اعضاء کے تحت علاج و ادویات بھی پیش کر دی گئی ہیں۔

۶۔ تپ دق اور خوراک

اس چھوٹی سی کتاب میں غذا برائے تپ دق وسل پر بحث کی گئی ہے۔ اپنی تحقیقات اور علمی معلومات سے ثابت کیا گیا ہے کہ فرنگی طب کا علم الغذا ناقص اور غلط ہے۔ اس میں امریکہ کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اس کا علم الغذا ہم سے بہتر ہو تو ثابت کرنے پر پانچ ہزار روپے بطور انعام پیش کر دیئے جائیں گے۔

۷۔ تحقیقات حمیات

ہر قسم کے حمیات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ایک بے نظیر علمی کتاب ہے جس میں فرنگی طب کے تمام نظریات اور اصولوں کو غلط اور گمراہ کن ثابت کرنے کے بعد بخار کی صحیح اہمیت و تقسیم اور علاج و ادویات پر مدلل روشنی ڈالی گئی ہے۔

۸۔ ملیریا کوئی بخار نہیں

یہ ایک ایسی علمی کتاب ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے اور نہ ہی کونین موسمی و وبائی بخاروں کا علاج ہے۔ اس کتاب میں انتہائی تحقیقات کے ساتھ حقائق و تاریخ پر تنقید و تبصرہ کیا گیا ہے۔

۹۔ طبی رجسٹریشن

اس کتاب میں طبی رجسٹریشن کا صحیح اور آخری حل۔ حکومت کی طرف سے مرکزی تنظیمی طریق کار، طبی رجسٹریشن کی مختصر تاریخ اور رجسٹریشن کے خرابیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ اور اندھی طبی سیاست اور غلط قیادت کی نشاندہی کی گئی ہے

۱۰۔ تحقیقات فارما کوپیا

یہ ایک ایسی بے نظیر اور علمی کتاب ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ طب قدیم میں فارما کوپیا صحیح اور نظریہ قوابھی کے مطابق ہے جس کو نظریہ مفرد اعضاء کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں چوٹی کے مجربات پیش کئے گئے ہیں۔

۱۱۔ تحقیقات الامراض و علامات اور مختصر علاج

یہ ایک ایسی بے نظیر تحقیقاتی اور علمی کتاب ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ فرنگی تحقیقات اسباب و علامات اور امراض بالکل غلط ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ان کی مدد سے نہ صحیح تشخیص ہو سکتی ہے اور نہ ہی درست علاج ہو سکتا ہے۔ خاص طور پر پیدائش امراض کے لئے جراثیم کا نظریہ بالکل غلط ہے۔

۱۲۔ تحقیقات علاج بالغذا

علم الغذا کی بنیادوں پر مفرد اعضاء کے تحت ایسی تحقیقات ہے جس کا جواب ماڈرن میڈیکل سائنس پیش نہیں کر سکتی۔ یہ کتاب فرنگی طب کے لئے چیلنج ہے۔

۱۳۔ فرنگی طب غیر علمی اور غلط ہے

فرنگی طب کا غلبہ اور اثر جو دنیا میں پھیل گیا ہے اور یقین کر لیا گیا ہے کہ وہ سائنسی طریق علاج ہے اور اس کے مقابلے میں طب قدیم کے متعلق یقین کر دیا گیا ہے کہ وہ غیر سائنسی طریق علاج ہے اور یہ زمانہ ساتھ نہیں دے سکتی۔ یہ زبردست علمی کتاب اسی غلط یقین کا صحیح جواب ہے۔ یہ کتاب فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کے

ملک زبردست چیلنج ہے بلکہ اس کتاب میں چیلنج کیا گیا ہے کہ فرنگی طب کو فطری طریق علاج ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے بطور انعام دیئے جائیں گے۔

۱۴۔ تحقیقات علم الادویہ

تحقیقات علم الادویہ پر مفرد اعضاء کے تحت ایسی کتاب ہے جس میں علم الادویہ کے قوانین، اصول اور نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے علم الادویہ مکمل طور پر روشن ہو جاتا ہے۔

۱۵۔ تحقیقات المجربات

علم و فن مجربات کی حقیقت پر مفرد اعضاء کے تحت ایسی تحقیقاتی کتاب ہے جس میں مجربات کی حقیقت، مجربات ترتیب، مجربات بالمفرد اعضاء مع تشریح اور گزشتہ آٹھ سالوں کے وہ تمام مجربات بالمفرد اعضاء جو ماہنامہ رجسٹریشن فرنٹ میں شائع رہے ہیں پیش کر دیئے گئے ہیں اور اس کی روشنی میں معالج علم و فن مجربات میں مکمل طور پر دسترس حاصل کر سکتا ہے۔

۱۶۔ تحقیقات علاج سوزش و اورام

تحقیقات و علاج سوزش و اورام پر مفرد اعضاء کے تحت ایسی تحقیقاتی کتاب ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ہر مرض کی ہر تحریک مکمل ہو کر سوزش بن جاتی ہے اور اگر شفا کی طرف نہ لوٹے تو ورم کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے جس میں سوزش و اورام کی حقیقت، ماہیت اور علاج پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۶۔ تحقیقات جنسی امراض اور ان کا علاج

جنسی امراض کے متعلق لاجواب کتاب ہے۔ جس میں ہر مرض کی ماہیت، اسباب و علامات اور ان کا علاج پیش کیا گیا ہے۔ لاجواب کتاب ہے۔

۱۷۔ تین انسانی زہر

ایک لاجواب تحقیقاتی کتاب ہے جس میں انسانی جسم کی ہر بیماری کو صرف تین مادوں آتشی مادہ، سوزاکی مادہ اور اپامیری مادہ میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک زبردست تحقیقاتی کتاب ہے۔

ان کتب کے علاوہ آپ نے کئی اور کتب لکھنے کا بھی پروگرام بنا رکھا تھا جو صرف قرآن حکیم کی روشنی میں تحریر کرنی تھیں جن میں دو کتب قابل ذکر ہیں۔ ایک کا نام "اسلام اور جنسیات" تھا۔ جو تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ بلکہ اس کی تو کتابت بھی ہو چکی تھی۔ صرف شائع کرنا باقی تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو میں انشاء اللہ انہیں کے نام سے عنقریب شائع کروں گا۔ تاکہ قارئین نظریہ مفرد اعضاء اس سے مستفید ہو سکیں۔

دوسری کتاب بعنوان افعال الاعضاء اور قرآن حکیم شائع کرنی تھی جس کی ابتدا رسالہ رجسٹریشن فرنٹ میں شروع کر دی گئی تھی۔ آخری تین چار رسالوں میں نمونہ کے طور پر چند اعضاء کی تشریح قرآن حکیم سے پیش کی گئی ہے۔ لیکن افسوس کہ آپ کی زندگی نے وفا نہ کی۔ موت کے بے رحم ہاتھوں نے ہم سے ہمارا قائد چھین لیا۔ آپ کا ایک عظیم منصوبہ نامکمل رہ گیا ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ کا یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا تو طب میں ایک عظیم انقلاب آجاتا۔ ساتھ ہی قرآن حکیم کو سمجھنے کا ایک اور اصول سامنے آجاتا۔

آپ کا دعویٰ تھا کہ چونکہ انسان کی پیدائش فطرت کے مطابق کی گئی ہے اور فطرت

کی تشریح قرآن حکیم نے کی ہے۔ اس لئے انسان کی پیدائش، اس کی بناوٹ، اعضاء ہر عضو کے افعال کی مکمل تشریح۔ اس کے غیر طبعی افعال جو بیماری کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں پھر بیماری کے اسباب جن میں اسباب واصلہ، بادیہ وسابقہ شامل ہیں اور ان کا اصول علاج انتہائی تفصیل اور تشریح کے ساتھ قرآن حکیم میں درج ہے۔ صرف بصیرت اور فہم و ادراک کی ضرورت ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ

۳ نومبر ۱۹۶۷ء کی صبح کو آپ میرے مکان کرونیا پورا میں تشریف فرما تھے۔ چند دوسرے حکماء صاحبان بھی بیٹھے تھے۔ استاد صاحب سے قسم قسم کے سوالات پوچھے جارہے تھے۔ آپ اپنے گرانقدر خیالات سے تسلی بخش جوابات دے رہے تھے۔ میں نے آپ سے کہا کہ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ ہر مرض کی تشریح، تفصیل، اسباب اور علاج قرآن حکیم کے بتلائے ہوئے قوانین کے تحت کرنے چاہئیں۔ لہذا آپ کسی بیماری کی تشریح اور علاج قرآن حکیم کی رو سے کریں تاکہ ہم بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ آپ نے فوراً مندرجہ ذیل سورت پڑھی:۔ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي۔ آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اس آیت میں دمہ اور ایسے مریض کی زبان کا علاج بتایا ہے جو کسی بیماری کی وجہ سے بولنا بند ہو گیا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ طب یونانی اور نظریہ مفرد اعضاء نے دمہ اور بولنا بند ہونا سردی اور رطوبات کی کثرت کی وجہ سے بیان کیا ہے جس کا علاج جسم میں حرارت بڑھانا ہے۔

اس آیت میں بھی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رب کہہ کر حرارت طلب کی ہے۔ رب کے معنی بھی نشوو ارتقاء و نشوونما پانا ہیں جو کہ حرارت ہے۔ نشوونما اور

نشوونما تھا بھی سوائے حرارت کے ناممکن ہے۔ چونکہ دمہ رطوبات کے اجتماع اور تمیلز کام کے بعد ہونے والی علامت ہے رطوبات مولد حرارت اور خشک اشیاء سے ختم ہوتی ہیں۔ اسی طرح کسی جگہ بستہ رطوبات بھی چاہے وہ پھیپھڑوں میں جمع ہو جائیں چاہے زبان میں بستہ ہو کر بولنا بند کر دیں۔ ان بستہ رطوبات کو تحلیل کرنے کے لئے مولد حرارت اور خشک اشیاء کی ضرورت ہے یعنی اسی حرارت کی ضرورت ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے طلب کی تھی۔ لہذا معلوم ہوا کہ ان امراض کا علاج گرم اور خشک اشیاء ہیں۔

آپ نے کہا کہ میں نے اس اصول کے تحت دو ایسے مریضوں کا علاج کیا ہے جو بالکل بولنا بند ہو گئے تھے۔ میرے علاج سے ایک تین ماہ بعد اور دوسرا چار ماہ بعد ٹھیک ہو گیا۔ اسی اصول کے تحت میں نے دمہ کے بے شمار مریضوں کا علاج کیا ہے جو بہت کامیاب رہا ہے۔

سیرت

پہلے پہل مجھے ۱۹۵۹ء میں جناب کو آپ کے مطب میں حکیم غلام نبی صاحب ایم اے کی وساطت سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ آپ اپنے مطب میں تشریف فرما تھے سب سے پہلے آپ کے چہرے مبارک پر میری نظر پڑی۔ دیکھتے ہی شکل دل میں اتر گئی پھر سے پیر تک بغور دیکھا۔ کیا عرض کروں اس وقت کیا کیا کیفیتیں قلب پر طاری ہو گئیں۔ جن کو تحریر کرنے کے لئے نہ میرے پاس لفظ ہیں اور نہ ہی میرا قلم صفحہ قرطاس پر خامہ فرسائی کر سکتا ہے۔

جونہی ہم مطب میں داخل ہوئے آپ نے حکیم غلام نبی صاحب سے بغل گیر

ہونے کے بعد معانقہ کیا، مجھ سے آپ بغل گیر ہو کر ملے۔ مجھ سے آپ کا طرزِ ملاقات بالکل ایسا ہی تھا جیسے نہ مجھے عرصہ سے جانتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حکیم غلام نبی صاحب نے میرا تعارف کرا دیا۔ اس پر آپ نے مجھ سے دوبارہ معانقہ کیا، خیریت پوچھی طریقہ طبابت پوچھا آپ کی پہلی ملاقات نے ہی میرا دل موہ لیا۔ میرے دل نے فیصلہ کر لیا کہ جب بھی لاہور آؤں گا آپ سے ضرور ملاقات کروں گا جب میں دوبارہ آپ کے مطب میں گیا تو آپ پہلے کی طرح بغل گیر ہو کر ملے۔ آپ نے ماہنامہ مداداد دکھایا اور آئندہ کے لئے اپنا پروگرام بتایا۔ اس پر میں نے آپ کو ہمیشہ کے لئے خریدار بنانے کی درخواست کی جسے آپ نے بڑی خوشی سے قبول فرمایا۔

میری کچھ عادت سی ہو گئی ہے کہ ہر چیز، ہر اصول اور ہر خیال کو کسی خاص قانون اور قاعدے کے مطابق یا اس کے تحت دیکھتا ہوں، خصوصاً قانونِ قدرت کی ہر جگہ تلاش اور پیروی کو احسن سمجھتا ہوں۔ قانونِ قدرت اور سائیکالوجی بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ہر انسانی چہرہ اس کے ماحول اور خیالات کے مطابق بن جاتا ہے۔ مثلاً غور و فکر کرنے والے لوگ فلسفی، سائنسدان اور محقق ایک ہی قسم کا چہرہ اور جسم رکھتے ہیں۔ اسی طرح سیاست والوں، حاکموں، ادیبوں، شاعروں، لیکچراروں ادیبوں، مذہبی پیشواؤں، پہلوانوں غرض ہر طبقہ کے بدن اور چہرے مختلف ہوتے ہیں جو ذرا غور سے دیکھ کر ہر شخص امتیاز کر سکتا ہے۔

آپ درمیانے قد، سڈول جسم، سنہری چہرہ کے مالک تھے۔ میں نے بھی آپ کی شکل سے غور و فکر کرنے والوں کے تمام نشان پائے۔ دل نے یقین کر دیا کہ واقعی یہ ایک نادر ہستی اور گوہرِ نایاب ہے۔ آپ دورانِ گفتگو نہایت سنجیدہ، متین، مستغنی اور حوصلہ مندی سے مخاطب ہوتے تھے یہی علامات انسان کی اصلی و باطنی صلاحیتوں پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کے چہرے پر شاید ہی کبھی غصہ کی علامت آئی ہو، اور مسکراہٹ بھی بہت

ہلکی سی مسکراہٹ صرف ہونٹوں پہ نمودار ہوتی تھی۔ غرض میں نے آپ کو محبت، خلوص، مہمان نوازی اور ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرنے والا پایا۔ یہ باتیں عموماً عرب کا [illegible] ہوتی ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جب آپ مریضوں کو دیکھتے تھے تو باری باری سے دیکھتے تھے۔ یہ آپ نے کبھی بھی نہ کیا کہ غریب کو چھوڑ کر پہلے امیر کو دیکھیں بلکہ ہر ایک کو ان کی باری سے دیکھتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے اندر یہ خاصیت قدرت نے کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی کہ جب بھی کسی مریض کو دیکھتے جب تک مریض کی مکمل تسلی نہ ہو جاتی دوسرے مریض کو نہ دیکھتے تھے چاہے ایک مریض پر نصف گھنٹہ کیوں نہ خرچ ہو جائے۔

ان خصوصیات کے علاوہ آپ میں ایک سب سے بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ آپ علاج کے معاملہ میں اپنے اصول کے سخت پابند تھے اور مریضوں کو بھی سختی سے اصول اصول صحت اور غذا کی پابندی کراتے تھے۔ بلکہ آپ ہر مریض کو پہلے غذائی پرہیز کراتے تھے اور کہتے تھے کہ "پہلے آرام پھر دوا" یہی میرے علاج بالغذا کا کمال ہے۔

ایک حکیم کی شان اور اس کا مقام

آپ اکثر اپنے شاگردوں کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے بلکہ اکثر [illegible] رسالوں میں بھی حکما صاحبان کو ہدایات دیا کرتے تھے کہ طب یونانی مکمل طریق علاج ہے اور یہ اپنے اندر انسانی زندگی کی تمام ضروریات کے لئے ہر قسم کے قوانین اور اصول رکھتا ہے۔ اس طریق علاج میں آج بھی وہی جادو ہے جو شیخ الرئیس بوعلی سینا اور امام طب حکیم زکریا رازی کے زمانے میں تھا۔ اس میں اب بھی وہی کمالات پائے جاتے ہیں جن کے آگے مشرق و مغرب کے شہنشاہ جھکتے تھے۔ اس میں اب بھی وہ خوبیاں ہیں جو ایک قابل حکیم کو ماہر طبیب سے وزیر اعظم بنا سکتی ہیں۔ وہ حکیم ہی کیا جو بادشاہوں کو نہ جھکا دے اور دنیا کو ایک نیا نظام دے کر اس میں انقلاب پیدا نہ کر دے۔

یہ سب کچھ وہی قائم کر سکتا ہے جو فن طب سے پورے طور پر واقف ہو بلکہ اس کا
جاری ہو اور وہ ثابت کر دے کہ اس کے پاس طب کا وہ جادو ہے جس سے نیم مردہ
زندگیوں میں نئی جان اور نئی طاقت پیدا کی جا سکتی ہے۔

آپ کا مطب

ایک قابل اور ماہر فن کی بہترین پہچان اس کا وہ مقام ہے جس کو وہ معاشی طور
پر پاتا ہے۔ شاید بہت کم ایسے اطباء وید اور ڈاکٹر ہوں گے جو باوجود علمی اور تحقیقی
کام کرتے ہوں اور ان کے مطب بھی شاندار ہوں یا پریکٹس زوروں پر ہو۔ آپ کا مطب
جیسے گلی نمبر ۱ حفیظ باغ لاہور میں ہے۔ اب آپ کے صاحبزادے جناب حکیم محمد حسین
کامیابی سے مطب چلا رہے ہیں۔ میں بہت سے ایسے اطباء وید اور ڈاکٹروں کے
حالات جانتا ہوں جو تحقیقی کام کرتے ہیں۔ ان کے تحقیقی کام اعلیٰ و ارفع ہیں لیکن ان کے مطب
بالکل سادہ ہیں کسی قسم کی ظاہری ٹیپ ٹاپ بالکل نہیں۔ لیکن پریکٹس قابل قدر دیکھی۔
آپ کے مطب کی بھی بالکل یہی حالت تھی۔ آپ کا مطب بالکل سادہ تھا صرف
ایک میز، ایک کرسی اور چند خانوں والی الماری میں نظریہ مفرد اعضاء کی تجربات کے
مطابق چند شیشیاں لگی ہوئی تھیں۔ باقی دکان میں ہر طرف آپ کی شائع کی ہوئی کتب
رکھی ہوتی تھیں۔ مغرب کی طرف دیوار کے ساتھ آپ کا دفتر تھا۔ باقی فرش پر ۲-۲
تکیے تھے۔ ایک جانب مونڈھا رکھا ہوتا تھا۔ باوجود اتنی سادگی کے آپ کی پریکٹس قابل قدر تھی
سارا دن مریضوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ بعض وقت بہت سے مریضوں کو گلی میں کھڑا
رہنا پڑتا تھا۔ آپ چونکہ علاج بالغذا پر زیادہ زور دیتے تھے اس لئے آپ کے پاس
لاہور کے علاوہ دیگر اندرون شہروں، صوبوں اور غیر ملکوں سے بھی پرانے پیچیدہ اور لاعلاج
مریض آتے تھے۔ آپ انہیں دوا دینے سے پہلے ایک دو ہفتہ کے لئے غذائی پرہیز بتاتے

کر دیتے تھے اور اس سے کہتے تھے کہ آپ کو آرام آجائے گا تو پھر طاقت کے لئے دوا دی جائے گی۔ دوسرے حکماء کی طرح آپ ہر مریض دیکھتے نہیں جایا کرتے تھے بلکہ آپ کہا کرتے تھے کہ میں فن فروش نہیں ہوں بلکہ میری زندگی کا واحد مقصد تو صرف بنی نوع انسان کی خدمت کرنا ہے۔

دست شفا

جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ آپ ہر پرانے اور پیچیدہ مریض کو دوا نہیں دیتے تھے بلکہ صرف ایک۔ دو ہفتہ کا غذائی پرہیز بتاتے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آپ جس مریض کو غذائی پرہیز بتاتے تھے۔ اگر وہ آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کرتا تو چند دنوں میں اس کی کایا پلٹ جاتی تھی۔ بعض مریض تو اس طریقہ سے شفایاب ہو کر کے بعد آپ کی خدمت میں تحفے لایا کرتے تھے۔ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا ہوگا کہ آپ کو تحفہ نہ آتا ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفا بخشی تھی۔ شاید ہی کوئی ایسا بدنصیب ہو جس کو آپ کے دست مبارک سے شفا حاصل نہ ہوئی ہو۔ میرے خیال میں اگر کوئی مریض ناکام ہوا تو اس نے آپ کی ہدایت پر عمل نہیں کیا ہوگا۔

علاج بالغذا

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کو بھی یہی ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ ہر پرانے اور پیچیدہ مریض کو تشخیص کے مطابق غذا تجویز کر کے بھیج دینا چاہئے۔ جب اسے آرام آجائے تو پھر اسے دوا دی جائے تاکہ اس کے کمزور تحلیل اور ساکن اعضاء مکمل طور پر تحریک میں آجائیں اور مرض ہمیشہ کے لئے رفع ہو جائے۔ صرف غذا سے علاج کرنے اور اس سے آرام آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر مرض کسی نہ کسی عضو کے فعل میں

تیزی یا سستی سے رونما ہوتی ہے۔ خون میں بھی اسی خلط کی کمی آجاتی ہے جس سے عضو کمزور ہو جاتا ہے۔ چونکہ غذا سے اخلاط بنتے ہیں اس لئے مریض کو اس کمزور عضو کے مزاج کے مطابق غذا تجویز کر دیتے ہیں جس سے ایک طرف کمزور عضو کے فعل میں تیزی آکر کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف خون میں بھی اسی عضو کے مطابق خلط کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔ اس طرح مریض کو پرانے سے مرض سے کلی طور پر آرام آجاتا ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ بہت سے حکما ایسے ہیں جو مریض کو اس لئے غذائی یہ بھید نہیں بتاتے کہ اگر مریض کو آرام آگیا تو وہ دوا لینے نہیں آئے گا۔ اس طرح آمدنی میں کمی آجائے گی۔ اس کے جواب میں آپ کہا کرتے تھے کہ ہر حکیم کو جذبہ حب الوطنی اور خدمت خلق کے تحت علاج معالجہ کرنا چاہیئے نہ کہ پیشہ سمجھ کر۔ روزی رساں خدا تعالیٰ ہیں روزی صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جو شخص خدمت خلق کرے گا خداوند تعالیٰ اس کی روزی فراخ کر دے گا۔

دوسرے یہ بات بھی عقل سے بعید معلوم ہوتی ہے کہ جس مریض کو بلا دوا کسی حکیم کے بتائے ہوئے طریقہ سے آرام آجائے گا۔ وہ اس کے پاس اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے کیوں نہ آئے گا۔ ہم نے بالکل آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کر کے دیکھا ہے میرا تجربہ ہے کہ جس مریض کو بلا دوا آرام کی صورت ہوئی تو وہ ہمارا چلتا پھرتا اشتہار بن گیا جب بھی وہ دوا لینے آتا ہے اپنے ساتھ ایک دو نئے مریض لے کر آتا ہے۔ امید ہے میرا بھی دوستوں کو مشورہ ہے کہ آپ بھی استاد صاحب کی ہدایت کے مطابق عمل کریں۔ انشاء اللہ آپ کے کاروبار میں بھی ترقی ہوگی اور قوت شفا بھی پہلے سے زیادہ ہوگی۔ آپ نے علاج بالغذا کی فلسفیانہ تحقیقات کتاب علاج بالغذا میں بڑی تفصیل کے ساتھ درج کی ہے۔ اس میں ہر تحریک کے مطابق ہر موسم میں ملنے والی اشیاء اغذیہ بھی تحریر کر دی گئی ہیں۔

مذہب

جس طرح آپ نے فن میں کمال حاصل کیا۔ اسی طرح آپ کو مذہب سے والہانہ لگاؤ تھا۔ گو یا آپ العلم علمان علم الابدان۔ علم الادیان کے مجسمہ تھے۔ آپ اور آپ کے آباؤ اجداد کا مسلک اہل سنت والجماعت تھا۔ آپ عطا اللہ شاہ بخاری مرحوم کے خصوصی عقیدت مندوں میں سے تھے۔ آپ کا زیادہ تعلق جماعت احرار سے تھا۔ جماعت احرار کو آپ ماہانہ چندہ بھی دیا کرتے تھے۔ آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے

گھریلو زندگی

آپ کی گھریلو زندگی بہت ہی سادہ اور مختصر تھی۔ کیونکہ ۹ بجے صبح آپ مطلب پر آتے تھے۔ پروگرام کے مطابق ایک بجے تک دکان پر رہتے تھے۔ پھر گھر میں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد علمی تحقیقات اور تصنیفات کے لئے تحریری کام کرتے تھے۔ رات کو ۷ بجے سے ۱۰ بجے تک باہر سے آئے ہوئے خطوط کے جوابات لکھتے تھے صبح ۸ بجے سے ۹ بجے تک پھر تحریری کام کرتے تھے۔ یعنی آپ کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں کرتے تھے

ایک دفعہ میں سردی کے موسم میں آپ کے پاس گیا۔ باتوں باتوں میں میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ دھوپ میں بھی کسی وقت بیٹھتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ پندرہ سال ہو چکے ہیں۔ میں نے کبھی دھوپ میں بیٹھ کر نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ آپ نے یہ بتائی کہ صبح ۱۰ اور ۱۲ بجے تک گھر میں دھوپ آتی ہے۔ اس وقت تک میں مطب میں بیٹھا ہوں۔ جب دھوپ میرے مکان سے دھوپ چلی جاتی ہے تو میں گھر پہنچتا ہوں۔ پھر تمام وقت (دن رات) علمی کام میں مشغول رہتا ہوں۔ صرف اتنی سی آپ کی گھریلو زندگی اور معروفیت تھی۔

غذا

آپ کی غذا اکثر مرغن ہوا کرتی تھی۔ سبزی گوشت اور انڈے کو لے کے آپ بے حد شوقین تھے۔ لیکن وقت اور محنت بھوک پر کھانے کے پابند تھے۔ بغیر بڑی بھوک کے نہ خود کھاتے تھے نہ کسی کو ہدایت کرتے تھے۔ آپ روٹی کم اور سالن زیادہ مقدار میں کھاتے تھے۔

جب سے میں نے آپ کی شاگردی اختیار کی تھی لاہور میں آپ کے پاس ہی ٹھہرا کرتا تھا۔ آپ اکثر میرے ساتھ ہی کھانا کھایا کرتے تھے اس وقت بھی ہمارے لئے روٹی کم اور سالن زیادہ آتا تھا۔ آپ کہا کرتے تھے کہ سالن میں حرارت بہت ہوا کرتی ہے۔ حرارت ہی سے اعضاء میں طاقت، فضلات میں تحلیل، رنگت میں خوشنمائی اور جسم میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے یہی وجہ تھی کہ آپ کے جسم اور چہرے کا رنگ سنہری تھا جو خاص قسم کی غذا سے قائم تھا۔ بال بالکل سیاہ تھے۔

لباس

آپ کا لباس بھی بالکل سادہ تھا۔ اکثر قمیص یا بشرٹ کے ساتھ سادہ سی پتلون پہنتے تھے۔ سردیوں میں ایک سادہ سا کوٹ بھی پہنتے تھے۔ سر پر جناح کیپ رکھتے تھے۔ پاؤں میں چپل یا بوٹ پہنا کرتے تھے۔ جوانی سے آخری عمر تک یہی لباس رہا۔

اہل و عیال

آپ کی پہلی شادی آپ کے خاندان ہی میں ہوئی تھی۔ جس کے بطن سے آپ کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ سب سے بڑے لڑکے کا نام منصور قیصر ہے جو بیرونِ طاہر کے

سفارت خانہ میں پریس افسر ہیں۔ منجھلے لڑکے کا نام مسلم نامر ہے جو آپ کے ساتھ مطب میں کام کرتے رہے ہیں اور اب بھی وہی مطب چلا رہے ہیں۔ سب سے چھوٹے لڑکے کا نام نیر عرفان ہے جو آج کل بی اے کے طالب علم ہیں۔

جب آپ نے نظریہ مفرد اعضاء تخلیق کیا تو آپ نے ایک تعلیم یافتہ ساتھی کی ضرورت محسوس کی جو آپ کے خیالات کو ضرورت کے وقت ادا کر سکتا ہے اور آپ کے نظریہ کو سمجھنے اور سمجھانے میں مدد دے سکے۔ اس خیال کے تحت آپ نے ایک ایم اے پاس لڑکی سے شادی کر لی جس کے بطن سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

تحریک تجدید طب کی ابتدا

از حکیم غلام نبی ایم اے

مجدد طب حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی مرحوم ایک عرصہ دراز سے طب کے خوشنما چہرے سے خس و خاشاک کے انبار دور کرنے میں مصروف تھے۔ آپ نے مختلف طریقہ ہائے علاج کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد محسوس کیا کہ طب ایک فطری طریق علاج ہے جس کے سامنے دوسرے تمام معالجاتی طریقے اغلاط سے بھرے ہیں۔ اس کے علاوہ طب میں بھی بہت سے غلط تصورات داخل ہو جانے کے باعث اس کی افادیت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔

حکیم صاحب موصوف نے ۱۹۵۳ء کے موسم بہار میں اپنے نتائج فکر کو ضبط

کیا اور یہ چاہا کہ اس نئے نظریہ کو عام اطبا کے سامنے پیش کریں۔ آپ نے حکیم اقبال حسن مدیر "اسرارِ حکمت" کو اس مقصد کے لئے ایک طبی اجتماع کے انعقاد کا حکم دیا۔ لیکن حکیم صاحب کو اس اجتماع کے لئے کوئی مناسب جگہ نہ مل سکی۔ اس لئے انہوں نے داتا صاحب کے مجاوروں سے اجازت لے کر دربار سے ملحقہ مسجد میں اس اجتماع کا اہتمام کیا۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں نے صابر صاحب کو اپنے ہاں اس اجلاس کے بلانے کی دعوت دی۔ چنانچہ تحریک کا افتتاحی اجلاس ۹۳ میکلوڈ روڈ لاہور میں میری زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس موقع پر انہوں نے اپنے نظریہ کے تعارف میں جو تعارفی تقریر کی وہ ایسی دل آویز اور اثر انگیز تھی کہ سارے مجمع پر وجد کا عالم طاری ہو گیا۔ چنانچہ تقریب کے بعد کئی دوست اس نظریئے کے پرچار کے لئے تیار ہو گئے مجھے پنجاب، سندھ اور بہاولپور کے اطبا تک پہنچ کر اس نظریئے پر تقاریر کرنے کے لئے کہا گیا۔ میں نے اس سلسلہ میں سب سے پہلے طبی جرائد کے مدیروں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ سب سے پہلے میں نے حکیم مظفر حسین مرحوم مدیر حافظِ صحت لاہور سے اس جدید طریقہ علاج کا ذکر کیا۔ مرحوم ایلوپیتھی کے بہت بڑے مداح تھے آپ نے جب اس نظریئے کی افادیت سے اتفاق کیا تو سب سے پہلے انہوں نے ہی اپنے ماہنامہ میں اس نظریئے کو مختصر طور پر شائع کیا۔ بعد ازاں میں لائل پور کے مشہور طبیب حکیم ناصر ملک سے ملا۔ اس سفر میں حکیم اقبال حسن بھی میرے ساتھ تھے۔ رات بھر بات چیت ہوتی رہی جس کے بعد ملک صاحب نے اپنے ماہنامہ کے صفحات اس نظریئے کی نشر و اشاعت کے لئے وقف کئے۔ لائل پور سے میں ٹوبہ ٹیک سنگھ گیا۔ اور حکیم محمد شفیق تجاروی سے ملا۔ انہوں نے بھی میرے خیالات سے متاثر ہو کر اپنے ماہنامہ رہنمائے زندگی میں اس جدید نظریئے کی تائید و حمایت کی حامی بھر لی۔ راولپنڈی کے اطبا میں سے حکیم سید اصغر علی شاہ صاحب نے اپنے ماہنامہ تمدن ہستی میں اس نئے

نظریے کی تبلیغ کرنے کا وعدہ فرمایا۔ کراچی میں میرے اکثر طالب علم اس نظریئے کے مبلغ بن گئے۔ اس طرح یہ تحریک روز بروز پھیلنے لگی۔ اگرچہ متعدد جرائد اس نظریئے پر لکھ رہے تھے لیکن ہر جریدے کے کچھ ذاتی مفادات بھی ہوتے ہیں جنہیں وہ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس لئے حکیم صابر صاحب کو اپنے خیالات کی کما حقہ اشاعت نہ ہونے کے سبب کچھ شکایات ہونے لگیں۔ آخر احباب نے انہیں اپنا ذاتی ماہنامہ نکالنے کا مشورہ دیا جو مدا وا کے بعد رجسٹریشن فرنٹ کی صورت میں منصۂ شہود پر آیا۔

میں ۱۹۶۴ء میں بیرون ملک چلا گیا اس لئے میری عدم موجودگی میں احباب سے رابطہ ہم ختم ہو گئی جو میرے پاکستان واپس آنے پر پھر سے جاری کر دی گئی۔

یہاں اس بات کا اعادہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ حکیم صاحب کی پہلی تعارفی تقریر کے بعد اکثر احباب نے حکیم صاحب سے گزارش کی کہ نئے نظریئے کو تحریری طور سے کر شائع کیا جائے۔ حکیم صاحب پہلے تو احباب کے تقاضائے محبت کو ٹالتے رہے لیکن جب مطالبہ شدت اختیار کر گیا تو آپ نے ایک مبسوط مقالہ تحریر کیا جو زیر نظر کتاب میں شامل ہے۔ احباب کا اجتماع ہوا اور حکیم صاحب نے یہ مقالہ پڑھنے کے لئے میری ڈیوٹی لگائی۔ اس مقالہ میں حکیم احمد دین مرحوم پر شدید تنقید ہے بہت سے احباب بہت بے چین ہوئے۔ یہ اجلاس رات گئے تک جاری رہا۔ تحریک، تحلیل اور تسکین پر گرما گرم بحث ہوئی۔ لیکن معاملہ مبہم سا رہا۔ چنانچہ اس موضوع پر مزید بحث کے لئے حکیم عبدالرحیم کے ہاں گجرات میں دوسرا اجلاس ہوا۔ یہاں تسکین پر گرما گرم بحث بھی اطبا کو سامان تسکین فراہم نہ کر سکی۔ حکیم صاحب نے اس اجلاس کے بعد یہ محسوس کیا کہ اطبا اپنے قدیم نظریات کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں اس لئے بحث مباحثہ میں وقت ضائع کرنے کی بجائے ان کے سامنے اپنے نظریہ کا عملی مظاہرہ کیا جائے۔ چنانچہ حکیم صاحب کا یہ اقدام واقعی موثر ثابت ہوا۔ آپ نے انتہائی صحیح العلاج

امراض کا کامیاب علاج کر کے اطباء سے اپنا لوہا منوا لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے طول و عرض میں اس نظریہ کے حاملین فن کی سربلندی اور عوام کی خدمت میں منہمک نظر آنے لگے۔ اب ضروری ہے کہ حکیم صاحب کے مشن کو زندہ رکھنے کے لئے اطباء کو اس نظریہ کے فوائد بتائے جائیں اور یوں ثابت کر دیا جائے کہ دنیا کے محسن مرا نہیں کرتے بلکہ اپنے احسانات کے سبب خود بھی زندہ رہتے ہیں۔ اور پارس پتھر کی طرح جو ان سے چھو جائے اسے بھی زندہ جاوید کر دیا کرتے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حکیم غلام نبی ایم اے۔ ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات طبیہ ۹۳ میکلوڈ روڈ۔ لاہور

بیماری اور وفات

چونکہ آپ کی صحت قابل رشک تھی اور یہ جسم کی قوت مدافعت کا بین ثبوت تھا کہ آپ زندگی بھر اکثر امراض سے محفوظ رہے۔ میرا آپ کے پاس ۱۹۵۵ء سے آنا جانا تھا لیکن میں نے دو موقعوں کے سوا کبھی آپ کو بیمار ہوتے نہیں دیکھا۔ ایک موقعہ تو وہ تھا جب آپ کی آنکھوں میں سرخی اور درد شروع ہوا جو تقریباً ایک ماہ تک رہا جس سے دو ماہ تک بستر علالت پر پڑے رہے۔ اس دوران آپ کو آپ کے بہت سے دوستوں نے آنکھوں میں سرخی کو آنکھیں دکھانے کا مشورہ دیا تو آپ ان کے ساتھ میو ہسپتال میں گئے کئی ڈاکٹروں کو آنکھیں دکھائیں انہوں نے آلات وغیرہ سے آنکھوں کا معائنہ کیا اور کہا کہ حکیم صاحب آنکھ کا ڈھیلا نکالنا پڑے گا۔ پھر آپ کی آنکھوں میں درد نہیں رہے گا۔ آپ نے کہا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے لیکن آپ مجھے اتنا تو بتا دیں کہ آنکھوں کے بیمار ہونے کی وجہ کیا ہے اور کونسی بیماری ہے تا کہ اس کا علاج کیا جا سکے اور دوسری آنکھ بھی متاثر نہ ہو جائے۔ ڈاکٹر صاحبان نے کہا کہ بیماری کا تو ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے۔ آپ

سے کہا کہ اگر آپ کو بیماری کا پتہ بھی نہیں ہے تو میں آنکھ نہیں نکلوانا اور واپس آگئے۔ واپس آکر آپ نے خود ہی غذا اور دوا تجویز کی اور علاج شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چند دنوں میں آنکھوں سے سرخی اور درد غائب ہو گیا۔ پندرہ بیس دن آرام کرنے کے بعد آپ بالکل تندرست ہو گئے اور باقاعدہ مطب پر آنے لگے۔

قرآن اور انسان

آپ نے ستمبر ۱۹۶۵ء میں انسانی افعال الاعضاء کی تشریح قرآن پاک کی روشنی میں دنیائے طب کے سامنے پیش کرنے کا عزم فرمایا۔ چنانچہ اس سلسلہ کے متعدد مضامین ماہنامہ رجسٹریشن فرنٹ میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ چونکہ موجودہ تمام اردو فارسی، ہندی اور بنگالی میں جس قدر کتب تشریح انسانی اور افعال الاعضاء پر لکھی گئی ہیں وہ انگریزی محققین کی کتب کی نقل ہیں۔ ان کتب میں طب یونانی اور آیورویدک کی تشریح انسانی کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طب یونانی اور آیورویدک میں تحقیقات کا سلسلہ ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ لہٰذا آپ نے اپنی تحقیقات فرنگی کتب کی بجائے قرآن حکیم کی روشنی میں شروع کی۔ لہٰذا آپ نے اپنی تحقیقات کی تکمیل کی خاطر قرآن پاک کا بنظر غائر مطالعہ شروع کر دیا اور متعدد تفسیروں سے استفادہ کرنے کے لئے ان کے مطالعہ میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اس وجہ سے آپ کے اعصاب پر زبردست دباؤ پڑا اور آپ ضعف قلب کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے۔ ساتھ ہی آنکھوں پر دوبارہ اثر شروع ہو گیا۔ نظر کمزور ہونا شروع ہو گئی۔ بھوک بند ہو گئی۔ دن بدن جسم میں کمزوری بڑھنے لگی حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد آپ کی نظر بالکل بند ہو گئی۔ آپ نے مجھے لاہور طلب کیا۔ مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ آپ کو آئی سرجن کے پاس دکھانا چاہئے تاکہ اپریشن کرایا جائے۔ اپریشن کرانے کے لئے فیصلہ کیا گیا کہ شجاع آباد کے ڈاکٹر

محمد اسماعیل کے صاحبزادے سے پہلے مشورہ کیا جائے۔ پھر اپریشن کے لئے جانا چاہیے۔ میں فوراً دینا پور پہنچ کر دوسرے دن شجاع آباد گیا۔ بدقسمتی سے ڈاکٹر محمد اظہر صاحب لاہور گئے ہوئے تھے۔ لاچار واپس آ گیا۔ تین چار دن بعد پھر شجاع آباد گیا۔ ڈاکٹر صاحب سے ملا۔ استاد صاحب مرحوم کی حقیقت بیان کی حقیقت سننے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپریشن کرنے سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ یہ تو کالے موتیا کی علامات ہیں۔ اس کا اپریشن تو نظر بند ہونے سے پہلے ہوتا ہے اب یہ مرض لاعلاج ہو چکا ہے۔

اس کے بعد میں پھر لاہور گیا۔ استاد صاحب کو تمام حقیقت سے آگاہ کیا۔ اور اپنے بہترین اور مخلص دوست حکیم شبیر محمد صاحب کو بھی اپنے ساتھ لاہور لایا کیونکہ حکیم شبیر محمد صاحب کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر چوہدری رحمت اللہ دبلیو سیکرٹری لاہور میں ہیں جو پہلے آئی سپیشلسٹ بھی رہ چکے ہیں۔ استاد صاحب کو حکیم شبیر محمد کی وساطت سے ڈاکٹر چوہدری رحمت اللہ کو دکھایا گیا۔ انہوں نے بغور معائنہ کیا لیکن اپریشن سے معذوری ظاہر کی اور ساتھ ہی کہا کہ میرے پاس آلات ضرورت کے مطابق موجود نہیں ہیں۔ میں آپ کو ایک رقعہ بنام ڈاکٹر محمد شفیع لکھ دیتا ہوں۔ وہ اس وقت کے بہترین آئی سرجن ہیں وہ آپ کی تشخیص کر کے فیس لئے بغیر کریں گے۔ اگر اپریشن کرنا مناسب سمجھا تو وہ کوشش اور احتیاط کے ساتھ اپریشن بھی کریں گے۔ اس پر ہم ڈاکٹر محمد شفیع کے پاس گئے۔ انہوں نے بڑے غور سے آپ کی آنکھوں کا معائنہ کیا اور کہا کہ حکیم صاحب آپ کی آنکھوں میں کالا موتیا ہے۔ اس کا اپریشن اب نہیں ہو سکتا۔ یہ دوا لے جائیں، پندرہ دن آنکھوں میں ڈالیں۔ اگر کچھ فائدہ معلوم ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ ورنہ اب نظر نہیں بن سکتی۔ آپ لے وہ دوا کئی دن آنکھوں میں ڈالی لیکن افسوس سوائے ناکامی کے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ اس ناکامی کا آپ

کے دل پر پہلے سے بھی زیادہ اثر ہوا۔ آپ بے اختیار کہتے "میں نے ہمیشہ اندھیرے اور سیاہی سے جنگ کی ہے اور دنیا کو علم کی روشنی سے منور کیا۔ لیکن مجھے اندھیرے اور سیاہی نے گھیر لیا ہے"۔ پھر کیا تھا دن بدن کمزور ہوتے چلے گئے۔ ضعف قلب بھی انتہا کو پہنچ گیا۔ ذرا سی آواز سے دل گھبرا جاتا۔ ڈرتے ہوئے کسی سے کسی قسم کی بات بھی نہیں کرتے تھے۔

چند روز بعد میں آپ کی علالت سے جب ظاہر ہوگیا تو چند دوست جو آپ کے شاگرد تھے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے آپ سے ملنے کی اجازت چاہتے تھے۔ آپ نے ملنے سے معذوری ظاہر کی۔ لیکن جب میں گیا اور استاد صاحب کو میرا پیغام ملا تو آپ نے ہمیں فوراً بلا لیا۔ تمام دوست دعا سلام کے بعد آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "محمد شریف صاحب! مجھے سخت تکلیف ہے۔ آپ اور تمام دوست میری نبض دیکھ کر نسخہ تجویز کریں"۔ ہم نے باری باری نبض دیکھی اور سب نے مشورہ کے ساتھ ایک نسخہ تجویز کر دیا جو آپ نے پسند کیا۔

میں اور میرے دوست آپ کی اس بات اور یقین پر بے حد متاثر ہوئے کہ آپ کو طب کے طریقہ تشخیص نبض پر کتنا یقین تھا۔ آپ کہا کرتے تھے کہ یہ تصور بالکل غلط ہے کہ نبض سے بیماری کا کوئی پتہ نہیں چل سکتا بلکہ اس سے صرف دل کی حرکات کی کمی بیشی کا پتہ لگتا ہے۔

میں نے اس دن سے فیصلہ کر لیا ہے کہ صرف نبض دیکھ کر یا قارورہ دیکھ کر علاج کیا کروں گا۔ میں نے نسخہ تجویز کرنے کے بعد آپ سے اجازت طلب کی اور واپس دنیا پور چلا آیا۔ دس پندرہ دن گزرنے کے بعد دل بے حد پریشان ہو گیا۔ کیونکہ آپ کی خیریت کا کوئی پتہ نہیں آیا تھا۔ اسی دوران مجھے موسمی بخار ہو گیا جو چار پانچ دن تک رہا۔ ایک طرف بخار کی بے چینی نے تنگ کر رکھا تھا۔ دوسری طرف آپ کی خیریت کا

پیغام نہ آنے کی وجہ سے دل بہت پریشان تھا۔ اچانک چند دوست اخبار لے کر بھائی محمد حسین کے پاس دکان پر آئے اور کہنے لگے کہ صابر ملتانی کی وفات کی خبر اخبار میں چھپی ہے کیا یہ صحیح ہے۔ بھائی محمد حسین نے لاعلمی ظاہر کی۔ تھوڑی دیر بعد حکیم مسلم ناصر صاحب کا ٹیلی گرام آگیا کہ دنیائے طب کا بادشاہ اور محسن اعظم اس جہان سے ۳۰ مئی ۱۹۷۸ء کی صبح پانچ بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ بھائی صدمہ سے نڈھال ہو گئے۔ اس خطرہ کے پیش نظر کہ مجھے آپ کی فوتیدگی کی اطلاع سے تکلیف زیادہ نہ ہو جائے بھائی نے مجھے شام تک نہ بتایا۔ مگر بعد میں بھائی محمد دین صاحب اور والدہ صاحبہ کو بتا دیا۔ میں نے انہیں پریشانی کی حالت میں دیکھا تو والدہ صاحبہ سے پریشانی کی وجہ پوچھی تو آپ نے آنسو بہاتے ہوئے صابر صاحب کی وفات کی خبر بتائی کہ صبح تار آیا تھا۔ آپ کی وفات کی اندوہناک خبر سن کر دل بھر آیا۔ فوراً ہی بخار تیز ہو گیا۔ ساری رات بے چینی اور بیہوشی کی حالت میں بسر ہوئی۔

صبح جناب مسلم ناصر صاحب کے نام ایک چٹھی ارسال کی کہ میں غم واندوہ میں ڈوبا ہوا ہوں لیکن بخار کی سخت تکلیف کی وجہ سے مجبور ہوں۔ استاد صاحب مرحوم کی نماز جنازہ میں شامل ہونے سے قاصر ہوں۔ جونہی تکلیف رفع ہوگی آپ کے پاس لاہور آؤں گا۔ تین چار دن کے بعد بخار رفع ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ میں شامل نہ ہو سکنے اور آپ کی ہم سے ہمیشہ کے لئے جدائی۔ آپ کی وہ تکالیف جو آخری ایام میں ہوئیں معلوم کرنے کے لئے دل بے چین تھا۔ باوجود کافی کمزوری کے میں آٹھ جون کو مسلم ناصر کے پاس اپنے شاگرد محمد علی صاحب اور اپنے دوست مولوی مختار احمد کے ساتھ پہنچا۔ فاتحہ خوانی کے بعد ہم نے مسلم ناصر صاحب سے درخواست کی کہ وہ ہمیں استاد صاحب کے پاس لے چلیں۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں۔

ہیں تاکہ ہم بھی مرحوم سے غائبانہ باتیں کر کے اپنے جذبات کی تسکین کا سامان کر سکیں
اور آپ کے حق میں مغفرت کی دعا کر سکیں۔

تھوڑی دیر بعد مکرم مسلم ناصر صاحب ہمیں میانی صاحب کے قبرستان میں لے
گئے۔ کچھ دیر دعائے مغفرت کے بعد واپس آ گئے اور وہ مختصر سی دید اس جلیل القدر
کے ساتھ ہستی جو آپ کی ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھپا لی گئی۔

جیسا کہ میں پہلے تحریر کر چکا ہوں کہ ہم آپ کے لئے ایک نسخہ تجویز کر کے آئے تھے
جس سے آپ کو خاطر خواہ فائدہ ہوا۔ آپ کی طبیعت سنبھلنے لگی تھی۔ لیکن کمزوری
آپ کو اس قدر زیادہ تھی۔ ۲۸ جون کی صبح کو آپ نے مسلم ناصر صاحب کو
جگایا اور کہا کہ پاخانے کی حاجت ہے مجھے پاخانہ کراؤ۔ آپ کے فرمانے پر
صاحبزادے مسلم ناصر نے آپ کو اٹھنے کے لئے سہارا دیا۔ آپ تھوڑے سے
سہارے سے اٹھے اور پاخانہ کیا۔ جونہی آپ کو بستر پر لٹایا گیا آپ نے دل
گھٹنے کی شکایت کی۔ چند منٹ بعد آپ بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حرکت
قلب بند ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے اہل و عیال اور ہزاروں
سوگوار شاگردوں کو چھوڑ کر جنت کو سدھار گئے۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون
ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ استاد مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

حکیم محمد شریف دنیا پوری (ملتان)
اپریل سنہ ۱۹۷۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي

نظریۂ مفرد اعضاء کا پس منظر

دنیا کے لئے ایک باقاعدہ (سسٹومیٹک) علاج کی ضرورت ہے

صابر ملتانی مرحوم کے اپنے قلم سے

دنیا میں اس وقت جس قدر طریق علاج (SYSTEMS OF MEDICINE) رائج ہیں ان میں بڑے بڑے صرف چار ہیں۔ باقی سب ان کی شاخیں ہیں یا ان کے کسی ایک حصہ کو ترتیب (DEVELOPE) کر لیا گیا ہے۔ ان چار طریق علاج میں دو عدد قدیم ہیں جن میں سے ایک طب یونانی اور دوسرا آیورویدک کے نام سے مشہور ہے اور دو عدد جدید طریق علاج میں سے ایک کو ایلوپیتھی (مغربی طب) اور دوسرے کو ہومیوپیتھی (علاج بالمثل) کہتے ہیں۔ جہاں تک ان کے باقاعدہ ہونے کا سوال ہے تو ان کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ہومیوپیتھی۔ آیورویدک اور ایلوپیتھی (مغربی طب) تینوں باقاعدہ (سسٹومیٹک) طریق علاج نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں باقاعدہ علاج میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ تینوں علمی (SCIENTIFIC) طریق علاج ہیں۔ مگر باقاعدہ (SYSTEMATIC) نہیں ہیں۔ جہاں تک ہومیوپیتھی (علاج بالمثل) کا تعلق ہے وہ مکمل طریق علاج میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں سرے سے حفظانِ صحت۔ ماہیت امراض، اسباب

غذا، تدبیر اور مزاج کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ اس میں ادویات اور علامات کو باقاعدہ کہا گیا ہے۔ اگرچہ اس میں عمل اور ردعمل (ACTION and REACTION) کو ایسا اختلاط ملط کر دیا گیا ہے کہ ان سے پوری طرح مستفید ہونا مشکل ہے۔

یہاں پر علمی اور باقاعدہ علاج کا فرق سمجھنا نہایت اہم ہے۔ علمی طریق علاج اس کو کہا جاتا ہے کہ جس میں مختلف علمی و تجرباتی اور مشاہداتی معلومات کو ترتیب دے کر ایک فن کی صورت دے دی جائے۔ اس صورت کو اس طرح سمجھیں کہ بعض فاضل لوگوں نے علم الامراض کی تشخیص کی ہے اور بعض اہل فن نے ادویات میں تحقیقات کی ہیں اور بعض اہل علم نے تشریح الابدان اور منافع الاعضاء میں تحقیقی پورا پوری کوششیں صرف کی ہیں۔ ان سب کو جوڑ کر فن علاج کی تدوین کی گئی ہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے جو شعبوں میں جدید تحقیقات اور تدقیقات ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ ان کو فن علاج قبول کرتا رہتا ہے اور ان کی جگہ پرانی معلومات کو اگرچہ وہ بھی کسی زمانہ میں آج کی طرح علمی تجرباتی اور مشاہداتی تھیں نکال باہر کرتا رہتا ہے۔ اس وقت تک ہر مرض میں سینکڑوں بار نہیں، ہزاروں بار تحقیق اور تشخیص کی گئی ہے اور ہر دوا پر اس سے بھی زائد بار تدقیقات و تفتیشات کی گئی ہیں۔ اس طرح ازالہ مرض کے لئے بار ہا نئے نظریات کا انکشاف کیا گیا ہے اور یہ سب کچھ علم (SCIENCE) کی روشنی میں ہوا ہے۔ لیکن جہاں تک بیماریوں کو دور کرنے کا تعلق ہے اس میں آج تک پوری طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ ہم طب یونانی اور آیورویدک کا ذکر نہیں کرتے کیونکہ ان کو قدیم اور ہزاروں سال کے پرانے قسم کے علاج خیال کیا جاتا ہے۔ ہم صرف طب مغربی کو پیش کرتے ہیں جس کی خدمت علمی تحقیقات (SCIENCE) کم از کم گذشتہ تین صدیوں سے کر رہی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج تک کسی ایک مرض کا یقینی علاج سو فیصدی

ترجیح اور تقلیل اعتقاد بھی پیدا نہیں کر سکی۔ باقی تمام مشکل، کہنہ اور عسر العلاج امراض
جیسے دق وسل، سرطان، ناسور، فالج اور لقوہ وغیرہ ہیں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے
تاہم آج تک صرف نزلہ زکام، کھانسی، بخار، قبض اور دردِ سر کا یقینی اور حتمی علاج اس
کے پاس نہیں ہے۔ وقتی طور پر اگر منومات، مخدرات اور مسکنات سے ان امراض کو
دبا دینا یا مسہلات، مدرات اور معرقات اور محرکات سے ازالہ مرض کر دینے کو اس
اور باقاعدہ (SYSTOMATIC) علاج نہیں کہتے ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے
کہ ایسے طریق علاج کو علمی (SCIENTIFIC) بھی نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ ان سب کا
عطائیانہ طریق علاج ہے۔ اگر عطائیانہ کی اصطلاح کو جہالت کے معنی میں بھی لیا جائے
تو ویسے بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ فن علاج کے جو اصول اور قوانین اس وقت تک پیش
آئے ہیں وہ سب کے سب سائنس کی مختلف شاخوں سے عطا ہوئے ہیں۔ اس
لئے یہ فن علاج عطائیانہ ہی ہوا یا زیادہ سے زیادہ علمی کہہ لیں مگر باقاعدہ نہیں
ہے۔ باقاعدہ (SYSTOMATIC) علاج کو سمجھنے کے لئے بہترین مثال کسی
مشین کی دی جا سکتی ہے۔ یہ مشین کپڑے بننے والی یا بائیسکل کی طرح ہاتھ پاؤں
سے چلتی ہو یا گھڑی اور کھلونے کی طرح اس میں چابی بھری جاتی ہو یا موٹر اور ریل
انجن کی طرح تیل، پٹرول، بھاپ اور بجلی سے چلنے والی مشین ہو۔ جب بھی ان کے
کسی ایک پرزہ کو حرکت دی جاتی ہے۔ باقی کے تمام پرزے حرکت میں آ جاتے ہیں
اور مشین چل پڑتی ہے اور اگر اس کا کوئی پرزہ بگڑ جاتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے تو مشین
رک جاتی ہے۔ جب اس کے کسی پرزہ کو تیز کر دیں تو مشین تیز ہو جاتی ہے اور سست
کریں تو سست ہو جاتی ہے۔ جب مشینوں میں بگاڑ تین طریق سے عمل میں آتا ہے:۔

۱۔ اس کے پرزے کی رفتار میں سستی یا تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔
۲۔ پرزہ گھس جاتا ہے یا اپنے مقام سے ہٹ جاتا ہے یعنی اس کی فٹنگ خراب

ہو جاتی ہے یا ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۔ اس کے علاوہ ایک نظام تیل کا بھی ہوتا ہے جو ایک طرف سے اس میں ایندھن کا کام کرتا ہے اور دوسری طرف سے اس میں ابریکیٹنگ سے پرزوں کو گرم ہونے اور گھسنے سے بچاؤ کے لئے تر رکھتا ہے۔ اس سلسلہ کو ہم اس کا کیمیاوی نظام کہتے ہیں جب کوئی مشین خراب ہو جاتی ہے تو اس کا ماہر مکینک یا انجنیئر اس کی ان صورتوں کا جائزہ لیتا ہے۔

۱۔ مشینی حالت کا بگاڑ	۲۔ تیل کی رفتار کا بگاڑ

وہ جہاں کہیں بھی نقص ہوتا ہے دور کرتا ہے اور پھر ساری مشین باقاعدگی کے ساتھ اسی طرح اس کے کسی ایک پرزے کو چلانے کے ساتھ چل پڑتی ہے۔ اس طریق کا نام کام کا باقاعدہ (WORKING SYSTOMATIC) ہوتا ہے۔ ہر انجنیئر اور ماہر فن اپنی مشین کے ہر پرزے کی شکل و صورت، محل وقوع و دیگر پرزوں سے تعلق اور ان کے افعال اور اعمال سے خوب واقف ہوتا ہے اور ضرورت کے مطابق اپنی معلومات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ انسانی جسم بھی ایک قسم کی مشین ہے اس میں بھی تمام پرزے مشین کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی خرابی سے ایک دوسرے پر اثر پڑتا ہے اور ان میں باقاعدہ کیمیاوی طور پر خون اور دیگر رطوبات کا بہم پہنچنا ہوتا ہے جس سے ایک طرف جسم کو غذائی صورت میں بدل یا تحلیل اور طاقت قائم رہتی ہے اور دوسری طرف سے جسم کے کل پرزے تر رہتے ہیں اور ان کو رگڑ اور گرمی سے بچاتے رہتے ہیں۔

عطائیانہ علاج

اصولی علاج بھی اسی صورت کا نام ہو سکتا ہے کہ انسانی مشین کے ہر پرزے (عضو) کے افعال اس کی خرابی اور اس کے اندر غذائی انرجی کی صورتوں کا باقاعدہ علم ہو لیکن جب جسم انسان میں کوئی مرض نمودار ہو جیسے بخار، درد اور ورم وغیرہ ان امراض کے علاج میں عام طور پر بغیر کسی تخصیص کے ان کے دفعیہ کے لئے دوائیں استعمال کرا دی جاتی ہیں یا بعض سمجھدار معالج ان امراض میں اتنی خصوصیت برتتے ہیں کہ بعض مرض کی صحیح قسم تلاش کرتے ہیں۔ جیسے بخاروں میں ملیریا، تپ صفراوی، انفلوئنزا (نزلی)، ٹی بی (تپ دق) وغیرہ۔ اسی طرح درد اور ورموں کی بھی تخصیص کر لیتے ہیں لیکن علاج کی اس صورت کا نام بھی باقاعدہ اور سسٹومیٹک علاج نہیں ہے۔ اس قسم کے علاج کو آپ خاص قسم کا اصولی علاج تو کہہ سکتے ہیں۔ مگر باقاعدہ مشینی علاج کا نام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ مشین کی خرابی اور بگاڑ کا پتہ چلائے بغیر اس کی ایک علامت کو رفع کرنے یا حالت کو بدلنے کی کوشش کی گئی ہے جیسے کسی مشین پر جو چلتے چلتے گرم ہو گئی ہو ٹھنڈا پانی چھینک دیا جائے۔ حالانکہ اس کے گرم ہونے کا سبب ممکن ہے لبریکیشن تیل کی کمی ہو، شاید پٹرول ضرورت سے زیادہ جل رہا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا وہ آلہ ہی خراب ہو گیا ہو جو حرارت کی زیادتی کو اعتدال پر رکھتا ہے۔ بہرحال مشین کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس کے پرزوں اور اس کے نظام کو دیکھنا ضروری ہے تاکہ حقیقت تک پہنچا جا سکے اور اس پر صرف ٹھنڈا پانی ڈال دینا ہر صورت میں غلط ہو گا۔ اسی طرح اگر مشین میں کسی مقام پر تیل ٹپک رہا ہو تو صرف باہر ہی سے کوئی لیپ کر دینا یا ٹانکا لگا دینا یا اگر کہیں سے غیر معمولی آواز آ رہی ہو تو اس کو دبانے کی کوشش کرنا حقیقت میں مشین کو درست کرنا نہیں ہے بلکہ اس کو مزید

خراب اور برباد کرتا ہے۔

خاص طور پر فرنگی طب (ایلوپیتھی) میں اس غلط صورت کو اپنایا جا رہا ہے کہ مریض اگر بخار کی شکایت کرتا ہے تو اس کو بخار کم کرنے کی دوا دے دی جاتی ہے یعنی اس پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا جاتا ہے۔ بعض وقتی وقتی طور پر یہ عمل اس کے لئے مفید مفید بھی ہو سکتا ہے۔ مگر آئندہ اس کے لئے سخت نقصان رساں ثابت ہوگا اس طرح درد میں مسکنات اور ورم میں محذرات کو بے تکلف برتا جا رہا ہے۔

گویا نہ مریض کا علاج کیا جاتا ہے اور نہ ہی مرض رفع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ مریض کی ایک علامت کو دبا دینے کو علاج قرار دے دیا گیا ہے۔ پھر ماشاء اللہ آجکل مجرباتی علاج اور پیٹنٹ ادویہ کا ایسا سلسلہ چل نکلا ہے جس سے ہر شخص ان قدیم مجرباتی اور مغربی پیٹنٹ ادویات کا نہ صرف شکار ہو رہا ہے بلکہ علاج ہونے کے ساتھ ساتھ روز بروز اپنی صحت کو تباہ و برباد کر رہا ہے۔ جب ان ادویات کے مسلسل استعمال سے اپنے جسم کو ناکارہ کر لیتا ہے تو پھر ڈاکٹروں اور ان کے ہر قسم کے طریق علاج کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔

صحیح علاج

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کبھی مرض کا علاج نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ مریض کا علاج ہوتا ہے جس کے لئے لازمی ہے کہ مریض کے جسم (مشینری) کے ہر عضو (پرزے) کا بغور معائنہ اور مطالعہ کیا جائے۔ ان کے افعال کی کمی بیشی اور عضو کی خرابی کے ساتھ ساتھ غذائی (تیل) یا قاندگی کو خاص طور پر جانچا جائے اور پھر اس کا اس طریق سے علاج کیا جائے کہ جسم کے جن اعضاء کے افعال میں کمی بیشی ہو ان کو اعتدال پر لایا جائے اور جو عضو بذات خود کمزور یا زخمی ہو گیا ہو اس کو درست کیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ اس میں

خون کا جو دور چل رہا ہے (غذائی صورت میں) اس کو درست کیا جائے جس کے لئے ان کے کیمیاوی اجزاء کو پورا کرنا ضروری ہوگا۔ اس طرح ایک مریض کا یقینی علاج ہو سکتا ہے اور یہی باقاعدہ علاج کہلانے کا مستحق بھی ہے۔

فرنگی طب میں امراض

فرنگی طب (ایلوپیتھی) میں، جو امراض کے نام رکھے ہوئے ہیں وہ صرف علامات ہیں کوئی خاص مرض نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ ایک ایک علامت کے پیدا ہونے کی کئی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً بخار سردی سے بھی ہوتا ہے اور گرمی سے بھی ہوتا ہے بخار درد سے بھی ہوتا ہے اور ورم سے بھی ہوتا ہے۔ بخار میں کبھی قبض اور کبھی اسہال ہوتے ہیں۔ اسی طرح کبھی بخار میں شدید پیاس ہوتی ہے اور کبھی پیاس کا نام تک نہیں ہوتا۔ بعض صورتوں میں بخار میں شدت ہوتی ہے اور دیگر علامات برائے نام ہوتی ہیں اور بعض وقت بخار کی نسبت دیگر کوئی علامت شدید تکلیف دہ ہوتی ہے جیسے درد یا گھبراہٹ وغیرہ کا ہونا۔ اس لئے ہم کسی ایک بھی علامت کو یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ فلاں مرض ہے اور باقی علامات ہیں۔ عام طور پر جس علامت میں شدت ہوتی ہے اس کو مرض اور باقی خفیف تکالیف کو علامت کہہ دیا جاتا ہے۔

لیکن حقیقت میں مرض تو صرف کسی عضو کی خرابی اور بگاڑ کا نام ہے جب کسی عضو کے افعال میں کمی بیشی یا اس کی ساخت میں خرابی واقع ہوتی ہے تو اس صورت میں وہ صحیح افعال انجام نہیں دے سکتا یعنی اپنے فرائض تغذیہ و تصفیہ اور تنقیہ کو صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتا۔ دوسرے الفاظ میں وہ عضو اپنی خرابی کی وجہ سے نہ تو غذا کو خون میں لے سکتا ہے اور نہ صحیح طور پر تبدیل کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے حصہ کے خون کو جذب کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے اندر کے فضلات کو خارج کر سکتا ہے۔ اس صورت

میں جہاں کہیں اس کے فعل کی کمی سے مواد رک جاتے ہیں یا فعل کی زیادتی سے مواد کا اخراج بڑھ جاتا ہے تو اس کی ساخت کی خرابی سے خود اس میں کسی مواد کی رکاوٹ سے فساد یا خمیر پیدا ہو کر ظاہری صورت اختیار کر لیتا ہے جس سے کہ عجیب سے طور پر جسم میں مواد پیدا ہو جاتا ہے یا تخمیر اور تعفن کی صورت میں جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ پہنچتی، درد، سوزش، ورم اور بخار کی صورت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ علامات میں اپنی صورتیں پائی جاتی ہیں۔ اب ہر صاحب علم اور عقلمند شخص خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ اصل مرض اعضاء کی خرابی ہے یا کوئی علامت وغیرہ۔ پھر اگر کوئی اس مخصوص عضو کی شکستگی کی بجائے صرف بخار، درد اور سوزش و ورم وغیرہ علامات کا علاج شروع کر دے تو مریض کہاں تک شفا ہو گی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایورویدک کے زمانے سے لے کر مغربی طب اور موجودہ سائنسی دور تک علاج معالجہ کے متعلق تکنیکی تصور کیوں پیدا نہیں ہوا اور آج تک صرف کیمیاوی صورت پر علاج معالجہ کا طریق جاری رکھا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر علم و فن کو اپنی ترقی اور کمال حاصل کرنے کے لئے بہت سے نظری تقاضے بھی پورے کرنے پڑتے ہیں۔ انہی موقعوں کے لئے اس کو ابتدائی نشو و ارتقا اور تکمیل کے درجوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہر علم و فن کی تاریخ اس امر پر مکمل شہادت پیش کر سکتی ہے اسی طرح تاریخ علم العلاج کے ہر دور کی شہادت اگر ایورویدک کے زمانے سے لے کر آج تک کی تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں علم و فن طب کے نہ صرف تمام دور نظر آتے ہیں بلکہ ان کے آپس کے تعلق کا بھی علم ہوتا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ علم العلاج کے ہر دور میں رفتہ رفتہ نشو و ارتقا کی منزلیں طے کی ہیں۔

یہ اصول فطرت ہے کہ کسی علم و فن کی نشو و ارتقاء اور ترقی کے لئے ایک بنیاد

چاہیئے اور اسی طرح ہر اصلاح و تحقیق اور تجربہ کے لئے بھی ایک بنیاد چاہیئے پھر رفتہ رفتہ اس پر ایک عظیم منزل تعمیر ہوتی اور شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن اس مسلمہ حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بنیادی تصورات یا حقائق ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ انسان کی کوئی نہ کوئی جبلی ضرورت ہوتی ہے اس سے باہر چھلانگ لگانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر چھلانگ لگائی جائے تو وہ بغاوت ہو گی۔ کیونکہ انسان کی ایک فطری ضرورت اور جبلت کو پامال کر دیا گیا ہے جیسے مافوق الانسان کا تصور انسان کا ایک جبلی تصور ہے جو کسی قیمت پر بھی خارج از ذہن نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اگر اس جبلی تصور کو بہتر رنگ میں پیش کر دیا جائے تو اس امر کو انقلاب کہا جائے گا جیسے مافوق الانسان کے تصور میں بھوت پریت دیوی دیوتا اور بتوں اور کائنات کی اشیا کا تصور نکال کر صرف ایک خدائے لاشریک کا تصور پیدا کر دیا جائے تو اس طرح انسان کی جبلت اور اس کے فطری تقاضوں کو ایک قسم کی تسکین سی ہو جاتی ہے۔

یہی صورت ہر نشو و ارتقاء اصلاح و تجدید میں قائم رہتی ہے یعنی انقلاب پھوٹتے پھیلتے رہے ہیں اور بغاوتیں تباہ و برباد ہوتی رہی ہیں۔

علم طب کے چند دور

مندرجہ بالا تمام صورتوں کو سمجھنے کے لئے ہم علم طب کے چند دور پیش کرتے ہیں جس سے تمام ارتقائی اور فطری ترقی کا نقشہ سامنے آ جائے گا۔

ایورویدک دور

ایورویدک کے دور سے بھی قبل کی تاریخ بلکہ ہر دور اور ہر زمانہ میں جہاں جہاں بھی لاعلمی اور وحشت کی صورتیں قائم رہیں اور اب تک بھی قائم ہیں امراض کو ہمیشہ بھوت

پریت کا اثر اور دیوی دیوتاؤں کی ناراضگی خیال کیا گیا۔ مگر جب رفتہ رفتہ بعض امراض کی علامات مخصوص ہوتی گئیں، تو ان کا نام مرض رکھا جانے لگا۔ مثلاً جب کسی مریض میں پیلے رنگ کی زیادتی دیکھی تو اس کا نام تپ رنگ رکھ دیا گیا۔ اور جب کسی روگی میں رطوبت کی زیادتی اور رنگت میں سفیدی دیکھی تو اس علامت کا نام کف روگ رکھ دیا۔ جب کسی کے جسم میں جوش، درد اور بے چینی دیکھی تو اس علامت کا نام وات روگ رکھ دیا۔ پھر رفتہ رفتہ وات، پت اور کف کے ماتحت مختلف علامات دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ان میں سے ہر ایک کے کئی کئی امراض ترتیب دے دیئے گئے۔ پھر جب فن میں مزید ترقی ہوگئی تو وات، پت، اور کف کو امراض کے سبب فاعلہ بنا دیا گیا۔ گویا تسلیم کر لیا گیا کہ جب تک جسم میں زیادتی یا کمی بیشی کے اسباب کیفیات موسم اور ماکولی و مشروبات خیال کیا گیا۔ لیکن بعد میں جب انسان میں بھی ان کی پیدائش اندر ہاشش کے مقام مقرر کئے گئے جس کے لئے پیدائش مرض میں جہاں پر یہ تسلیم کیا گیا کہ پیدائش امراض دوشوں کی کمی بیشی اعضاء کے اندر خرابی سے واقع ہوتی ہے۔ وہاں یہ بھی مان لیا گیا کہ دوش جب اپنا مقام بدل لیں تو مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

بہرحال امراض تک پہنچنے کے لئے اچھے اصول ہیں جن کے ذریعے بہت حد تک کامیابی کے ساتھ علاج ہو سکتا ہے۔ لیکن ایورویدک میں یہ تمام اصول صرف کیمیاوی طریق پر قائم کئے گئے ہیں۔ ان میں عضوی (مکینکی) افعال کو کوئی دخل نہیں دیا گیا۔ یہی صورت ادویات کے خواص میں بھی قائم رکھی گئی یعنی ان میں بھی دوشوں وات پت، کف کے اثرات تلاش کئے گئے کہ کونسی ادویات ان دوشوں میں کمی بیشی یا خرابی یا ان کے مقام میں تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں چاہئے تھا۔ کیونکہ جب امراض یا علامات کے سبب فاعلہ دوش قرار دیئے گئے

[illegible] اور مقصد تھا کہ امراض کے دفعیہ کے لئے جسم انسان میں دو دشمنوں کی کمی بیشی یعنی امراض کے مقام کی تبدیلی کے لئے جو ادویات استعمال کی جائیں ان میں دونوں اصلاح اور ان کو اعتدال پر رکھنے کی خوبیاں ہونی چاہئیں۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ گزشتہ نصف صدی میں آیورویدک پر جو کتب لکھی گئی ہیں چاہے وہ ماہیت امراض کے متعلق ہوں یا خواص الادویہ کے متعلق ان سب میں بہت حد تک دو دشمنوں کے نظریہ کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ ماہیت امراض کے بیان کرنے میں صرف تعریف مرض اور خواص الادویہ بیان کرنے میں صرف اتنا کافی سمجھا گیا کہ فلاں فلاں مرض اور علامت کو رفع کرتی ہیں اور جہاں تک دو دشمنوں کے مقام بدلنے کا تعلق تھا وہ نہ ماہیت امراض میں نظر آتا ہے اور نہ ہی خواص الادویہ میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ گویا اصل نظریہ چھوڑ کر صرف مغربی طب کے طریق کی پیروی کی گئی ہے کہ فلاں فلاں دوائیں فلاں فلاں امراض میں مفید اور مجرب ہیں۔ تحقیق کے دوران میں مجھے کئی نامور وید صاحبان اور پروفیسر صاحبان کی خدمت میں حاضر ہونا پڑا اور آیورویدک کے پیدائش مرض پر معلومات حاصل کرنی چاہیں۔ لیکن ان لوگوں کو ان باتوں سے بالکل ناآشنا پایا۔

جب میں نے تفصیل سے آیورویدک کے مسئلہ پیدائش مرض کو ان کے ذہن نشین کیا تو فرمانے لگے کہ آپ تو کوئی مہا چرک یا سشرت ہی ہیں! کون ان باتوں کو بیان کر سکتا ہے۔ لیکن جب میں نے ان کو کہا کہ آپ مجھ سے جس مرض کی ماہیت یا دوا کے خواص دو دشمنوں کے مطابق پوچھیں میں بتلانے کو تیار ہوں، وہ حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔ بعض نے سوال کیا کہ آپ سنسکرت زبان جانتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ پوچھ کر دیکھ لیں۔ انہوں نے چند سوالات پوچھے میں نے ان کی تسلی کرا دی تو وہ حیران ہو گئے۔ میں نے ان کی حیرت کو دور کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کوئی

بڑی بات نہیں ہے ہمارا نظریہ مرض جس کا نام نظریہ انعال الاعضاء ۔۔۔۔۔
ہے اس کو جاننے کے بعد آپ لوگ بھی آسانی سے بیان کر سکتے ہیں۔

خیر اس سے ثابت ہوا کہ ایورویدک کے نظریات جہاں صحیح ہیں وہاں ان میں بعض کمیاں بھی ہیں اور باوجود ان کمیوں کے صحیح ایورویدک کو جاننے والے ہندوستان تو کیا دنیا بھر میں کوئی نظر نہیں آتا۔ اگر کوئی ہے تو ہم اس سے بات کرنے کو تیار ہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ طب جدید کے اصولوں سے اس کی تسلی کرادینگے

طب یونانی کا دور

ایورویدک کے بعد طب یونانی کا دور آیا۔ اگرچہ اس درمیانی زمانہ میں چینی تہذیب بابلی تہذیب اور مصری تہذیب کے دور گذرے ہیں۔ مگر فن علاج میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہ ہوا۔ البتہ یونانی دور میں جس کی ابتدا تاریخی طور پر حکیم بقراط کے زمانے سے ہوتی ہے اور تاریخی طور پر وہی پہلا شخص خیال کیا جاتا ہے جس نے اس فن کو باقاعدہ طور پر علمی حیثیت سے ترتیب دیا۔ اس کے بعد جالینوس اور دیگر یونانی حکماء نے اس فن کی بہت سی خوبیاں اور نکھار پیدا کئے۔ یونانی تہذیب کے بعد ایرانی تہذیب میں بھی یونانی فلسفہ و حکمت اور طب کا اثر قائم رہا لیکن اس میں کوئی ترقی اور اضافہ کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ البتہ اسلامی تہذیب کے زمانے میں اس فن علاج میں بہت تحقیق اور اصلاح کر کے اس کی نوک پلک درست کی گئی اور وہ صحیح معنوں میں ایک علمی فن بن گیا۔ اسلامی تہذیب کے زمانہ ترقی میں سینکڑوں نہیں ہزاروں قابل ترین اطبا اور اعلیٰ ماہرین فن پیدا ہوئے۔ مگر ان میں جو شہرت اور ناموری حکیم رازی ابن رشد اور سہل مسیحی اور شیخ الرئیس بو علی سینا کو حاصل ہوئی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ خاص طور پر شیخ الرئیس کی حکمت اور کمال فن کی شہرت نہ صرف اس کے

اپنے زمانے میں رہی بلکہ اس کی وفات کے بعد بھی چھ سو سال تک یورپ کے ممالک میں اس کی کتب درس گاہوں میں پڑھائی جاتی رہیں اور اس کی کتاب القانون تقریباً دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمہ ہوئی اور تین صدیوں تک پڑھائی جاتی رہی اور اب بھی طب یونانی کو سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔

طب یونانی نے آیورویدک کے مقابلے میں اکثر اہم تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ مثلاً پانچ تتوں کے مقابلے میں چار ارکان اور تین دوشوں کے مقابلے میں چار اخلاط اور پھر ارکان اور اخلاط کے مزاج قائم کئے۔ ان کے ساتھ ہی ساتھ مرض اور دوا کے مزاج قائم کر دیئے۔ ماہیت امراض اور خواص الادویہ کے بیان میں عقلی و نقلی طور پر فلسفیانہ اور منطقیانہ انداز میں وہ کچھ بیان کیا کہ ان کی فن علاج میں غیر معمولی دلچسپی اور گہرا تعلق دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تہذیب کے زمانہ کمال میں اس فن کو بھی معراج کمال تک پہنچا دیا تھا۔

نہ صرف یہ کہ اصل یونانی کتب منگوا کر ان کے ترجمے کئے گئے اور ان پر تحقیقات کی گئیں بلکہ ہندوستان سے وید صاحبان کو بلوایا گیا اور ویدک کی مستند کتب منگوائی گئیں تاکہ فن علاج کے اسرار و رموز سے آگاہی حاصل ہو۔ اس اسلامی تہذیب کے دور کمال میں فن طب میں اس قدر ترقی، اصلاح اور تجدید ہوئی کہ اگر اب طب یونانی کو طب اسلامی کہا جائے تو جائز ہے۔ اگرچہ حقیقی طور پر یہ طب اسلامی نہیں ہے۔ کیونکہ طب اسلامی صرف اسی کو کہا جا سکتا ہے جس کے اصول اور قواعد و قوانین قرآن حکیم اور سنت سے اخذ کئے جائیں جس طرف آج تک توجہ نہیں دی گئی چونکہ یہ بحث بہت طویل ہے اس لئے اس کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس امر کا ذکر صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ آئندہ زمانے میں اس انداز پر بہت اہم کام ہو سکتا ہے۔

طب یونانی یا طب اسلامی کے دور میں اگرچہ بے حد ترقی اصلاح اور تجدید

ہوتی۔ مگر امراض کی پیدائش۔ علاج اور خواص الادویہ کی بنیاد ایورویدک کی طرح جسم کے کیمیاوی تغیرات پر رہی۔ یعنی مرض کی پیدائش کے لئے سبب واصلہ دوشوں کی بجائے اخلاط کی خرابیوں کو قرار دیا گیا۔ یعنی جسم میں جب اخلاط کی کمی بیشی یا خرابی اور فساد واقع ہو جاتا ہے تو کوئی مرض ظہور میں آتا ہے۔ ایورویدک تین دوشوں (وات پت۔ کف) مانتے تھے طب قدیم نے چار اخلاط (خون۔ بلغم۔ صفرا۔ سودا) کو تسلیم کر لیا۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ شیخ الرئیس نے قانون میں پیدائش مرض کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے اس امر کی طرف اشارہ ضرور کیا ہے کہ "مرض اس حالت کا نام ہے جب اعضائے جسم اپنے افعال صحیح صورت میں انجام نہ دیں"۔

مگر مرض کی پیدائش کا سبب واصلہ اخلاط ہی کو قرار دیا ہے۔ گویا پیدائش مرض کی صورت کیمیاوی ہی رہی ہے جس سے اعضاء کے افعال سامنے نہ آ گئے بلکہ صدیوں تک افعال الاعضاء کی طرف طب قدیم میں توجہ نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم طریق علاج میں افعال الاعضاء پر کتب نہیں لکھی گئیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ طب قدیم میں اعضائے انسانی کے افعال کا کچھ نہ کچھ ذکر پایا جاتا ہے لیکن یہ صرف تشریح الابدان کے تحت بعض ضروری اور بنیادی باتیں پائی جاتی ہیں۔

جہاں تک اعضاء کے افعال کی حقیقت اور اہمیت کا تعلق ہے ان کو چھوا تک بھی نہیں گیا۔ مثلاً مختلف اعضاء کے افعال کس طرح انجام پاتے ہیں۔ ان کا دیگر اعضاء کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ وہ اپنے اندر کون کون سے کیمیاوی مواد تیار کرتے ہیں۔ وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں۔ وہ کس طرح مواد حاصل کرتے ہیں۔ ان کا کس طرح اخراج عمل میں آتا ہے۔ ان کے ان اعمال سے خون پر کیا اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر دوران خون کیا شے ہے۔ اس کا دورہ کس طرح مکمل ہوتا ہے۔ جسم کو غذا کیسے ملتی ہے وغیرہ وغیرہ اس قسم کے بہت سے

مسائل ہیں جن کا جاننا فن علاج کے لئے نہایت اہم ہے۔

اسلامی دور میں افعال الاعضاء کی تحقیقات پر زیادہ کام صرف اس وجہ سے نہیں ہوا کہ اہل فن مرض کا سبب واصلہ اخلاط کو ہی تسلیم کرتے تھے۔ اگر وہ اعضاء کو مرض کا سبب واصلہ قرار دیتے [illegible] الشیخ الرئیس نے مرض کی تعریف میں اعضاء کی ہے تو یہ یقینی امر تھا کہ علم طب اور فن علاج آج انتہائی بلندی پر ہوتا جیسا انسان کی وہ ہوشربا ترقیاں ہوتیں کہ دنیا دنگ رہ جاتی۔ چونکہ مرض کا سبب واصلہ اخلاط کو قرار دیا گیا جو جسم کے ایک کیمیاوی پہلو کا نتیجہ تھا۔ پس اخلاط کی بحث و تحقیق تک رہ گیا۔ اس سے بدن میں ایسی خرابیاں پیدا ہوئیں جن کا مداوا نہ ہو سکا۔ بعض امراض جن کو اخلاط کے ماتحت متعین کیا گیا تھا۔ علاج ان کے مطابق پیدا نہ ہو سکا۔

مثال کے طور پر یرقان کو گرم خشک یعنی صفراوی مرض قرار دیا گیا لیکن اس کا علاج مزاج کے خلاف سرد تر ادویہ سے نہ ہو سکا۔ اس طرح گرم بخاروں اور گرم اورام اور گرمی کے اوجاع کا جب بھی علاج کیا گیا تو اپنے اصول کے خلاف بجائے سرد ادویات کے گرم ادویات سے کیا گیا۔ اس طرح خواص الادویہ میں مزاج مقرر کرنے میں بہت حد تک آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کوئی ماہر فن کسی دوا کو گرم قرار دیتا ہے۔ دوسرا اس کو سرد کہتا ہے۔ اسی طرح خشک و تر میں غیر معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ پھر مزاج کے درجات میں تو اس قدر اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ شاید ہی کوئی دوا اس سے بچ سکی ہو اور علاج میں سب سے بڑی مصیبت یہ رہی ہے کہ علاج اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک مریض کا مزاج مع درجات، مرض کا مزاج، موسم کا مزاج وغیرہ پوری طرح معلوم نہ کر لیا جائے تاکہ اس کو بدلنے کے لئے اس کے مطابق دوا تجویز کی جائے۔ اس پر بس نہیں کہ تجویز دوا میں مزاج کو بھی مدنظر رکھنا ہے اور ان سے بڑھ کر ایک صورت بالخاصہ کی بھی ہے جہاں پر تدابیر

اصول اور مزاج و کیفیات بالکل نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔

جہاں تک طب قدیم کے اصولی علاج ہونے کا تعلق ہے۔ ہم بغیر کسی جھجک اور اونچ نیچ کے کہہ سکتے ہیں کہ طب قدیم اصولی (سائنٹیفک) طریق علاج ہے لیکن اس کے کیمیاوی ہونے میں اس قدر طوالت ہے کہ اس پر ہر ذہن کی دسترس بے حد مشکل ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں بے حد علمی اور فنی ترقیاں ہو چکی ہیں۔ انسانی اعضاء کے نہ صرف افعال الاعضاء کی باریکیوں کا علم ہو چکا ہے بلکہ ان کی تصاویر بھی ہر وقت لی جا سکتی ہیں۔ اس لئے صرف دوشوں و اخلاط اور کیمیاوی اسباب و اصلاح علم الامراض میں کسی طرح کافی نہیں ہو سکتے۔

یورپی طب (ایلوپیتھی)

یورپی معالجین (ڈاکٹروں) نے اگرچہ فن علاج کی تعلیم اسلامی درس گاہوں سے حاصل کی اور مسلمان استادوں کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا تاہم انہوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں ان اسلامی علوم و فنون میں تحقیقات اور تدقیقات کر کے بحر ناپیدا کنار کی صورت پیدا کر دی۔ اول اول تو وہ لوگ صدیوں تک ان اسلامی علوم و فنون پر پوری طرح دسترس بھی حاصل نہ کر سکے۔ یہی اسلامی کتب ان کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی زینت رہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ انہوں نے طب اسلامی میں کبھی بھی کمال پیدا نہ کیا بلکہ اپنی مختلف تحقیقات اور ریسرچ سے وہ ایک دوسرے میدان میں نکل گئے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ آج بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے ایک بھی ڈاکٹر بو علی سینا، رازی اور ابن رشد جیسا پیدا کیا ہو۔ در حقیقت طب اسلامی کی تباہی کی ابتدا سپین میں ہوئی اور اس کا سب سے بڑا سبب وہاں پر اسلامی حکومت کی بربادی تھی۔ قومی نفرت کے سبب مسلمانوں سے نفرت کے ساتھ ساتھ

ان کے علوم و فنون سے بھی نفرت برتی گئی اور اس سلسلے میں اسلامی مذہب ادبیات اخلاقیات علم طب اور دیگر علوم و فنون کی کتب کو سر بازار جلا دیا گیا۔ کبھی وہ وقت تھا کہ ایک ڈاکٹر اپنی تعلیم ختم کرنے کے بعد اسلامی جبہ و دستار پہننے پر فخر کرتا تھا۔ پھر ایک وہ وقت آیا کہ اسلام کے ہر نشان سے نفرت ہو گئی۔

خیر حکومتوں کے نشیب و فراز میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ لیکن سب سے بڑا نقصان اس وقت ہوا جب یورپی تہذیب و تمدن کے سیلاب نے مشرق وسطی خصوصاً بغداد میں قدم رکھا جس کے نتیجہ میں مصر سے لے کر ایران تک تمام اسلامی علوم و فنون رفتہ رفتہ ختم ہو گئے اور آج یہ حال ہے کہ طب اسلامی کا نام تک نہیں ہے۔ جب قدیم علوم و فنون نہ رہے تو ان پر مزید تحقیق اور تجدید و اصلاح کس طرح قائم رہ سکتی تھی۔

دوسرا سبب جس نے اسلامی علوم و فنون اور علم طب کو تباہ کیا وہ یورپ کی تجارتی ذہنیت تھی جس سے وہ اپنے ملک کی ہر اچھی اور بری شے کو دوسرے ممالک میں پھیلانے اور ان کے مقابلے میں دیگر ممالک کی تجارت کو تباہ و برباد کرنا اپنی قومی ترقی اور فوقیت کا جیتا جاگتا بنک قرار دے دیا گیا۔ یہ ذہنیت بڑھتے بڑھتے اس مقام تک پہنچ گئی کہ تہذیب و تمدن انہوں نے اپنا پیدائشی حق سمجھ لیا اور دیگر تمام ممالک اور اقوام کو غیر مہذب اور غیر متمدن قرار دے دیا۔ پھر دیگر ممالک کی دولت لوٹنے کے لئے دیگر ممالک کو مہذب و متمدن بنانے کا سامراجی ڈھونگ کھڑا کر لیا جس کے اثرات اب تک مشرق وسطی بغداد اور افریقہ و ہند میں میں پائے جاتے ہیں۔

تیسرا اور آخری سب سے بڑا سبب طب اسلامی کی تباہی کا یورپی تحقیقات اور ریسرچ کا ایک جدید اور مختلف دور کا شروع ہونا ہے۔ اگرچہ یورپ کی تحقیقات

اپنی جگہ قیمتی اور قابل قدر ہیں لیکن اس امر کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ سب کچھ اسلامی علوم و فنون سے ہٹ کر کیا گیا ہے۔

یورپ کی تحقیقات کی ابتدا عناصر (ایلیمنٹ) سے ہوئی۔ یعنی انہوں نے تحقیقات سے اس امر کی تصدیق کر دی کہ عناصر چار نہیں ہیں بلکہ ایک سو کے قریب ہیں اور اس طرح بعض اشیاء جن میں سونا، چاندی، تانبا، لوہا، گندھک اور سنکھیا وغیرہ آگ، ہوا، پانی اور مٹی سے مرکب نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اور اسی طرح کے دیگر تمام عناصر مفرد ہیں۔

جب یورپی طب نے عناصر کا قدیم تصور چھوڑ دیا تو اس کے ساتھ مزاج اخلاط اور ارواح کے نظریات بھی چھوڑنے پڑے۔ چونکہ طب قدیم میں امزجہ اور اخلاط کے نظریات پیدائش الامراض اور علاج الامراض میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور یہ نظریات اپنی جگہ صحیح بھی ہیں۔ لامحالہ ان کے چھوڑ دینے کے بعد یورپی طب کے لئے ضروری تھا کہ پیدائش الامراض اور علاج الامراض کے لئے اس کی جگہ کوئی نظریہ قائم کرتی۔ سو اس کی جگہ فسادی مادے (FORCING MATHER) قوت مغاد (IMMNITY) اور ضعف (لاآ UNABILITY) کو اسباب داخلہ قرار دیا گیا

جب فسادی مادے پر تحقیقات کی گئیں تو نظریہ جراثیم (GERMS THEORY) سامنے آگیا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ گذشتہ صدی تمام کی تمام تحقیق جراثیم (GERMS REASERCH) کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ اکثر امراض کے جراثیم معلوم کئے گئے۔ بلکہ قوت مغاد کی کمزوری اور ضعف کے اسباب بھی جراثیم کے اثرات قرار دیئے گئے۔ گویا یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ ہر مرض جو پیدا ہوتا ہے اس کا سبب واحد کوئی نہ کوئی جراثیم ضرور ہے چاہے اس کا علم تاحال سائنس دانوں کو ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے اور جن امراض کے جراثیم تاحال تحقیق نہیں ہوتے ہیں ان امراض کا

علاج امیونٹی اور انٹی ایلیٹی کے تحت کیا جاتا ہے۔

ایک طرف نظریہ اخلاط چھوڑنے اور دوسری طرف تشریح الابدان اور منافع الاعضاء میں انتہائی تحقیق و تدقیق کرنے کے بعد امید تھی کہ ماہرین یورپی طب جسم انسانی کا کیمیائی طریق پر بھی مطالعہ کریں گے۔ اعضاء کے تغیرات کو امراض کے ساتھ تطبیق دیں گے یا اعضاء کے تغیر کو مرض کا سبب واصلہ قرار دیں گے۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ دراصل نظریہ جراثیم نے ان کو ایک ایسے چکر میں ڈال دیا ہے جس سے وہ بڑھتے ہی چلے گئے اور جراثیم کے علاوہ کسی اور نظریہ کی طرف پھر کر بھی نہیں دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یورپی ماہرین طب نے مرض کی حالت میں مختلف اعضاء کے تغیرات اور مختلف علامات کو ابتدا سے انتہا تک پیتھالوجی میں بیان کیا ہے۔ مگر اس میں مرض اور عضو میں تطبیق نہیں دی گئی۔ جس کے نتیجہ میں سبب پیدائش مرض صرف کیمیاوی بن کر رہ گیا ہے۔

جہاں تک پیدائش امراض میں نظریہ جراثیم کا تعلق ہے کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے۔ اس ذریعہ سے ایک خاص طریق اور صورت میں امراض کی تحقیقات اور ان کا علاج ہو سکتا ہے اور بہت حد تک صحیح بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ طریق بھی ایلوپیتھک اور طب قدیم سے کوئی زیادہ مختلف نہیں ہے۔ ان کا اصول ایک ہی ہے۔ وہ دونوں بھی پیدائش امراض کو کیمیاوی تسلیم کرتے ہیں یعنی دوشوں اور اخلاط کی خرابی ہی پیدائش امراض کا سبب ہے۔ ان کے برعکس یورپی طب کو پیدائش امراض کے لئے سبب واصلہ خیال کرتے ہیں۔ تینوں طریق علاج کیمیاوی ہیں۔

ان میں امراض کو رفع کرنے کے لئے انسان اس امر پر مجبور ہے کہ یا تو جسم انسان میں دوشوں اور اخلاط کی حالت سدھارے یا جراثیم کو ختم کرے اور ساتھ ہی جسم میں امیونٹی اور انٹی ایلیٹی کو پورا کرے جب جا کر مرض ختم ہو گا۔ تینوں طریق علاج میں

انسان کو آسانی سے یقین پیدا نہیں ہو سکتا کہ وہ جسم انسان کی کیمیاوی صورت کو حسب منشا طریق پر درست کر سکتے ہیں یا نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ تیز سے تیز تر اور زیادہ موثر ادویات کا استعمال جاری رہتا ہے۔ جو بعض صورتوں میں ضرر رساں بھی ثابت ہوتی ہیں اور علاج تعین نہیں کیا جا سکتا بلکہ ہمیشہ ظنی صورت قائم رہتی ہے۔ کبھی ایک خاص خامہ کے لئے ایک قسم کی دوا دی جاتی ہے اور جب فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو دوسری قسم کی دوا دے دی جاتی ہے۔ عام طور پر نتیجہ تسلی بخش نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آیورویدک، طب قدیم نے ہر مرض کے لئے ہزاروں نہیں لاکھوں مرکبات اور مجربات ترتیب دیئے ہیں لیکن کسی مرض کا آج تک یقینی نسخہ پیش نہیں کر سکی۔ یہی حال طب یورپی کا ہے۔ گذشتہ پانچ صدیوں میں وہ ہر مرض کے لئے بے شمار نسخے اور ادویات پیش کر چکی ہے۔ اور روز بروز نئی تحقیقات اور جدید ایجادات کے ساتھ ساتھ اکسیر اور یقینی علاج یورپ اور امریکہ سے یہاں پہنچ رہے ہیں۔ مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ نئی تحقیق شدہ ادویات اور پیٹنٹ ادویات کا جس گرم جوشی سے خیر مقدم کیا جاتا ہے جب ان سے حسب خواہ فوائد حاصل نہیں ہوتے تو اس سے بھی زیادہ سرد مہری سے اپنے افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سب کچھ اشتہارات کی بھرمار ہو یا پراپیگنڈے کی جادوگری جب کسی کمپنی کو کمانا منظور ہوتا ہے تو وہ ایک فارمولا ترتیب دے کر حکومت کو یقین دلا دیتی ہے کہ یہ جدید تحقیق ہے۔ پھر اعلان ہو جاتا ہے کہ فلاں مرض کے لئے ایک نئی دوا ایجاد ہوئی ہے اور پھر وہ دوا دھڑا دھڑ بازار میں آجاتی ہے ساتھ ہی اس کے فرنے اور ترکیب استعمال کے اشتہارات ڈاکٹروں کو روانہ کر دیئے جاتے ہیں جب اشتہارات ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں تو ڈاکٹر صاحبان بغیر سوچے سمجھے مریضوں کو لکھ کر دینی شروع کر دیتے ہیں۔ دوا دھڑا دھڑ بکنی شروع ہو جاتی ہے

جب اس سے خاطر خواہ فوائد حاصل نہیں ہوتے تو کہا جاتا ہے کہ پچاس فیصد مفید ہے۔ جب اس دوا کے خلاف نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔ لیکن کمپنی والے بیوقوف نہیں ہیں وہ اس ردعمل کو خوب سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بزنس کے لئے پروپیگنڈا کے ماہرین ملازم رکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے جب وہ دوا کے خلاف نفرت اور ردعمل دیکھتے ہیں تو فوراً اوپر تلے اس قسم کے اعلان جاری کر دیتے ہیں

۱۔ دوا میں ایک خاص قسم کی کمی تھی وہ پوری کر دی گئی ہے۔ اب دوا بےحد مفید ہو گئی ہے۔ پہلے دوا کا نام اگر ۹۳ ؍ تھا تو اب ۹۴ ؍ کر دیا جاتا ہے

۲۔ دوا کے اندر جو موثر جوہر تھا وہ خاص دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ اب وہ دستیاب ہونا شروع ہو گیا ہے اس لئے دوا بہتر طریقہ پر تیار کی گئی ہے۔ اب بےحد مفید ہو گئی ہے۔ اس کا نمبر ۹۵ ؍ مقرر کیا گیا ہے۔

۳۔ فلاں دوا میں چند نقائص تھے وہ سائنس دانوں کی کوشش سے رفع کر دیئے گئے ہیں۔ اب دوا درجہ اکسیر کے مقام تک پہنچ گئی ہے۔ اس دوا کے نام کے ساتھ لفظ نیو (NEW) کا اضافہ ہو جاتا ہے یا اس کا کوئی اور نمبر مقرر کر دیا جاتا ہے۔

جب یہ نیو بھی فیل ہو جاتی ہے تو سپر (MY) بن جاتی ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ کمپنیاں بھی اپنی تجوریاں بھرتی رہتی ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحبان اپنی سوئی لگاتے رہتے ہیں اور اب ان میں وید اور حکیم لوگ بھی شریک ہو گئے ہیں۔

اگرچہ ڈاکٹروں نے کوشش کر کے یہ قانون بھی پاس کرا دیا ہے کہ وید اور حکیم لوگ ڈاکٹری دوائیں نہ برتیں تاہم وہ برتتے ہیں اور دھڑلے سے برتتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان ادویات کی اصلیت سے جس طرح وید اور حکیم ناواقف ہیں بالکل اسی طرح ڈاکٹر لوگ بھی نابلد ہیں۔ ان ادویات کا استعمال کرنے والے معالج صرف دوا

کے اثرات سے واقف ہیں ان کی ترتیب اور خواص کا علم ہی کسی کو پورا علم ہو جبر جب کوئی نئی دوا آتی ہے تو وہ ہر مرض میں استعمال کر دی جاتی ہے۔

گویا ہزاروں سال میں ایورویدک طریق علاج سے لے کر آج تک جب کہ سائنس کو اپنی انتہائی ترقی کا دعویٰ ہے۔ علاج الامراض میں یقینی صورت پیدا نہیں ہوئی بلکہ ظنی سلسلہ چلا جا رہا ہے۔ ان طریق کو ہم غیر سائنسی تو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ غیر ترتیبی وان سسٹومیٹک، ضرور کہہ سکتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں سائنسی اصول کے پردے میں ایک غیر سائنسی اور ظنی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا اصول سائنس ہے لیکن جب اس کو بزنار اپلائی) جاتا ہے تو بجائے یقینی (اکزآم ٹک) کے ظنی (کیوسٹ) سے کام لیا جاتا ہے۔ یعنی جب کوئی مریض آتا ہے تو ہر وید ہر طبیب اور ہر ڈاکٹر جب صحیح طور پر کسی دوش یا خلط اور جرم کی خرابی معلوم کر لینے کے بعد جب دوا تجویز کرتا ہے تو ہر وید کی دوا دوسرے وید سے ہر طبیب کی دوا دوسرے طبیب سے اور ہر ڈاکٹر کی دوا سے مختلف ہوگی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہر دوش، ہر خلط اور ہر جرم کی خرابی کو دور کرنے کے لئے متعدد دوائیں تجزیہ و تحقیق کر رکھی ہیں۔ ادویات کی تحقیق تو سائنس ہے۔ مگر ان کا استعمال یقینی نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہزاروں سال گزر جانے کے بعد آج تک کسی ایک علامت کی یقینی دوا تیار نہیں کی جا سکی۔ روزمرہ کے امراض میں نزلہ، زکام، کھانسی، بخار اور قبض و اسہال ہی کو سامنے رکھ کر دیکھیں کہ کیا ان علامات کو رفع کرنے کے لئے کسی وید طبیب اور ڈاکٹر کے پاس یقینی دوا ہے۔ جب ان روزمرہ کے امراض اور علامات کا یہ حال ہے تو مزمن اور پیچیدہ امراض اور علامات میں غیر یقینی صورت خود بخود ظاہر ہے بلکہ اکثر یہی روزمرہ کے امراض اور علامات بگڑ کر مزمن اور پیچیدہ امراض میں تبدیل ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ماہرین نے قبض کو ام الامراض

اور نزلہ کو ابوالامراض کہا ہے۔

ہر صاحب عقل خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ آج تک جس طریق علاج کو سائنٹیفک (علمی) کہا جاتا ہے وہ کہاں تک علمی ہیں اور کہاں تک غلط صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی وید یا طبیب اور ڈاکٹر اپنے طریق علاج کو باقاعدہ (SYSTOMATIC) اور علمی (SCIENTIFIC) ثابت کرتا ہے تو میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ایک بڑے اجتماع میں آ کر اپنے حقائق کا ثبوت پیش کریں میرا دعویٰ ہے کہ وہ کبھی بھی ثابت نہیں کر سکیں گے۔

جیسا کہ اوپر مثالیں پیش کی گئی ہیں کہ جس طرح یونانی طریق علاج کی ترقی کے زمانہ میں ویدک علاج بہت حد تک ختم ہو گیا یا عوام نے یونانی طریق علاج کی بڑھتی ہوئی شہرت اور ترقی سے مرعوب ہو کر اس کو اپنا نا شروع کر دیا۔ اسی طرح جب طب یورپی کے عروج اور بلندی کا زمانہ آیا تو طب یونانی ختم ہونا شروع ہو گئی اور طب مغرب کے شیشہ و آلات سے مرعوب ہو کر عوام نے بھی طب یونانی سے بے رخی اختیار کر لی۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایورویدک اور طب یونانی کے نظریات علمی نہیں ہیں یا وہ اب بے اصولے اور غیر مہذب ہو گئے ہیں۔ نہیں! ہرگز نہیں!! ان کی صداقت اور علمی صورت اپنی جگہ قائم ہے ان میں تبدیلی ضرور ہے۔ ان میں مزید ترقی کی جا سکتی ہے۔ لیکن ان کو غیر علمی (ان سائنٹیفک اور وحشی طریق علاج نہیں کہا جا سکتا۔

جب کسی علم و فن میں مزید ترقی ہوتی ہے تو اس کے علمی اور فنی قوانین و قاعدے غیر علمی نہیں بن جاتے بلکہ اس سب کو ترقی اور بلندی کے وسیلے کہا جاتا ہے جب کسی علم (SCIENCE) یا فن (ART) میں جدید اصول تحقیق ہوتے ہیں اور ان پر عمل دخل شروع ہوتا ہے تو ان جدید اصولوں کے عامل لوگوں میں تمام ناقص نہیں

ہوتے۔ اکثر عوام قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور ایسے لوگ عام طور پر جذباتی ہوتے ہیں۔ وہ علوم و فن کی نشوو ارتقار کی تاریخ اور ادوار ترقی سے واقف نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ اپنے زمانے سے قبل کے ہر دور اور علمی و فنی تحقیق کو قدامت اور وحشت کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف اپنے زمانے کے علوم و فنون علمی اور اصولی ہیں اور باقی تمام کو غیر علمی اور غیر اصولی کہہ دیا جاتا ہے۔

ہومیوپیتھی

جس طرح طب یورپی کے بعض عاملین نے جذبات میں بھر کر آیورویدک اور طب یونانی کو غیر علمی اور غیر اصولی بلکہ غیر مہذب اور وحشی طریق علاج کہہ دیا ہے۔ اسی طرح جب یورپ میں ہومیوپیتھی نے جنم لیا اور اس کی قلیل اور تشبیہی ادویات نے لوگوں پر کامیاب اور معجزہ نما اثر کیا تو اس کے عاملین میں غیر فاضل لوگوں نے جذبات میں آکر یورپی طب کو قاتل۔ تلخ اور زہریلی ادویات کی حامل جسم میں بجائے شفا کے امراض پیدا کرنے والی غیر علمی اور غیر اصولی طریق علاج کے نام دھرے۔ طب یورپی کے خلاف اس قدر شدید پراپیگنڈا کیا گیا کہ اور اب تک کیا جا رہا ہے کہ اکثر لوگوں کو طب یورپی کے قریب جاتے ڈر لگتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ہومیوپیتھی کے موجد ڈاکٹر ہانمن نے سکونا کے تجربہ سے ثابت کر دیا کہ ایلوپیتھی طریق علاج جسم انسان میں بڑی بڑی مقدار میں ادویات پہنچا کر شفائی بجائے زہر پیدا کرتے ہیں اور نئے امراض کو عدم سے وجود میں لاتے ہیں۔ اس لئے اپنے تجربات اور مشاہدات سے عوام پر ثابت کر دیا کہ مرض کا علاج بڑی بڑی خوراکوں کے استعمال میں نہیں ہے بلکہ قلیل سے قلیل مقدار میں دوا کھا کر صحت حاصل کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ معالج ادویات کے صحیح اثرات

سے واقف ہوں ادویات کے صحیح خواص جاننے کا طریق اس نے یہ تجویز کیا کہ جب ادویات کو زیادہ سے زیادہ کھلایا جائے یہاں تک کہ موت واقع ہو جائے اس دوران میں تمام علامات کو نوٹ کر لیا جائے۔ بس پھر جب انسان میں کسی دوا کی علامات پائی جائیں وہی دوا قلیل مقدار میں دے دی جائے۔ دوا اصلی ہو گی اور مریض کے لئے اکسیر اور تریاق ثابت ہو گی۔ تجربہ اور مشاہدہ میں بھی یہ اصول اور قاعدے تقریباً صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ موجد فن کا تقلیل دوا سے مقصد یہ تھا کہ دوا کے جسم کو فنا کر دیا جائے اور اس کی روح قائم کر دی جائے۔ اس سے اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انسان کے جسم میں روح بیمار ہوتی ہے اور پھر جسم خود بیمار ہوتا ہے۔ اس لئے علاج میں اول روح کو تندرست کیا جائے تو جسم خود بخود درست ہو جائے گا

حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر ہانیمن خود ایک مستند ڈاکٹر تھا خود کئی سال تک ایلوپیتھی طریق سے علاج کرتا رہا۔ مگر جب اس کو اس طریق علاج میں یقینی و تسلی بخش کامیابی نہ ہوئی تو وہ اس طریق علاج سے دل شکستہ ہو گیا۔ پھر اس نے از سر نو کتاب علم الادویہ (MATRIA MEDICA) کا مطالعہ کرنا اور ادویات پر تجربے کرنا شروع کر دیئے جب اس نے مریضوں کو مسلسل سنکونا کھلایا تو اس کو حیرت ہوئی کہ مریضوں میں ملیریا بخار پیدا ہو گیا۔ پھر جب اس نے سنکونا کی قلیل مقدار ملیریا کے مریضوں کو دی تو بخار رفع ہو گیا۔ تو وہ اس نتیجہ پہ پہنچا کہ ایلوپیتھی کا طریق علاج صحیح نہیں ہے بلکہ اس طریق پر مریضوں کو زہر دیا جاتا ہے اور نئے امراض و علامات پیدا کی جاتی ہیں جن سے مریضوں کی قوت مدبرہ بدن کمزور ہو جاتی اور آخر وہ مر جاتا ہے

ڈاکٹر ہانیمن نے اس امر پر زور دیا کہ انسان کی اس روحانی قوت کی نگرانی کی جائے جو جسم انسان میں ہر قسم کے خطرات کی حفاظت کرتی ہے جس کو وائٹل فورس (قوت مدبرہ بدن) کہتے ہیں۔ اس نے یہ امر ثابت کیا کہ جو جراثیم کش ادویات

امراض کے دفعیہ کے لیے استعمال کی جاتی ہیں وہ جسم انسان کے حیوانی بافتوں (ٹشوز) کے حیوانی ذرات (سیلز) کو بھی تباہ کر دیتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ جس طرح جرثومہ بغیر خوردبین کے نظر نہیں آتا، اسی طرح حیوانی ذرہ بھی بغیر خوردبین کے نظر نہیں آتا۔ یعنی نوائکت ہیں جراثیم سے زیادہ طاقتور نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض اوقات جراثیم سے کمزور ہوتا ہے۔ اس لئے جراثیم اس پر اپنا اثر ڈال لیتے ہیں۔ یہ ادویات جراثیم کو فنا کر دیتی ہیں وہ ان حیوانی ذرات کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں۔ نتیجہ کے طور پر قوت دافع مرض (امیونٹی) اور قوت مدبرہ بدن دونوں کمزور ہو جاتی ہیں۔ نتیجہ کے طور پر مرض غالب آجاتا ہے اور مریض آخر کار ختم ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جب ایلوپیتھی کی ادویات استعمال کی جاتی ہیں تو اس امر کو بالکل مدنظر نہیں رکھا جاتا کہ ادویات مرض کو دفع کرنے کے ساتھ ساتھ جسم کے لئے کس حد تک نقصان دہ ثابت ہوں گی۔ آج بھی زہریلی ادویات کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس میں زہریلی ادویات کے استعمال کے نقصانات تفصیلاً نمایاں نظر آئیں گے۔ جس میں آرسینک۔ مرکری۔ کچلہ۔ مارفیا وغیرہ نمایاں نظر آتے ہیں اور پیٹنٹ ادویات ہیں ہر سال ان کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ سالورسن، ایم بی ۶۹۳۔ سلفا گروپ اور خاص طور پر وہ تمام پیٹنٹ ادویات جو ٹی بی (ٹی۔ بی۔ آئی) سل ودق کے لئے تیار کی گئی ہیں۔

ہومیوپیتھی میں جہاں دوشش اور اخلاط کا تصور چھوڑ دیا گیا ہے وہاں پر جراثیم کا خیال بھی ترک کر دیا گیا ہے اور ثابت کر دیا گیا کہ ہر جراثیمی مرض کا علاج بغیر جراثیم کش ادویات کے کیا جا سکتا ہے۔ ہومیوپیتھی میں کامیابی کا مدار ادویات کی علامات کا گہرا مطالعہ ہے۔ ان علامات میں کیمیاوی اور مکینیکی دونوں قسم کی علامات

پائی جاتی ہیں۔ جہاں تک کہ مرض کے گرمی سردی۔ تری و خشکی کے اثرات کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ مریض کے ذہنی احساسات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ غرض ہومیوپیتھی کی کامیابی نے ترقی کی منزلیں طے کیں اور یہ طریق علاج یورپ اور امریکہ میں خوب پھیلا۔

ہومیوپیتھی کی کامیابی کو دیکھ کر ڈاکٹر شسلر نے بائیوکیمک طریق علاج رائج کیا جس نے ہومیوپیتھی کی ہزاروں ادویات کا دھونا دھویا ہے اور اپنے طریق علاج میں صرف بارہ چودہ ادویات شامل کیں اور دعویٰ کیا کہ انسان کے جسم کی بناوٹ صرف بارہ چودہ نمکیات سے ہے اور ان میں سے جو نمک بھی کم یا خراب ہو جاتا ہے مرض کا باعث ہوتا ہے۔ بس اس کمی کو پورا کر دیا جائے تو مرض کا علاج ہو جائے گا

ایلوپیتھی کے بالمقابل ہومیوپیتھی اور بائیوکیمک کو دیکھ کر کئی قسم کے طریق علاج دنیا میں رائج ہو گئے۔ جن میں ہائیڈروپیتھی (علاج بالماء) کروموپیتھی (علاج بالالوان) سائیکوپیتھی (نفسیاتی علاج) وغیرہ شامل ہیں۔ جن کی فہرست طویل ہے جن میں سے چند ایک تو قائم رہ گئے ہیں اور باقی ختم ہو گئے ہیں۔ ہومیوپیتھی کے بعد باقی جتنے طریق علاج بھی دنیا میں رائج ہوئے ان کو اگر کوئی اہمیت نہ بھی دی جائے تاہم یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نظریہ جراثیم کی اہمیت علاج میں ختم ہو گئی ہے۔ ہومیوپیتھی اور دیگر طریق علاج نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جرم کش ادویات کے بغیر بھی جراثیمی امراض کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

جرم کش ادویات سے امراض کا علاج کرنا بھی درست ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بغیر جرم کش ادویات کے امراض کا دفعیہ ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت نے اس امر کو روشن کر دیا ہے کہ علاج میں جو مختلف طریق کامیابی حاصل کر رہے ہیں اس کی تہ میں کوئی راز بھی ہے۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مرض کا

علاج مختلف طریق پر کامیابی کے ساتھ کیا جا سکے۔

عجیب بات یہ ہے کہ ان مختلف طریق علاج کے حامیوں نے اس حقیقت کی تلاش کی بجائے اپنی اپنی جگہ محاذ جنگ قائم کر دیئے جس میں انہوں نے اپنے اپنے طریق علاج کی تعریفیں اور خوبیاں بیان کرنی شروع کر دیں اور دوسری طرف دیگر طریق کی برائیاں اور خرابیوں کا ذکر کرنا شروع کر دیا اور دعوے کئے گئے کہ دنیا میں انہی کا طریق علاج صحیح ہے۔

پاکستان بننے سے قبل ہندوستان میں اس فنی جنگ کے اکھاڑے بہت شد و مد کے ساتھ قائم ہوئے۔ کیونکہ ہندوستان میں پہلے ہی دو طریق علاج آیورویدک اور طب یونانی رائج تھے۔ انگریزی حکومت کے ساتھ ہی یورپی علاج نمایاں ہوا۔ انگریزی سامراجیت نے ملکی علاج کو غلط اور صحیح جانتے ہوئے بھی ان کو ختم کرنے کی کوشش کی اور ان کا نام دقیانوسی اور غیر مہذب طریق علاج رکھا گیا۔ جب ہومیوپیتھی اور دیگر طریق علاج یورپ سے ہندوستان میں آ گئے تو پھر بے شمار طریق علاج کے ادارے قائم ہو گئے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی طوطی بجانی شروع کر دی۔ اکثر جلسوں میں مباحثے اور مناظرے ہوتے۔ مختلف طبی اور ڈاکٹری رسائل میں بلکہ اخباروں میں بھی یہ بحث و تمحیص جاری رہتی اور کوئی فیصلہ نہ ہوتا۔ لیکن یہ اکثر دیکھا گیا کہ اس فنی جنگ میں طب یونانی اور آیورویدک کا پلہ بھاری رہتا۔

اس بحث اور جنگ کا سب سے بڑا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طریق علاج کے ماہر نے دیگر طریق علاج کا مطالعہ کرنا ضروری سمجھ لیا۔ اس مطالعہ سے ایک طرف وہ اپنے مد مقابل کو جواب دیتے اور دوسری طرف اس طریق علاج کی خوبیوں سے مستفید ہونا شروع ہو گئے۔ آج کل تو شاید ایسے معالج کم ہوں لیکن آج سے بیس تیس

مہاراجوں اور امرا تک کو دعوتیں دیں۔ ساتھ ہی ایورویدک اور طب یونانی کو ایک بلند مقام پر پہنچا دیا۔ پھر ان کی ترقی اور نشر و اشاعت کے لئے ایک ایورویدک اینڈ یونانی طبیہ کالج اور ہندوستانی طبیہ کالج قائم کیا۔ جس سے ایورویدک اور طب یونانی کی بے حد عزت اور منزلت ہوئی۔ لیکن حکیم موصوف کا سب سے بڑا کام وہ تھا جو انہوں نے ایک تحقیقی ادارہ قائم کیا جس میں قابل لوگوں کی نگرانی میں فن میں تحقیق اور اصلاح کا کام کیا۔ اس کی پہلی قسط قانون عصری کی شکل میں شائع ہوئی جس میں طب قدیم کے علمی مسائل پر بحث۔ اس کتاب پر بحث طوالت کا باعث ہوگی۔ مختصر یہ ہے کہ حکیم صاحب موصوف نے چار ارکان سے انکار کر دیا۔ اخلاط کو نظر انداز کر دیا۔ غرض کہ جو باتیں انہیں موجودہ سائنس میں غیر علمی معلوم ہوئیں ان سے انکار کر دیا اور ان کی جگہ طب یونانی کا پہنانا شروع کر دیا۔ ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام تشنہ تکمیل رہ گیا۔ ان کے بعد کوئی اس کا اہل نہ ہوا۔ غنیمت ہے کہ ہندوستانی دواخانہ اور طبیہ کالج قائم ہیں۔

حکیم احمد الدین صاحب

ثانی الذکر استاذ الاطبا حکیم احمد الدین صاحب موجد طب جدید نے بھی تجدید اور اصلاح کے لئے غور و خوض کیا۔ انہوں نے ایک مختلف زاویہ نگاہ سے اپنی تحقیقات کو شروع کیا۔ ان کے سامنے یہ نظریہ تھا کہ تمام طریق علاج اگرچہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لیکن شفا سب میں ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ مدت تک وہ اس مسئلہ پر غور و فکر کرتے رہے۔ آخر وہ ایک نتیجہ پر پہنچے اور یہی ان کی تجدید فن کی بنیاد تھی۔ ان کے لئے اس نئے نظریہ نے فن طب میں ایک بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دی۔ ان کے اس نظریہ کا نام نظریہ افعال الاعضاء ہے۔ اس میں انہوں نے شدت

گویا کہ جس قدر طریق علاج ہیں وہ سب دراصل پیدائش مرض کے معاملے میں مغالطے میں ہیں۔ یعنی وہ سب اپنی اپنی جگہ جس سبب کو پیدائش مرض کا سبب قرار دیتے ہیں وہ غلط ہیں۔ مثلاً ایورویدک مرض کا سبب واصلہ دوشش کو قرار دیتا ہے اور طب یونانی اخلاط کو، یورپی طب جراثیم کو اور ہومیوپیتھی بلڈ ریح کو قرار دیتی ہے۔ پھر ان کی اصلاح اور درستی سے مرض کا علاج کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں پیدائش مرض کا اصل سبب واصلہ صرف اعضاء کی خرابی ہے۔ جب تک اعضاء درست کام کرتے ہیں کوئی مرض پیدا نہیں ہوتا۔ جب اعضاء کے فعل میں خرابی واقع ہوتی ہے تو وہ اخلاط اور دوشش کی کمی بیشی سے ہو یا جراثیم کی وجہ سے یا نفسیاتی یا کیفیاتی اثرات سے بہرحال یہ سب اسباب ضرور ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی سبب واصلہ نہیں ہے جس سبب کی وجہ سے مرض نمودار ہوتا ہے وہ صرف اعضاء کے افعال کی خرابی ہے۔ جب تک اعضاء درست رہیں نہ جسم میں دوشش اور اخلاط کی زیادتی ہوتی ہے اور نہ ہی وہاں جراثیم اکٹھے ہوتے ہیں اور نہ ہی کوئی زہر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ جب بھی اعضاء کے افعال خراب ہوتے ہیں۔ اخلاط اور دوشش میں بھی خرابی واقع ہو جاتی ہے اور جراثیم اور زہر بھی بڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر جگر کے فعل میں تیزی آ جائے تو جسم میں صفرا کی زیادتی نظر آتی ہے۔ دوسری طرف ملیریا کے جراثیم بھی خون میں نظر آتے ہیں۔ اسی طرح دیگر اعضاء مثلاً معدہ اور امعاء کے فعل میں تیزی آتی ہے تو قے اور اسہال شروع ہو جاتے ہیں اور جب ان کے افعال میں سستی آ جاتی ہے تو بھوک بند اور قبض ہو جاتی ہے۔ غرض امراض کی پیدائش کا تعلق اعضاء کے افعال میں افراط و تفریط کے ساتھ ہے۔ جب ان کے افعال اعتدال پر ہوں گے تو کوئی مرض نہ ہو گا۔ جسم میں نہ دوشش و اخلاط کی زیادتی ہو گی اور نہ ہی کوئی جرثومہ و زہر ہو گا

دیگر طریق علاج میں اعضاء کے افعال کو بالواسطہ درست کرتے ہیں بلاواسطہ درست نہیں کرتے۔ پہلے دوشش اور اخلاط کو اعتدال پہ لاتے ہیں یا جراثیم اور زہر کو جسم سے خارج کرتے ہیں۔ پھر اعضاء درست ہوتے ہیں۔ لیکن صورت یہ ہونی چاہئے کہ جو عضو خراب ہو یعنی اس میں افراط و تفریط ہو اس کو بلاواسطہ درست کرنا چاہئے۔ تاکہ اس کے اعتدال پہ ایک طرف مرض ختم ہو جائے گا اور دوسری طرف اسباب الامراض دور ہو جائیں گے۔ اس طرح ایک طرف علاج میں سہولت پیدا ہو جائے گی اور دوسری طرف تمام طریق علاج ایک مرکز پر اکٹھے ہو جائیں گے۔

دنیا بھر میں یہ پہلا نظریہ تھا جو کیمیاوی کی بجائے عملی اصول پر پیش کیا گیا۔ اس نئے طریق علاج کا نام طب جدید رکھا گیا۔ لیکن اس نئے طریق علاج کی انگریزی حکومت میں کیا دقعت ہو سکتی تھی۔ اور اس کے علاوہ ملک بھر میں ایک درجن کے قریب طریق علاج موجود تھے ان میں ایک کا اضافہ ہو جانا معمولی بات تھی۔ رسوم کے چند لوگوں کے نہ کسی نے اس پر غور کیا اور نہ ہی حکیم صاحب موصوف کے پاس اس قدر دولت و شہرت اور اثر تھا کہ اس طریق کو دنیا سے روشناس کراتے۔ اس کے ساتھ ہی ایک بڑی خرابی یہ واقع ہوئی کہ اس نئے نظریہ کے ساتھ ساتھ حکیم صاحب موصوف نے تمام طریق علاج پر تنقید کر ڈالی اور تمام طریق علاج کو غلط قرار دے دیا۔ بات صرف اتنی تھی کہ دیگر طریق علاج کے اسباب دراصل اسباب واصلہ نہیں ہیں اور اصل اسباب واصلہ خرابی افعال الاعضاء ہے لیکن حکیم صاحب موصوف نے دیگر طریق علاج کے اسباب الامراض کی حقیقت سے انکار کر دیا جس کے ساتھ ساتھ تمام طبوں کو غلط قرار دے دیا۔ نظریہ تو یہ تھا کہ تمام طبوں میں شفا ہے اس کا سبب کیا ہے۔ غور و فکر کے بعد اس کا جواب یہ تھا کہ پیدائش مرض کا اصل سبب دوشش اخلاط اور جراثیم و زہر نہیں ہیں بلکہ خرابی افعال الاعضاء

ہے۔ بس بات ختم ہو گئی تھی۔ اس امر کی کیا ضرورت تھی کہ دوسری تمام طبوں اور ان کے تمام علمی اصولوں کو غلط قرار دے دیا جائے۔ اس صورت میں جہاں جہاں بھی ان کی طب اور ان کا نظریہ پہنچا ان کی خوب مخالفت کی گئی اور یہ صورت بھی طب جدید کی ترقی میں رکاوٹ کا باعث ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر محقق اپنا یہ حق سمجھتا ہے کہ اپنی تحقیق اور نظریہ کے بعد اپنے فن کے تقریباً تمام مسائل کو زیر بحث لائے اور اپنی تحقیق اور نظریہ کے مطابق تشریح کرے۔ موجد طب جدید کو بھی ایسا کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن ان سے ایسا نہ ہو سکا۔ انہوں نے اپنی تحقیق اور نظریہ کے مطابق تنقید و تبصرہ کرنے کی بجائے ایورویدک اور طب یونانی اور ہومیوپیتھی کے مسائل پر ایک دوسرے فن کی روشنی میں تبصرہ کرنا شروع کر دیا۔ ایورویدک اور طب یونانی کی برائیاں ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی کی روشنی میں بیان کیں اور موخر الذکر ہر دو کی خرابیاں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر تشریح کر دیں۔ اصولی طور پر یہ طریق تنقید و تبصرہ غلط تھا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ افعال الاعضاء کی روشنی میں فلسفہ پیدائش الامراض پر روشنی ڈالی جاتی اور اس کے تحت ایورویدک، طب یونانی، ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی کے پیدائش مرض کی حقیقت پر تنقید کی جاتی۔ لیکن انہوں نے ایلوپیتھی کو سامنے رکھ کر ایورویدک کے ترکش دوش اور یونانی طب کے ارکان، مزاج، اخلاط، اعضاء، ارواح اور قوی پر تبصرہ کر دیا۔ اسی طرح جراثیم تھیوری، ہومیوپیتھی کے تمام اعتراض کر دیئے اور ہومیوپیتھی کے فلسفہ پیدائش امراض کو قیاسی اور وہمی شے قرار دے دیا گیا۔

نتیجہ دونوں صورتوں میں خراب ظاہر ہوا۔ ایک طرف تو نظریہ صاف ہو کر لوگوں کے سامنے نہ آیا اور دوسری طرف دیگر طریق علاج پر غلط تنقید کر دی گئی جب یہ تسلیم کیا گیا کہ ہر طریق علاج میں شفا ہے اور ہر ایک اپنے اندر ایک سچائی رکھتا ہے۔

اور سب ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو سکتے ہیں تو پھر ان سب کی برائیاں پیش کرنے کے کیا معنی ہیں۔

چاہئے تو یہ تھا کہ تمام طریقہ ہائے علاج کی وہ خوبیاں بیان کر دی جاتیں جن کی وجہ سے شفا حاصل ہوتی ہے اور سب کی قدر مشترک کو واضح کر دیا جاتا جس طرح ایک حقیقت کو تسلیم کر کے نظر انداز کر دیا گیا۔ بعینہ دیگر طریق علاج کو بغیر کسی نظریہ اور اصول کے برا بھلا کہہ دیا گیا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلیات طب جدید میں جس قدر مضامین دیگر طبوں پر تنقید کے طور پر لکھے ہوئے ہیں وہ بالکل غلط ہیں اور ان میں کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ وہ تمام تبصرہ اصولی اور قاعدے کی رو سے نہیں ہے بلکہ جذبات کے ماتحت کیا گیا ہے۔ سائنس اور فن میں جذبات اور عقائد بے معنی باتیں ہیں۔

طب جدید کی رکاوٹ میں ایک بات اور نقصان کا باعث ہوئی۔ وہ یہ کہ نظریہ افعال الاعضاء تو پیش کر دیا گیا مگر اس کے تحت عمل کر کے نہیں دکھایا گیا۔ مثلاً موجد طب جدید نے کم و بیش تمام ضروری امراض پر تحقیق فرمائی ہے۔ انہوں نے امراض کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اگرچہ یہ تقسیم بھی اچھی مگر غلط ہے۔ انہوں نے کتاب الاوجاع میں تمام دردوں کو بیان کر دیا ہے لیکن شروع سے آخر تک کسی بھی درد کو دیکھا جائے تو کسی ایک کو بھی افعال الاعضاء کے مطابق بیان نہیں کیا گیا۔ بالکل یونانی اور ڈاکٹری کتب کی نقل ہے۔ کہیں بھی پتہ نہیں چلتا کہ فلاں درد کس عضو کی افراط کے ساتھ ہوتا ہے یا تفریط کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ درد سر کے بیان میں دو قسم کے درد بیان کئے ہیں۔ ایک دموی اور دوسرا عصبی یہ تقسیم بھی غلط ہے۔ دموی درد کبھی حرارت کی زیادتی سے ہوتا ہے اور کبھی خون کے دباؤ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح عصبی درد بھی کبھی حرارت کی زیادتی سے ہوتا ہے اور کبھی برودت کی زیادتی سے

ظاہر ہوتا ہے اور یہ صورتیں ان کی تقسیم میں داخل نہیں ہوتیں۔ اسی طرح حمیات اور اورام وغیرہ پر بھی جہاں اپنی تحقیق کا ذکر کیا ہے وہاں پر کہیں بھی یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ فلاں عضو کی کمی یا بیشی سے یہ امراض یا علامات پیدا ہوتے ہیں۔ بالکل یہی صورت ادویات پر بھی برتی گئی ہے۔ آپ نے کم و بیش ایک سو ادویات پر تحقیق فرمائی ہے مگر کسی دوا میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ فلاں دوا سے فلاں اعضاء کے افعال میں افراط اور فلاں میں تفریط واقع ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں میری تالیف تحقیق الادویہ دستاذ الاطباء کا مطالعہ کریں۔

اسی طرح موجد طب جدید نے کوئی دو صد کے قریب مجربات اور مرکبات دنیائے طب کو دیئے۔ مگر ایک بھی مجرب نسخہ یا مرکب ایسا نہیں لکھا جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ اس سے فلاں عضو کے فعل میں تیزی یا کمی ہوتی ہے یا فلاں فلاں عضو کے فعل کی کمی یا زیادتی میں ان کو برتا جائے۔ بالکل اسی قسم کے خواص اور تاثرات لکھے ہوئے ہیں جیسے ایورویدک، یونانی اور ڈاکٹری میں مجربات، مرکبات اور ادویات لکھی ہوئی ہیں۔ البتہ ان طریق علاج میں کہیں یہ تخصیص پائی جاتی ہے کہ فلاں روح بڑھ جاتا ہے یا گھٹ جاتا ہے۔ یا فلاں فلاں اخلاط درست ہو جاتے ہیں یا فلاں قسم کے جراثیم مر جاتے ہیں۔ لیکن ان کے خواص الادویہ میں کہیں بھی یہ نہیں پایا جاتا کہ یہ ادویات اور مجربات فلاں عضو کے فعل میں فلاں قسم کا اثر کرتے ہیں۔ تفصیل کے لئے کتاب "سوانح حیات موجد طب جدید معہ تمام زندگی کے مجربات و مرکبات" دیکھیں۔ چونکہ ان کے کام پر تنقید و تبصرہ بہت طوالت کا باعث ہو گا۔ ہم نے مختصر اشارے کر دیئے ہیں۔ تفصیل کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

اب ہم ان کے نظریہ افعال الاعضاء کے حسن و قبح پر بحث کرتے ہیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ علاج میں "نظریہ افعال الاعضاء" ایک بالکل جدید نظریہ ہے۔

جو کہ ہزار سالہ طبی تاریخ میں پہلی بار پیش کیا گیا۔ اس سے قبل علاج الامراض میں تشخیص کے لئے کیمیاوی اسباب کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ کوئی طریق علاج دوش و اخلاط کو مرض کا سبب واسطہ تسلیم کرتا ہے اور کوئی طریق علاج جراثیم و زہر اور بیرونی مواد کو امراض کا سبب واسطہ قرار دیتا ہے۔ مگر آج تک کسی بھی طریق علاج نے کیمیاوی اسباب سے ہٹ کر مشینی اسباب کی طرف رجوع نہیں کیا بلکہ یہ شرف صرف حکیم احمد الدین صاحب موجد طب جدید کو حاصل ہے کہ انہوں نے ہزاروں سال کے فن طب اور اس کی تاریخ سے ہٹ کر دنیا کے سامنے ایک بالکل نیا نظریہ پیش کیا۔ اگرچہ اپنے زمانے میں وہ اس نظریہ کی مکمل تشریح اور وضاحت تو نہیں کر سکے۔ لیکن ان کے بعد ان کے قابل شاگردوں نے اس نظریہ کو درست کر کے تشریح اور وضاحت کے ساتھ دنیائے طب کے سامنے پیش کیا جس سے دنیائے طب میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔

نظریہ افعال الاعضاء

حکیم احمد الدین صاحب، موجد طب جدید کا نظریہ افعال الاعضاء کی حقیقت یہ ہے کہ ہر مرض اعضاء کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے اور کیمیاوی تغیرات بعد میں پیدا ہوتے ہیں۔ جب تک جسم میں کوئی عضو نہ بگڑے جسم میں نہ کوئی مرض پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی جسم میں کیمیاوی تبدیلیاں عمل میں آتی ہیں۔ ان کے نظریہ کے مطابق اعضاء میں دو قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اول کسی عضو کے فعل میں تیزی آ جائے اس کو افراط کا نام دیتے ہیں۔ دوسرے کسی عضو کے فعل میں سستی واقع ہو جائے اس کو تفریط کا نام دیتے ہیں۔ اس افراط و تفریط کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں یعنی خون میں کوئی خرابی ہو یا بیرونی اثرات کوئی سبب بن جائیں۔ بہرحال اعضاء میں افراط و تفریط واقع ہونے

پر ہی جسم میں کسی مرض کے پیدا ہونے کی صورت ہوگی۔ البتہ جب کسی عضو میں افراط ہوگی تو خون کا دوران اس مرض کی طرف زیادہ ہوگا اور جب تفریط کی صورت ہوگی تو خون کے دوران کی اس طرف کمی ہوگی۔

علاج کی صورت میں انہوں نے فرمایا ہے کہ اس عضو کے فعل کو اعتدال پر لاؤ یعنی اس میں افراط و تفریط باقی نہ رہے۔ اس کی صورت یہ بیان کی ہے کہ عضو میں افراط ہے تو خون کے دوران کو اس طرف سے کم کیا جائے اور جس عضو میں تفریط ہو تو وہاں پر دوران خون کو تیز کیا جائے۔ اگرچہ انہوں نے اس نظریہ کے مطابق سوائے درد سر کے کسی مرض کا علاج بیان نہیں کیا۔ کرکے نہیں دیکھا۔ درد سر میں بھی ایک مجمل سا ذکر کیا ہے۔ کسی مخصوص درد سر کا ذکر نہیں کیا۔ یعنی فلاں درد سر دماغ کے فلاں حصہ یا عضو کے افراط سے ہوتا ہے اور فلاں درد سر تفریط سے ہوتا ہے۔

بہر حال ہمارے پاس ان کا ایک نظریہ موجود ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ کوئی محقق ایک نظریہ پیش کرنے کے بعد ضروری نہیں کہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ اس نظریہ کے ذریعے تمام نظریات پر پوری طرح حاوی ہو جائے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے (مجھے عرصہ دس سال تک ان کا قرب حاصل رہا) انہوں نے کبھی بھی اپنے نظریہ کے مطابق کامیاب علاج نہیں کیا اور وہ کبھی بھی اپنے نظریہ سے مطمئن نہیں ہوئے۔ اول اول ان کا طریق علاج مجرباتی تھا یعنی فلاں مرض کے لئے فلاں دوا استعمال کرا دی جائے۔ جب اس طرح ان کو کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے ہومیوپیتھک علاج شروع کر دیا اور آخر عمر تک ہومیوپیتھک علاج ہی کرتے رہے اور بالکل ہومیوپیتھی کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے علامات کو سامنے رکھ کر علاج کرتے رہے۔ انہوں نے کئی بار یہ کوشش کی کہ ہومیوپیتھی کی علامات کو بالاعضاء لکھا جائے۔ مگر وہ اس صورت میں بھی کامیاب نہیں ہوئے۔ اور طب جدید کا نظریہ افعال الاعضاء بس ایک نظریہ

تک ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

بعد میں ان کے دوستوں اور شاگردوں نے نظریہ اور تجربات کو اپنے سینہ سے لگائے رکھا اور آج بھی لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن تمام دوست اور شاگرد ایک جیسے نہیں ہوتے۔ بعض نے اس فن کو تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی۔ بعض نے موجد طب جدید کے اصولوں پر کتب لکھیں اور بعض نے اپنی کوشش سے جماعت میں زندگی کی روح پھونکنے کی جدوجہد کی۔ اور بعض کسی نہ کسی رنگ میں مرکز قائم کر کے کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے حکیم صاحب کا نام اور تجربات بیچ کر اپنا روزگار چلاتے رہے اور ایسے بھی تھے جنہوں نے فن کی تجدید و اصلاح میں اپنے آپ کو غرق کر دیا اور زمانے کے حوادثات میں گر کر دکھ اٹھاتے رہے مگر خدمت فن کو ایک منٹ کے لئے بھی نظرانداز نہیں کیا۔ خیر موجد طب جدید کے دوستوں اور شاگردوں میں ایک میری ذات بھی تھی جس نے فن کو ہمیشہ فن کی حیثیت سے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ کبھی عقیدتاً یا تجارتی حیثیت سے قبول نہیں کیا۔ جہاں کہیں فن میں خامی نظر آئی یا مجھ میں نہ بیٹھی تو اس کو سمجھنے کی پوری کوشش کی اور جب تک یقین نہ ہو جاتا اس کو دماغ میں جگہ نہ دی۔

حکیم احمد الدین موجد طب جدید کے زمانے میں اس کو سمجھنے اور سمجھانے کی صورت میں میرے اور ان کے درمیان اکثر اختلاف ہو جاتا اور کئی کئی گھنٹے بحث و تمحیص جاری رہتی۔ اکثر سمجھنے میں ناکامی ہوتی۔ دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتا کہ شاید پوری طرح میں نے اس نظریہ کو نہ سمجھا ہو۔ لیکن دوسرے دوست میرے جتنا بھی اس فن کو نہ سمجھے تھے۔ خیر موجد طب جدید کی وفات کے بعد انجمن خادم الحکمت کا بوجھ زیادہ تر مجھ پر آن پڑا۔ جماعتی اور علمی دونوں قسم کی تنظیم کے فرائض مجھ پر ڈال دیئے گئے۔ جہاں تک طب جدید کا تعلق تھا مجھے اس میں تسلی نہ تھی۔

اپنے فرائض کا احساس کرتے ہوئے جو مجھ پر ڈال دیئے گئے تھے یعنی تعلیم میرے ذمہ تھی اور ممبران کے اکثر سوالوں کے جواب مجھے دینے پڑتے تھے آخر خیال کیا کہ حکیم صاحب مرحوم کے لٹریچر کا بھی بغور مطالعہ کیا جائے۔ ان کے نظریہ اور اس سلسلہ کے طبی لٹریچر کا میں نے بغور مطالعہ کیا اور اس کی روشنی میں ان کی سوانح حیات لکھی اور اس میں ان کا نظام طب بھی لکھا۔ لیکن مجھے تسلی نہ ہوئی۔ کئی سال تک طب جدید پڑھاتا رہا اور کافی مدت تک تبصرۃ الاطبا اور خادم الحکمت کا ایڈیٹر بھی رہا۔ مگر دل کو پوری طرح تسلی نہ ہوئی۔ عام طور پر مجھے ذیل کے شکوک بے چین کر دیتے تھے۔

طب جدید پر شکوک

۱۔ طب جدید اگر تمام طریق علاج سے بہتر ہے تو اس طریق علاج میں شفا باقی طریق علاج سے زیادہ ہونی چاہئے۔

۲۔ دنیا میں جس قدر طریق علاج ہیں وہ سب ظنی ہیں اور یہی صورت طب جدید میں بھی پائی جاتی ہے۔

۳۔ علاج میں کمال یہ ہے کہ تشخیص اور علاج میں یقینی صورت ہو جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں۔

اس قسم کے اعتراض مجھے مرجد طب جدید کے زمانے میں بھی تھے اور بعد میں بھی رہے پھر ایک وقت ایسا آگیا کہ میں نے ارادہ کر لیا کہ مجھے علاج معالجہ کا دھندا چھوڑ کر کوئی اور کاروبار کر لینا چاہئے۔ کیونکہ غیر یقینی حالات میں کسی کام کو کرنا گناہ ہے۔ باوجودیکہ مجھے ایورویدک۔ طب یونانی۔ ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی پر کافی حد تک عبور حاصل تھا۔ لیکن علاج میں تسلی اور یقینی صورت قائم نہ تھی۔ اس لئے دل اکثر پراگندہ رہتا تھا کہ طب جدید پر مجھے بہت سے اعتراض تھے جن میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں:۔

طب جدید پر چند اعتراض

۱- موجد طب جدید فرماتے ہیں کہ افعال الاعضاء کی خرابی کے بغیر کوئی مرض پیدا نہیں ہوتا۔ مگر شیخ الرئیس نے ایسے امراض بھی لکھے ہیں جو سوئے مزاجات پیدا ہوتے ہیں جن میں اعضاء کے افعال میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا جیسے سوئے مزاج معدہ و جگر اور دل وغیرہ ہیں۔ ان میں صرف ان اعضاء میں کیفیاتی اور نفسیاتی اثر ہو جاتا ہے۔ لیکن اعضاء کے افعال بہت حد تک درست رہتے ہیں۔

۲- اگر اعضاء کی خرابی صرف دو ہی صورتیں افراط و تفریط ہیں تو ہر عضو کے صرف دو ہی مرض ہونے چاہئیں۔ ایک تیزی کا مرض جس میں عضو کا فعل تیز ہو اور دوران خون اس طرف زیادہ ہو۔ دوسرے کمی کا مرض جس میں عضو کا فعل سست ہو اور دوران خون بہت کم ہو گیا ہو۔ اگر حقیقت اور شدت یا حاد اور مزمن کی صورتیں بھی رکھی جائیں تو دو کی بجائے ایک عضو کے چار مرض ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس طرح تمام امراض ایک عضو کے ساتھ بیان نہیں ہو سکتے۔ مثلاً اگر اسہال امعاء کی تیزی میں اور قبض کو امعاء کی سستی میں شمار کریں تو ورم امعاء کو کس صورت میں شمار کریں گے۔ جبکہ اس مرض میں کبھی قبض ہوتا ہے اور کبھی اسہال۔ دبیے ورم امعاء آنتوں کی تیزی کا مرض ہے۔

اسی طرح درد امعاء اور حمی امعائی میں جن میں سوزش ہوتی ہے۔ امعاء کے فعل میں تیزی ہوتی ہے۔ مگر قبض ہوتا ہے اور سب سے عجیب صورت ضعف امعاء کی ہے جس میں امعاء کی طرف خون کی کمی ہوتی ہے۔ مگر ہر گھڑی پاخانہ کی کیفیت قائم رہتی ہے۔ اسی طرح معدہ و مثانہ اور شش کے امراض پر غور کریں۔ ان سے بڑھ کر اعضائے رئیسہ دل، دماغ اور جگر ہیں جن کے امراض صرف عضو کے افراط و تفریط میں ختم نہیں ہوتے۔ اطالت کی وجہ سے تفصیل کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

۴۔ بعض امراض ایسے ہیں جن میں اعضاء کے فعل میں تیزی ہوتی ہے۔ مگر علاج میں ان کے افعال کو سست کرنے کی بجائے اور زیادہ تیز کرتے ہیں جیسے میعادی، ملیریا اور نمونیا وغیرہ ان میں معدہ، جگر اور پھیپھڑوں کے افعال بہت تیز ہوتے ہیں ہم ان میں جو ادویات استعمال کرتے ہیں وہ ان کے افعال کو اور بھی زیادہ تیز کر دیتی ہیں۔ مثلاً میعادی میں مرچ، ملیریا میں کونین اور نمونیا میں برانڈی وغیرہ۔

۵۔ مزاج کی دو صورتوں کی وجہ سے ہمیں ادویات بھی دو قسم کی چاہئیں۔ ایک عضو کے فعل کو تیز کرنے والی اور دوسری اس کے فعل کو سست کرنے والی۔ مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اس عضو کے ہر مرض کے لئے الگ الگ دوا استعمال کرتے ہیں۔ اسی قسم کے اور بہت سے اعتراض ہیں جن کا جواب طب جدید کے پاس نہیں ہے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ ہر عضو کے افعال کی صرف دو ہی صورتیں نہیں ہیں اگر کیفیات کو بھی دیکھا جائے تو ہر عضو میں کبھی گرمی زیادہ ہوگی اور کبھی سردی اور اسی طرح کبھی خشکی زیادہ ہوگی اور کبھی تری بڑھی ہوئی نظر آئے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر عضو کے افعال کی دو سے زائد صورتیں ہیں۔ اگر ہم نفسیاتی اثرات کے ماتحت دیکھیں تو بھی ہر عضو کے افعال کی دو صورتیں نظر آئیں گی۔ کون نہیں جانتا کہ مسرت، لذت، غصہ، غم، خوف اور ندامت وغیرہ جذبات ہیں جسم انسان میں حرارت، کیفیات طاری ہوتی ہیں جن کا ہر حال میں اعضاء پر اثر پڑتا ہے۔

اسی طرح اگر جراثیم کو لیا جائے تو بے شمار اقسام کے جراثیم تحقیق ہو چکے ہیں اور ہر ایک کیفیت ایک ہی عضو پر جدا جدا نظر آتی ہے سب سے بڑھ کر یہ موسیقی کی علامات ہیں جو ایک ہی عضو پر پیدا ہو کر اختلافات سے ظاہر ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

طب جسم پر کیا منحصر ہے دنیا بھر کے تمام طریق علاج کا بہت ہی دقیق مطالعہ کیا۔ تقریباً عرصہ بیس سال سے زیادہ ان سب میں گہری دلچسپی سے تحقیق کا سلسلہ

جاری رکھا مگر حقیقت اور یقینی صورت کہیں بھی پیدا نہیں ہوئی آخر دل نے فیصلہ کر لیا کہ چونکہ تمام طریق علاج ظنی ہیں اس لئے اس ناجائز صورت سے پیٹ پالنا دھوکا کرنا گناہ ہے۔

جیسا کہ میں اس سے قبل لکھ چکا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے عزت عطا فرما اور اپنی ہدایت سے مجھے اندھیرے سے نکال کر نور کی طرف رہنمائی فرما۔ خداوند کریم کی مہربانی ہوئی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد دوران علاج اور مطالعہ میں چند انکشافات عمل میں آئے جن کو میں نے بنیاد بنا کر ان پر از سر نو تحقیق کا کام شروع کر دیا۔ مجھے امید کی کرن نظر آئی۔ کام جاری رکھا رفتہ رفتہ ایک یقینی نظام علاج پیدا ہونا شروع ہوا۔ تحقیق میں میرا میدان تمام طریق علاج سے الگ تھا اس لئے مجھے اپنی رہنمائی کے لئے کتب سے زیادہ غور و فکر کرنا پڑتا تھا۔ بہر حال میرے سامنے ایک واضح روشنی آنا شروع ہو گئی اور ایک جدید فن علاج سامنے آتا گیا۔ میرا کام جاری رہا۔ شروع میں مجھے کچھ ناکامیاں بھی ہوئیں۔ لیکن رفتہ رفتہ میرے تصورات تصدیق میں تبدیل ہونے شروع ہو گئے۔ عرصہ پندرہ سولہ سال کی محنت سے میرے سامنے ایک مکمل اور یقینی طریقہ علاج قائم ہو گیا۔ ابتدا میں اپنے دوستوں اور جماعت کے سرکردہ ممبران سے میں نے اپنی تحقیقات اور نئی معلومات کا ذکر کیا۔ مگر اکثر نے اس طرف توجہ نہیں دی اور بہت سے دوستوں اور ممبران نے برا منایا کہ میں نے طب جدید اور اس کے اقوال پر تنقید شروع کر دی ہے۔ لیکن میرے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی یہاں تک کہ میرا کام ختم ہو گیا اب میں مسرت اور فخر سے رفقاء کی خاطر آپ کے سامنے اپنا نیا نظریہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ جو دوست کسی بات کو دریافت کرنا چاہیں ان کو ہر طرح سے مکمل آزادی ہے۔ وہ خوشی سے دریافت کر سکتے ہیں اور جب تک ان کی تسلی نہ ہو

بار بار دریافت کرسکتے ہیں۔

نیا نظریہ بیان کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایس منظر بیان کروں جس کی شدید تحریک نے مجھے نہ تھکنے والی جدوجہد کرنے پر مجبور رکھا اور خداوند کریم کی نوازش سے مجھے یہ نعمت اور دولت حاصل ہوئی جس سے انشاء اللہ قیامت تک دنیا مستفید ہوتی رہے گی۔ صرف فن علاج ہی نہیں بلکہ کئی اور فنون میں بھی اس نظریہ سے انقلاب پیدا ہو جائے گا جیسے نفسیات، خواص الاشیار، تعلیم، ادب، رنگوں کے اثرات، اخلاقیات اور معاشیات وغیرہ وغیرہ۔

جن دنوں میں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو ذہن میں یہ جذبہ پایا جاتا تھا کہ فن علاج کی تعلیم انتہا تک حاصل کروں گا تاکہ بہت بڑا معالج بن سکوں۔ طب کی تعلیم ختم کرنے کے بعد جب عملی زندگی میں قدم رکھا اور علاج معالجہ شروع کیا تو باوجود انتہائی تعلیم کے علاج کرنے میں تسلی نہ ہوئی اور اکثر ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔ دل یہ چاہتا تھا کہ مریض کو دیکھنے کے بعد اس کے مرض کا پوری طرح علم ہو جائے اور جو دوا دی جائے اس کا یقینی اثر ہو۔ مگر ایسا نہیں ہوتا تھا۔ ابتدا میں اکثر انگریزی ادویات استعمال کی جاتی تھیں۔ کیونکہ میرے خاندان میں میرے تمام بزرگ اکثر انگریزی ادویات استعمال کرتے تھے۔ جب ان سے شفا میں یقینی صورت پیدا نہ ہوئی تو آیورویدک اور یونانی ادویات برتنے کی کوشش کی جاتی۔ مگر نتیجہ تسلی بخش پھر بھی نہ ہوا۔ تو ہومیوپیتھی۔ ہائیڈروپیتھی اور بایوکیمک تمام چھوٹی بڑی طبوں کی طرف رجوع کرنا پڑا تاکہ علاج میں نتیجہ دو اور دو چار کی طرح ظاہر ہو۔ مگر حقیقی کامیابی نصیب نہ ہوئی وقتی طور پر بعض اوقات کسی پیچیدہ مریض پر کامیابی ہو بھی جاتی تو دل کو یقین نہ آتا کیونکہ میرے سامنے کوئی اصول نہیں تھا۔ ایسی کامیابی بے معنی معلوم ہوتی تھی اس پر مجھے کوئی خوشی نہ ہوتی۔ البتہ ان حالات میں میری جدوجہد ضرور بڑھ جاتی۔

چار سال اسی طرح گزر گئے۔ اپنی ناکامیوں کو یہ کہہ کر چھپاتے رہے کہ ابھی فن پر پوری طرح عبور حاصل نہیں ہوا۔ چار سال کے بعد اچانک حکیم احمد الدین صاحب موجد طب جدید کا کچھ لٹریچر ہاتھ لگا۔ مطالعہ کیا۔ اگرچہ فنی طور پر اس کی حقیقت سے آگاہ نہ تھا۔ تاہم وہ پسند آیا۔ مزید جس قدر لٹریچر دستیاب ہو سکا منگوا کر مطالعہ کیا۔ میرا شوق مجھے ملتان سے لاہور لے آیا۔ عرصہ دس سال تک انجمن خادم الحکمت کے ساتھ گزارے۔ خوب قریب سے موجد طب جدید کا مطالعہ کیا۔ مگر تسلی نہ ہوئی۔ ان سے ہمیشہ میری یہ بحث رہتی کہ جب طب جدید سب سے بہتر طب ہے تو اس میں شفا بھی دیگر طبوں سے زیادہ ہونی چاہئے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ ہمارے طریقہ علاج اور دیگر طریق علاج میں ظاہرہ کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ موجد طب جدید کو خود تسلی نہ تھی۔ اس لئے کوئی گول مول جواب دے دینے میں احتراماً خاموش ہو جاتا۔ مجھے یہ لگن لگی ہوئی تھی کہ جب تک تشخیص اور علاج میں یقینی صورت پیدا نہ ہو اس وقت تک یہ علاج نہیں ہے بلکہ مریض پر ظلم ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس دوران میں تمام طریق علاج کے بہترین مجربات اکٹھے کئے اور ایسے یقینی مجربات جو بعض اوقات حیرت انگیز نتائج پیدا کرتے۔ مگر دل کو تسلی نہ ہوتی کیونکہ اول تو ان کا کوئی اصول نہ تھا اور دوسرے بعض اوقات وہی مجربات ایسے ناکام ہوتے کہ جیسے وہ دوائیں نہیں ہیں بلکہ صرف خاک و دھول ہیں۔ یہاں تک کہ سونا اور سونے کی طرح قیمتی ادویات بھی راکھ سے زیادہ وقعت نہ رکھتے۔

خیر اس پس منظر نے مجھے ہمیشہ بے چین اور بے قرار رکھا۔ اس وجہ سے مجھے کسی بھی طریق علاج پر یقین نہ رہا اور نہ ہی کسی مجرب دوا سے مجھے تسلی ہوئی۔ آخر میں اس مقام پر آ پہنچا کہ میں نے ارادہ کر لیا میں اس فن علاج کو چھوڑ دوں جیسا کہ میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔

اتفاقی امر ہے کہ اسی دوران مجھے ہیضہ کے چند مریضوں کا علاج کرنے کا اتفاق ہوا جن میں کچھ ایسے بھی تھے جن کی امید حیات ختم ہو چکی تھی میں نے اپنے بہترین تجربات سے علاج کیا تمام کے تمام مریض تندرست ہو گئے۔ بے حد خوشی ہوئی۔ مگر جب اصول شفا پر غور کیا تو خاک بھی سمجھ میں نہ آیا۔ اور دل پھر رنجیدہ ہو گیا۔ میں نے مرض ہیضہ اور اس کے علاج اور ادویات پھر سے تحقیق شروع کر دی مجھے دور روشنی کی شعاعیں چمکتی ہوئی نظر آئیں۔ میں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں وہ شعاعیں امید بن کر سامنے آنے لگیں۔ رفتہ رفتہ ایسی صورت پیدا ہو گئی کہ میرے سامنے چند بنیادی اصول نمودار ہو گئے۔ میں نے ان کی اساس پر اپنے کام کو اور تیز کر دیا۔ مجھے روز بروز علاج اور تشخیص میں کامیابی حاصل ہوتی گئی اور اب میری مسرتوں کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ اب مجھے علاج کرنے میں تسکین حاصل ہوتی تھی اور تحقیقات میں بے انتہا لطف آتا تھا۔ اس طرح وقت گزرتا گیا روز بروز نئے نئے نتائج پیدا ہوتے گئے اور کامیابی قریب سے قریب تر ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ چند سالوں میں اپنی تحقیقات کا کام ختم کر لیا۔ لیکن اس خیال سے کہ کہیں میری تحقیقات میں کوئی غلطی ہو گئی ہو۔ مزید مختلف زاویہ نگاہ سے تحقیق شروع کی جس میں ایک پہلو یہ تھا کہ سچائی ایک ایسا مقام ہے کہ جو ہر حقیقت کی تصدیق کرتی ہے۔ یعنی دیگر طریق علاج کی حقیقتیں کیا میری سچائی کی تصدیق کرتی ہیں۔ مجھے یہ معلوم کر کے از حد مسرت ہوئی کہ ایورویدک۔ طب یونانی۔ ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی وغیرہ تمام طریق علاج کی سچائیاں میری تحقیقات کی تصدیق کرتی تھیں۔ اس کے بعد مفید قدم میں نے یہ اٹھایا کہ اپنی تحقیقات کا اپنے قریبی دوستوں اور شاگردوں سے ذکر کرنا شروع کر دیا تاکہ ان کو سمجھا سکوں اور وہ اس پر مختلف زاویہ نگاہ سے اعتراض کریں۔ بعض دوستوں نے اس کی پرواہ ہی نہ کی۔ بعض نے برا منایا کہ موجودہ طب جدید پر کیوں اعتراض کئے گئے ہیں۔ بعض جن

دوستوں نے تو ہمدردی انہوں نے اس طریق علاج کو نہ صرف پسند کیا بلکہ اس کے شیدائی ہو گئے۔ اس بحث و تمحیص سے یہ فائدہ پہنچا کہ نیا طریق علاج نکھر کر سامنے آگیا اور ہر قسم کے اعتراضات کے تسلی بخش جواب سامنے آگئے۔

اب میں اپنی زندگی کے پچاسویں سال کی منزل میں ہوں اور تقریباً تیس سال اس فن کی خدمت اور تحقیق میں صرف کئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس قابل کیا ہے کہ فن علاج کی سربلندی کے لئے اس کو عوام کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اب کسی بھی اہل علم اور ماہرین کو اس کے کسی اصول یا جزو پر اعتراض ہو تو ان کو اجازت ہے کہ وہ اپنی تسلی کر لیں۔ اور ساتھ ہی تمام دنیا کے اہل علم اور ماہرین فن کو چیلنج ہے کہ وہ ایسا یقینی۔ مختصر اور عام فہم طریق علاج پیش کریں۔

یہ بیان کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اپنے علاج کو دیگر طریق علاج سے انطباق کے دوران میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایورویدک اور یونانی طریق علاج جن بھی اصولوں پر قائم کئے گئے وہ بالکل صحیح اور حقیقت کے مطابق ہیں۔ مگر ان پر صحیح معنوں میں عمل کرنے والے کم نظر آتے ہیں اور وہ بھی اصول کی بجائے اکثر تجربات سے علاج کرتے ہیں۔ اس لئے کہنا پڑے گا کہ ان سے صحیح اور حقیقی عاملین تقریباً ختم ہو گئے ہیں۔ جہاں تک ایلوپیتھی کے نظریہ جراثیم کا تعلق ہے وہ تشخیص اور علاج الامراض میں ناکام ہے۔ البتہ صرف اس حد تک مفید ہے کہ دافع زہر کے لئے دافع زہر اشیا کا استعمال کیا جائے۔ لیکن جرم کش ادویہ سے [illegible] علاج مشکل ہے۔

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسباب بادیہ اور اسباب سابقہ کی صورت میں جراثیم انسان کے جسم میں افعال کو بگاڑ کر امراض پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کا علاج صرف جراثیم کش ادویات استعمال کرنا کافی نہیں جب تک وہ اعتقاد درست نہ ہوں، جراثیم انسان کا زہر جسم سے خارج نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر مختلف ناکام ہیں.

سے صحیح جراثیم کش ادویات استعمال کرنے کے باوجود ضرورت کے مطابق مسہل، ملین
ملاء معرق، مقئی اور مقوی ادویات بھی استعمال کرنی پڑتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ
موجودہ جراثیم کش ادویات سے ان کو کبھی بھی کامیابی نہیں ہو سکتی

پہلے یہ بات بھی جان لینا چاہیئے کہ جسم انسانی میں قدرتی جراثیم کش حرارت
بنتی ہے۔ اس لئے طبیعت مدبرہ بدن فوراً جسم میں حرارت کو تیز کر کے بخار کی صورت
پیدا کر دیتا ہے۔ جو ادویہ بھی حرارت جسم کو بڑھاتی ہیں وہ سب کی سب جراثیم کش
ہیں جیسے ہیں سے پارہ۔ گندھک۔ آیوڈم اور جرمنی اشیاء وغیرہ تمام جسم میں
حرارت کو بڑھا دیتی ہیں۔ پنسلین بھی اسی قسم کی ادویات میں سے ایک ہے جس کے
استعمال سے فوراً جسم کی حرارت بڑھ جاتی ہے اور جراثیم کا قلع قمع ہونا شروع
ہو جاتا ہے اور سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ حرارت جسم میں جگر کی تیزی
سے پیدا ہوتی ہے اور تمام حرارت پیدا کرنے والی اشیاء جگر کے فعل کو تیز
کرتی ہیں۔ جہاں جسم میں حرارت کی مقدار بڑھی اور فوراً جراثیم مرنے شروع ہو گئے
یہاں یہ تخصیص نہیں رہتی کہ نزلہ زکام، کھانسی، نمونیہ، ٹائیفائیڈ اور ملیریا کے لئے جدا
جدا جراثیم کش ادویات استعمال کی جائیں۔ اول تو قدرت خود جسم میں بخار پیدا کر کے
جراثیم کو فنا کر دیتی ہے۔ نہیں تو ذرا سی اور حرارت کی مدد سے جو جگر کے فعل میں
تیزی سے پیدا ہوتی ہے ہر قسم کے جراثیم فنا ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ بخار کوئی مرض نہیں ہے بلکہ ایک علامت ہے جو ظاہر کرتی
ہے کہ جسم میں حرارت غریزیہ کی کمی واقع ہو گئی ہے۔ بخار کسی قسم کا بھی ہو بالکل
نہیں اتارنا چاہیئے بلکہ جسم میں حرارت کا اضافہ کر دینا چاہیئے بخار خود بخود اتر جائے
گا۔ لیکن نا اہل ڈاکٹر فیبر مکسچر استعمال کرا کے مریض کو سخت نقصان پہنچا دیتے ہیں
بعض بیوقوف تو اسپرین وغیرہ دے کر بے حد ظلم کرتے ہیں۔

ہومیو پیتھی اپنے نظریہ اور علامات کے مطابق ایک اصولی طریق علاج ہے اس طریق علاج میں ادویات کی جو علامات اکٹھی کی جاتی ہیں ان میں کیمیاوی اور کیفیاتی دونوں قسم کی علامات حاصل ہوتی ہیں۔ اگر ان علامات کا پورے طور پر مطالعہ کیا جائے تو شفا یا علاج یقینی ہو جاتا ہے۔ مگر کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ ہر دوا کی علامات پر پوری طرح عبور رکھتا ہے۔ جب کہ ان ادویہ کی تعداد سو دو سو نہیں ہے بلکہ ان کی تعداد کئی ہزاروں تک چلی جاتی ہے۔ اور پھر ایک دوسری سے ملتی جلتی بے شمار ادویات پائی جاتی ہیں۔ البتہ ان ان علامات کو چند گروپوں میں تقسیم کر لیا جائے تو پوری طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے مثلاً:۔

۱۔ ایسی علامات جو اعضاء کے افعال کے تغیر سے پیدا ہوں (۲) ایسی علامات جو جسم انسان کے کیمیاوی تغیرات میں پیدا ہوں (۳) ایسی علامات جو نفسیاتی تغیرات میں پیدا ہوں (۴) ایسی علامات جو کیفیاتی تغیرات سے پیدا ہوں (۵) امتیازی علامات (۶) رد عمل کی علامات وغیرہ ملتی جلتی تقسیم کی جا سکتی ہیں لیکن ہومیو پیتھی کو مکمل طریق علاج نہیں کہا جا سکتا۔ اس میں صرف علامات کا ذکر ہے اور بس۔ اس میں نہ علم العلاج ہے نہ علاج بالتدبیر ہے نہ ماہیت علامات نہ اصول اغذیہ۔ نہ علاج بالمعالجہ نہ جراحی اور نہ ہی بیرونی علاج وغیرہ اور جو کچھ بھی اس سلسلہ میں کیا جا رہا ہے وہ ایلوپیتھی کی نقل کی جا رہی ہے۔

بائیوکیمک اگرچہ ہومیو پیتھی سے مختلف طریق علاج ہے۔ لیکن اس کو غلط طریق سے ہومیو پیتھی کے اصولوں پر ڈھال لیا گیا ہے۔ اس لئے اس کو ہومیو پیتھی کا بچہ تصور کر لیں۔ مندرجہ بالا طریق علاج کے علاوہ باقی جتنے بھی طریق علاج دنیا میں رائج ہیں ان کو طریق علاج کا درجہ دینا اور اس میں شمار کرنا بالکل غلط ہے جیسے ہائیڈروپیتھی۔ کروموپیتھی۔ میگنیٹوپیتھی۔ آسٹیوپیتھی۔ روحانی علاج

علاج بالموسیقی اور مسمریزم وغیرہ۔

یہ تصدیقات اس لئے بیان کی گئی ہیں کہ جن دوستوں کو تحقیق کا شوق ہو وہ میری مشاقی سے فائدہ حاصل کر سکیں اور گمراہی سے بچ سکیں۔ افسوس کہ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ پانچ فیصدی بھی مشکل سے ہوگا ورنہ سینے سے ایک بحر بے کراں امنڈتا ہوا آتا ہے۔ خیر اب اپنی تحقیقات کو پیش کرتا ہوں جس پر میں نے اپنی تیس سالہ زندگی عجیب کش مکش کے ساتھ خرچ کر دی۔

جن نامساعد حالات اور مشکلات سے مجھ کو واسطہ پڑا ہے اب بھی جب میں ان کا تصور کرتا ہوں تو میرا جسم کانپ اٹھتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکمت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ کام لینا جانتے ہیں اور ہر مقصد کے لئے ضرورت کے مطابق ماحول پیدا کر دیتے ہیں۔ آج میرا دل اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور حکمت کو تسلیم کرتا ہے۔ کہاں کا کوئی فعل بھی حکمت اور حقیقت سے خالی نہیں ہے۔ اب اسی کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے میں اپنی تحقیقات اور علاج میں نئے نظریہ کو پیش کرتا ہوں۔

طبی دنیا میں عظیم انقلاب

"نظریہ مفرد اعضاء"

"SIMPLE ORGAN THEORY"

میرے نئے نظریہ کا نام "نظریہ مفرد اعضاء" (SIMPLE ORGAN THEORY) ہے۔ مفرد اعضاء سے ہماری مراد وہی قدیم طب یونانی کی تعریف ہے۔ مفرد اعضاء ایسے اعضاء کو کہتے ہیں جن کے جزو اور کل میں کوئی فرق نہ ہو یعنی جو تعریف کل پر صادق آئے وہی جزو پر بھی صادق آئے۔ مثلاً گوشت۔ پٹھے اور ہڈیاں وغیرہ۔ ان کے جزو اور کل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ماڈرن سائنس اور ایلوپیتھی میں بھی مفرد اعضاء کی اس تعریف کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق انسانی جسم چھوٹے چھوٹے حیوانی ذرات سے مل کر بنتا ہے۔ اس جاندار ذرے کو (CELL) کہتے ہیں۔ یہ بہت سے سیل مل کر بافتیں بناتے ہیں۔ اس بافت یا ساخت کو ٹشو (TISSUE) کہتے ہیں۔ جسم انسان میں یہ ٹشو کل چار اقسام کے ہوتے ہیں (۱) نروس ٹشو عصبی مادہ (۲) مسکولر ٹشو۔ لحمی مادہ (۳) ایپی تھیل ٹشو قشری مادہ اور (۴) کنکٹیو ٹشو الحاقی مادہ

گویا یہ چار قسم کے مختلف مادے ہیں جن سے انسانی جسم ترتیب پاتا ہے۔ یعنی عصبی مادہ سے تمام جسم کے اعصاب بنتے ہیں۔ لحمی مادہ سے تمام جسم کے عضلات بنتے ہیں۔ قشری مادہ سے تمام جسم کے غدد اور غشائے مخاطی بنتی ہیں۔ الحاقی مادہ سے ہڈیاں، رباط، اوتار اور رباطات تمام جسم کی بھرتی ہوتی ہے۔ گویا جسم انسان کے تمام اعضاء انہی چار مادوں سے مل کر بنے ہوتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ جسم انسان کے اندر مفرد اکائیاں یہی چار قسم کے جاندار مادے ہیں اور جو تعریف ایک قسم کے مادے پر صادق آتی ہے وہی اس کی تمام ساخت اور بناوٹ پر پوری اترتی ہے۔ اس طرح قدیم اور جدید مفرد اعضاء میں کوئی فرق نہیں ہے

چونکہ فن علاج کا تعلق جسم انسان کے ساتھ ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نیا نظریہ بیان کرنے سے قبل انتہائی اختصار کے ساتھ جسم انسان کی تشریح اور افعال بیان کر دیئے جائیں تاکہ وسیع ترعلوم کو انتہائی اختصار کے ساتھ چند سطور میں بیان کر دینا بھی اس نئے نظریہ کا اعجاز ہے۔ ورنہ آج تک کسی نے بھی اس قدر اختصار کے ساتھ تشریح الابدان اور علم افعال الاعضاء کو چند سطور میں بیان نہیں کیا

جاننا چاہیئے کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے (۱) جسم (۲) روح (۳) نفس پھر جسم انسان کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں (۱) بنیادی اعضاء (۲) حیاتی اعضاء (۳) خون۔ بنیادی اعضاء بھی تین حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں (۱) ہڈی (۲) رباط (۳) ذخیرہ یہ ایسے اعضاء ہیں جن پر انسانی جسم کی اساس قائم ہے۔ یہ تینوں الحاقی مادے کے بنے ہوئے ہیں۔ حیاتی اعضاء بھی تین ہیں (۱) اعصاب جن کا مرکز دماغ ہے (۲) عضلات جن کا مرکز دل ہے (۳) غدد جن کا مرکز جگر ہے۔ یہی تینوں اعضاء دل، دماغ اور جگر اعضائے رئیسہ کہلاتے ہیں۔ یہ چھ مفرد اعضاء ہیں جن سے جسم انسان ترتیب پاتا ہے جن میں تین مفرد اعضاء اساسی ہیں جو صرف جسم انسان کی بنیاد اور مضبوطی کا کام دیتے ہیں اور تین حیاتی اعضاء ہیں جن پر حیات انسانی کا دارومدار ہے۔ باقی مرکب اعضاء جیسے معدہ امعاء اور مثانہ وغیرہ ان ہی مفرد اعضاء سے مرکب طور پر بنے ہوئے ہیں جو ٹشوز (مادہ) جاندار ذرات (سیلز) سے مل کر بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً معدہ اساسی اور حیاتی دونوں قسم کے اعضاء سے مرکب ہے۔ گویا معدہ کے الحاقی ڈھانچے میں اعصاب، عضلات اور غدد بھی ترتیب دیئے ہوئے ہیں۔ اسلئے یہی صورت سر سے لے کر

پاؤں تک تمام اعضاء کی ہے۔ جیسے سر، آنکھ، ناک، کان، غذا اور ہوا کی نالیاں، یعنی معدہ، امعاء، مثانہ اور اعضائے مخصوصہ وغیرہ۔

اس امر سے ثابت ہوا کہ جسم انسان میں اعضائے رئیسہ کے علاوہ جس قدر بھی اعضاء ہیں جا ہے وہ شریفہ کہلاتے ہیں یا مودب کہے جاتے ہیں تمام کے تمام اعضائے رئیسہ حیاتی اعضاء اور اساسی اعضاء سے مرکب ہیں۔ یہ کوئی جدا قسم کی تخلیق یا بناوٹ نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرکب اعضاء کے افعال اپنے مختلف اعضاء کی وجہ سے مختلف ہیں اور اپنے اپنے مرکب کے تابع ہیں۔ مثلاً معدہ کے اعصاب کا تعلق دماغ سے ہے اور معدہ کے عضلات کا تعلق قلب سے ہے اور معدہ کے غدد کا تعلق جگر کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ گویا اعصاب میں اگر کوئی تحریک ہوگی تو معدہ کا عصبی حصہ بھی اس سے متاثر ہوگا۔ اسی طرح اگر قلب و جگر میں تحریکات ہوں گی تو معدہ کے وہ حصے اپنی اپنی جگہ متاثر ہوں گے۔ پھر یہی صورت جسم کے تمام مرکب اعضاء میں پائی جائے گی۔ گویا مرکب اعضاء بھی مفرد اعضاء ہیں اور ان کے افعال بھی مفرد اعضاء کے افعال ہیں

اعضاء کے افعال کے متعلق دنیا بھر کے تمام طریق علاج اس امر پر متفق ہیں کہ ہر عضو کے دو فعل ہوتے ہیں یعنی ایک فعل میں تیزی اور دوسرے فعل میں سستی۔ یعنی کسی عضو میں افراط ہوگی یا تفریط۔ لیکن تجربہ اور مشاہدہ سے پتہ چلتا ہے کہ اعضاء کی تیزی کے افعال تو صحیح ہیں لیکن اعضاء کی سستی کے افعال میں اختلاف پایا جاتا ہے یعنی سستی تو پائی جاتی ہے مگر یہ دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول ایسی سستی جس میں اعضاء کے اندر سکون پایا جاتا ہے جو سردی یا بلغم کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے اور دوسری ایسی سستی جس میں ضعف پایا جاتا ہے جو گرمی کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے۔ گویا گرمی کی شدت سے اعضاء تحلیل ہوتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہر عضو کے افعال دو نہیں بلکہ تین ہیں۔ اول تیزی جس کو

تحریک کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے سستی جس کو سکون کہا جا سکتا ہے اور تیسرے ضعف جسے تحلیل کہنا چاہئے۔ ضعف کو تحلیل کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ گرمی کی شدت سے اعضاء ایسے تحلیل ہوتے ہیں جیسے گرمی سے برف پگھلتی ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ کسی عضو کی سوزش بھی حرارت کی زیادتی سے یا تحلیل ہوتی ہے۔ سردی سے رطوبت کی زیادتی رفع نہیں ہوتی بلکہ اس میں اضافہ ہو جاتا ہے اس لئے اس شکل تحلیل کو ذہن نشین کرنا نہایت اہم ہے۔ چونکہ تحلیل کی زیادتی سے اعضاء میں ضعف واقع ہو جاتا ہے اس لئے ان کے افعال میں سستی آجاتی ہے تحلیل کی تشریح اس لئے کی گئی ہے کہ یہ ایک نئی اصطلاح ہے۔ اگرچہ معنی کے لحاظ سے قدیم ہے۔ البتہ عضو کے ایک فعل کی طرف اشارہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آئندہ ہر عضو کے افعال دو نہیں بلکہ تین ہوں گے:۔

۱۔ تحریک جو ریاح کی سوزش سے پیدا ہوتی ہے۔
۲۔ تسکین جو رطوبت اور سردی سے عمل میں آتی ہے۔
۳۔ تحلیل جو گرمی کی شدت سے ظاہر ہوتی ہے۔

ترتیب اعضاء

اعضاء کی تشریح اور افعال کو سمجھنے کے بعد ان کی جسم میں ترتیب کو ذہن نشین کرنا نہایت اہم ہے تاکہ ہم مختلف اعضاء میں اعصاب، عضلات اور غدد کی ترتیب کو سمجھ سکیں تاکہ تشخیص اور علاج میں سہولت ہو۔ ظاہری طور پر گو دماغ، دل اور جگر نمایاں طور پر جدا جدا نظر آتے ہیں لیکن ذرا غور سے دیکھا جائے تو معلوم بالکل اکٹھے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ مثلاً اگر قلب کی طرف غور کریں کہ اس کا جسم تو عضلاتی ہے لیکن اس پر ایک پردہ غشائے مخاطی کا

اور دوسرا عضلی پردہ چڑھا ہوا ہے۔ اسی طرح دماغ پر غور کریں تو اس پر عضلاتی پردہ کے ساتھ حجاب بھی چڑھا ہوا ہے اور یہی حالت جگر، گردوں اور دیگر غدد کی ہے۔ ان کے ساتھ عضلات اور اعصاب کا گہرا تعلق ہے۔

مرکب اعضاء سے متعلق پہلے ہی تحریر کیا جا چکا ہے کہ وہ سب اعصاب، عضلات اور غدد سے مرکب ہیں۔ گویا ہر عضو اپنی اپنی جگہ دل و دماغ اور جگر ہے جو اعضائے رئیسہ کا نمائندہ ہے۔

مختصر یہ ہے کہ تمام جسم انسان میں سوائے اعضائے رئیسہ کے کوئی دوسرا عضو نہیں ہے جس کی طرف دھیان کرنا ہے۔ یہی وہ اعضاء ہیں جو کشمکش حیات اور جد و جہد و بقائے انسانی میں زندگی بھر مصروف رہتے ہیں۔

جسم انسان میں مفرد اعضا کی ترتیب اور افعال

جسم انسان میں ان کی ترتیب اس طرح مقرر کی گئی ہے کہ جسم کے بیرونی طرف اعصاب پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے نیچے غدد ہیں اور غدد کے نیچے عضلات ہیں۔ جسم میں سر سے لے کر پیر تک اور اوپر سے لے کر اندر تک یہی ترتیب پائی گئی ہے۔ اعصاب کو باہر کی طرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان کا تعلق احساس کے ساتھ ہے جو حرارت کی زیادتی سے قائم رہتا ہے۔ اس کے بعد غدد اس لئے ہیں کہ وہ تمام جسم میں غذا اور رطوبت کو پہنچائیں جو وہ خون سے حاصل کرتے ہیں۔ عضلات کو سب سے نیچے اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ حرکت اور طاقت جسم میں قائم رکھیں۔ گویا تمام جسم میں احساسات اعصاب میں پیدا ہوتے ہیں جن کا مرکز دماغ ہے۔ تمام جسم میں غذا اور رطوبت غدد سے پہنچتی ہے جن کا مرکز جگر ہے اور تمام جسم کی حرکات عضلات سے قائم ہیں جن کا مرکز قلب ہے۔ مثلاً ناک میں اپنی انگلی

لگتی چلی جاتی ہے جس سے فوراً چھینک آجاتی ہے اور ناک سے رطوبات خارج ہونی شروع ہوجاتی ہیں۔ مکھی کے ناک میں داخل ہونے کا احساس اعصاب کی وجہ سے ہوا۔ چھینک میں جو جسم یا سر میں حرکت پیدا ہوئی وہ عضلات کی تحریک سے ہوئی اور جو رطوبات اخراج پائیں وہ غدد سے خارج ہوئیں۔ یہ تمام عمل ترتیب مشین کی طرح سے (سسٹومیٹیکلی) ہوتا ہے۔ جس میں ہمارا بہت کم دخل ہوتا ہے۔

یہی صورت آنکھ کان، منہ اور معدہ میں قائم رہتی ہے اور یہی صورت ہمارے جسم سے باہر بھی قائم ہے مثلاً جسم پر اگر شہد کی مکھی ڈنگ مارے تو فوراً اس کے دردکا شدید احساس ہوتا ہے۔ فوراً ہمارے ہاتھ اس طرف حرکت میں آجاتے ہیں اور جسم میں فوراً رطوبت اس طرف اخراج پانا شروع ہوجاتی ہے تاکہ سوزش ختم ہوجائے جس کے نتیجہ میں اکثر سوجن ظاہر ہوجاتی ہے۔

غرض جسم کے اندر ہو یا باہر یہی نظام کام کرتا ہے۔ اسی طرح جب احساسات میں تیزی ہوجائے یا رطوبات میں زیادتی ہوجائے یا حرکات میں شدت پیدا ہوجائے تو ہم ان کو امراض میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً احساسات کی تیزی میں خارش اور درد وغیرہ پیدا ہوجاتے ہیں۔ رطوبات کی زیادتی میں نزلہ زکام بلغم ریشہ کی زیادتی اور حرکات کی زیادتی میں گھبراہٹ، دھڑکن اور بے چینی کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اعضاء کی بناوٹ، افعال اور ترتیب سمجھ لینے کے بعد یہ جاننا نہایت اہم ہے کہ ان کا آپس میں تعلق کیا ہے اور دوران خون ان میں کس طرح دورہ کرتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ ان اعضاء کے افعال میں تحریک، تحلیل اور تسکین کیسے پیدا ہوتی ہے۔ بس یہی اس طریق علاج کی جان ہے۔ اس بات کو سمجھ لینے سے تشخیص سہل ہوجاتی ہے اور علاج آسان ہوجاتا ہے کیونکہ اعضاء کے افعال ہی پر مرض اور شفا کا دارومدار قائم کیا گیا ہے۔

دوران خون

حیاتی اعضاء دماغ، جگر اور دل یعنی اعصاب، غدد اور عضلات جن کی مقامی ترتیب اس طرح بیان کی گئی ہے کہ باہر کی طرف اعصاب درمیان میں غدد اور اندر کی طرف عضلات ہیں ساتھ میں دوران خون اس طرح گردش کرتا ہے کہ دل دوران خون کو شریانوں کے ذریعے جسم میں پھیلا دیتا ہے۔ پھر عروق شعریہ کے ذریعے جسم پر ترشح پاتا ہے۔ جہاں پر اغذیہ جسم پر صرف ہوتا ہے اور جو باقی بچتا ہے وہ اپنے ساتھ اس مواد کو لے کر غدد جاذبہ کے راستے اوردہ میں پہنچ کر پھر دل کی طرف تصفیہ اور تسنیم کی خاطر روانہ ہو جاتا ہے۔ اس سارے دورہ اور چکر میں یہ امر سمجھنے کے قابل ہے کہ جب تک دل خون کو اپنے دباؤ سے روانہ نہ کرے وہ شریانوں میں نہیں جا سکتا۔ پھر جب تک عروق شعریہ جن کے سروں پر غدد ہیں۔ وہ غدد کے درمیان میں سے گزرتی ہیں اپنے اندر سے خون نہ چھوڑے وہ ترشح نہیں پا سکتا۔ اسی طرح اگر اعصاب میں تحریک نہ ہو تو بھی ترشح نہیں ہو سکتا۔

گویا اعضاء تک خون یا غذا پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ دل کا دباؤ، غدد کی کشش اور اعصاب کی تحریک قائم رہے۔ ورنہ دوران خون میں خرابی واقع ہو جائے گی۔ مثلاً دل کا دباؤ بگڑ جائے یعنی اس کے افعال میں خرابی آ جائے تو اس میں انہی تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت یعنی تحریک، تحلیل اور تسکین کی زیادتی پیدا ہو جائے گی جس سے خون کا دباؤ بڑھ جائے گا یا تحلیل سے ضعف واقع ہو جائے گا یا تسکین سے دباؤ میں کمی پیدا ہو جائے گی۔ اس طرح غدد اور اعصاب کے افعال میں خرابی واقع ہو جائے تو وہاں بھی انہی تینوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت واقع ہو جائے گی جس سے دوران خون میں خرابی نمایاں ہو جائے

گی۔ یہیں سے مرض کی صورت نمودار ہوگی۔

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اعصاب، غدد اور عضلات میں اس طرح کی خرابی واقع ہوگی تو تینوں میں کبھی بھی ایک ہی صورت پیدا نہ ہوگی بلکہ مختلف صورتیں ہونگی یعنی کسی ایک میں تحریک ہوگی تو دوسرے میں تحلیل اور تیسرے عضو میں تسکین ہوگی۔ یہ جاننا ایک اہم نکتہ ہے کہ صحت ہو یا مرض ہر صورت میں تینوں اعضاء میں تینوں حالتوں میں سے کوئی نہ کوئی حالت ضرور ہوگی۔ لیکن اس کی ترتیب اس طرح سے ہوگی کہ اگر ایک عضو میں تحریک ہے تو اس کے پیچھے کے عضو میں تحلیل ہوگی اور اس کے بعد والے عضو میں تسکین ہوگی۔

گویا یہ ایک ایسی ترتیب ہے جو ہر حال میں قائم رہے گی جیسے اعضاء کی ترتیب قائم ہے یعنی اس پر اوپر اعصاب، درمیان میں غدد اور سب سے نیچے عضلات ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ گویا ایک طرف تو اعضاء کی اپنی ترتیب قائم ہے اور دوسری طرف اعضاء کے افعال کی ترتیب قائم ہے یعنی اعضاء اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں۔ لیکن ان کے افعال ضرورت کے مطابق گردش کرتے رہتے ہیں یا ان کو گردش میں لایا جاتا ہے۔ یعنی ان کے افعال میں تبدیلی پیدا کی جا سکتی ہے۔

اب ان افعال کی تینوں حالتوں کو تینوں اعضاء پر مختلف صورتوں میں قائم کر کے دیکھیں۔ صورت اس طرح قائم رہتی ہے کہ اگر پہلے اعضاء میں تحریک ہو گی تو اس کے بعد تحلیل اور آخر میں تسکین ہوگی یعنی اگر اعصاب میں تحریک ہو گی تو غدد میں تحلیل اور عضلات میں تسکین ہوگی۔ اسی طرح اگر عضلات میں تحریک ہوگی تو اعصاب میں تحلیل اور غدد میں تسکین ہوگی۔ پھر اگر غدد میں تحریک ہوگی تو عضلات میں تحلیل اور اعصاب میں تسکین ہوگی۔ نقشہ حسب ذیل ہے:

اعصاب	غدد	عضلات
تحریک	تحلیل	تسکین
تحلیل	تسکین	تحریک
تسکین	تحریک	تحلیل

اس جدول کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں۔ ان علامات میں سے جن میں شدت پائی جائے وہی مرض ہو گا۔ لیکن اصلی مرض تمام جسم کی اس حالت کا نام ہے جو اس وقت قائم ہے۔

پیدائش مرض

اس عضوی نظام اور افعال کو سمجھنے کے بعد ہم دنیا بھر میں نظام صحت و امراض کو بالکل نئے طریق پر پیش کرتا ہے۔ نہ صرف یہ جدید نظریہ زندگی صحت تشخیص مرض اور علاج الامراض میں کمال رکھتا ہے۔ بلکہ مختصر، آسان اور یقینی بھی ہے۔ اس نظریہ میں کوشش کی گئی ہے کہ علم طب کے تمام شعبوں کو انتہائی مختصر کر دیا جائے۔ مختصر سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس علم کی اصلی اور حقیقت کو واضح طور پر سامنے لایا جائے یا ذہن نشین کرایا جائے۔ اس کے بعد اس طرح پھیلا دیا جائے جیسے ایک درخت کی جڑ سے تنے شاخیں اور پتے باہر نکل آتے ہیں۔ تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں بھی سہولت ہو اور اس پر عمل کرنے میں اس قدر آسانی پیدا ہو جائے کہ ہر مرض کی تشخیص اور علاج یقینی بن کر سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے۔

گزشتہ صفحات میں ناظرین نے دیکھ لیا کہ کلیات تشریح البدن اور

افعال الاعضاء کس قدر اختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اس میں کلی قاعدے اس طرح بیان کر دیئے گئے ہیں کہ ان کے جزیات خود بخود سامنے آجاتے ہیں اور طالب علم سے لے کر منتہی تک کسی کو سمجھنے میں دقت محسوس نہیں ہوتی اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تشخیص اور علاج کے دوران میں اتنا کچھ دماغ کے سامنے حاضر رہتا ہے جس سے کسی قسم کی غلطی کا احتمال نہیں رہتا اس کے بعد ہم علم الامراض۔ تشخیص علم العلاج اور علم الادویہ بھی اسی اختصار اور اعجاز کے ساتھ بیان کریں گے۔ ہمارے بیان سے ناظرین کے علم میں نہ صرف اضافہ ہوگا بلکہ بے حد مسرت اور بے انتہا فوائد حاصل ہوں گے،

علم الامراض اور تشخیص کے متعلق ناظرین سن کر ضرور حیران ہوں گے کہ جسم انسان میں جو اس قدر بے شمار امراض پائے جاتے ہیں وہ سب صرف ایک مرض کے تنے شاخیں اور پتے ہیں۔ اس میں کہیں کہیں پھل پھول اور کانٹے بھی نکل آتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ سب صرف ایک مرض کی علامات ہیں جو مقام اور کیفیات کے لحاظ سے بدلی ہوئی صورتوں میں نظر آتی ہیں۔ اس سے قبل کہ میں اس مرض کا نام لکھوں میں تمام دنیا کے اہل حکمار اور ڈاکٹر صاحبان کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اس ایک مرض کے علاوہ کسی اور مرض کا نام بتائیں جو جسم انسان میں پائی جاتی ہو یا اس کا جسم انسان پر قبضہ ہو جاتا ہو بلکہ یہاں تک بیان کرنے کی جرات کروں گا کہ تمام روحانی اور نفسیاتی امراض بھی اسی مرض کے تحت آجاتے ہیں یا اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس مرض کا نام ہے "نزلہ"

نزلہ

جسم انسان کے اس واحد مرض کا نام ہے "نزلہ" جس کو اطبائے قدیم

الوالا امراض کہتے ہیں۔ نزلہ کے معنی ہیں گرنا اور عام طور پر بلغم یا کسی رطوبت کا ناک اور حلق و منہ کے اندر یا باہر گرنے کو کہتے ہیں۔ بس یہی ایک مرض ہے جو جسم انسان میں پیدا ہوتا ہے اور باقی تمام امراض و علامات اس کے تحت آجاتے ہیں گویا نزلہ کو ہر مرض کی اصل اور تخم سمجھیں اور باقی امراض اور علامات کو اس سے متعلق خیال کریں۔ جن پر ہم آپ کے سامنے مکمل درخت بناکر دکھا دیتے ہیں اگر جسم انسان کا کوئی مرض یا علامت اس کے تحت نہ آئے تو ہم اپنا چیلنج واپس لینے کو تیار ہیں۔ اس کے سمجھنے کے بعد تشخیص اور علاج کے علاوہ بھی بے حد و بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔ یہ علم الامراض میں ایک زبردست تحقیق ہے۔ میں نے اپنی پچاس سالہ عمر کے تیس سال فن کی تحقیق اور خدمت میں صرف کئے جس کے بعد اللہ تعالٰے نے مجھ پر اپنی خاص مہربانی فرما کر مجھے یہ علم بخشا ہے۔ اس قسم کی میری دیگر تحقیقات نے یقیناً فن طب میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔

اب ذرا غور سے سمجھیں کہ نزلہ کس طرح دیگر امراض کی شکل اور علامات اختیار کرتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ نزلہ جب بھی کسی شخص کو ہو گا تو وہ تین صورتوں سے خالی نہ ہو گا (۱) رقیق پانی کی طرح بے تکلف بہ رہا ہو گا۔ جس میں کوئی جلن وغیرہ نہ ہو گی (۲) نزلہ ہو گا لیکن بے حد زور لگانے سے خارج ہو گا اور اس میں جلن سی پائی جائے گی (۳) نزلہ ہو گا مگر بند گویا جم گیا ہے بے حد زور لگانے سے بھی اخراج نہیں پائے گا جلن بھی نہیں ہو گی اور کبھی خارج ہوتا ہے تو بے حد گاڑھا ہوتا ہے بس نزلہ کی یہی تینوں حالتیں ہیں جو جسم انسان میں قائم رہتی ہیں۔ لیکن اس کا مقام اور صورتیں بدل جاتی ہیں۔ اس کے مقام اور صورتیں اس طرح بدلتی ہیں کہ جسم انسان میں سے جس قدر بھی مواد خارج ہوتا ہے اس کو نزلہ تصور کریں۔ خیال

پیشاب، پاخانہ اور پسینہ وغیرہ۔ ہر قسم کے مواد اور رطوبات وغیرہ اور پھر ہر ایک کی تین تین صورتیں قائم کر کے دیکھ لیں۔ تمام امراض سامنے آجائیں گے۔ مثلاً (۱) پیشاب کا زیادہ آنا۔ (۲) تنگی اور جلن سے آنا (۳) بند ہو جانا۔ اس طرح پاخانہ کا زیادہ آنا (اسہال)، تکلیف سے آنا (پیچش)، اور بند ہو جانا (قبض)، غرض جس کو بھی غور سے دیکھیں گے اس میں یہی تینوں صورتیں قائم نظر آئیں گی۔

تشریح اس کی یوں ہے کہ نزلہ کی اول صورت، اعصاب میں تحریک سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسری غدد میں تحریک سے پیدا ہوتی ہے اور تیسری عضلات میں تحریک سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی صورت باقی رطوبات پر بھی قائم رہتی ہے ایسی صورتیں کیوں ہوتی ہیں اس کو سمجھنے کے لئے ایک بار جدول پر پھر نگاہ ڈالیں اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔

جب اعصاب میں تحریک ہوگی تو غدد میں تحلیل اور عضلات میں سکون ہوگا۔ گویا اعصاب میں ہلکی سی سوزش ہے جو ریاح کی وجہ سے ہوتی ہے جس کا مقصد خون یا رطوبات کو اپنی طرف کھینچنا ہے۔ غدد میں تحلیل سے مقصد یہ ہوا کہ وہاں حرارت کی زیادتی ہے۔ جو خون کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے جس سے وہاں تحلیل شروع ہے اور رطوبات کا بے تکلف اخراج ہو رہا ہے (جیسے دھوپ سے برف پگھل کر پانی ہو جاتی ہے) عضلات کا سکون یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی طرف خون کی کمی ہے اور وہاں پر رطوبات یا بلغم بڑھ گئی ہے۔ اس طرح جب غدد میں تحریک ہوگی تو وہاں مناسب حرارت سے کمی واقع ہوگی سوزش اور ریاح بڑھ جائیں گے۔ غدد میں انقباض ہو جائے گا رطوبات کا اخراج مشکل ہو جائے گا اس لئے درد، جلن اور تکلیف سے اخراج پائے گا اور جب عضلات میں سوزش ہوگی تو لامحالہ وہاں پر دوران خون

کی کمی ہے اور طبیعت اس کو طلب کر رہی ہے وہاں پر انقباض کی صورت ہوگی۔ غدد میں سکڑن ہو جائے گا۔ اعصاب میں تحلیل سے ضعف واقع ہو جائے گا۔ حرارت تقریباً ختم ہو جائے گی یا بہت کم ہو جائے گی نتیجہ کے طور پر اور رک جائے گا اور قبض کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اس ساری تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ اعصاب کی تحریک سے جسم میں رطوبات کی زیادتی اور حرارت کا اخراج بڑھ جاتا ہے۔ غدد کی تحریک میں حرارت کی زیادتی یعنی صفرا کی پیدائش اور اس کا دوران میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ عضلات کی تحریک میں ریاح جسم میں بڑھ جاتے ہیں اور انقباض کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح جسم میں جو صورت بھی پیدا ہوگی وہ سر سے لے کر پاؤں تک تمام اعضاء میں پائی جائے گی۔ البتہ بعض مقامات پر نمایاں طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اعضاء مرکز کے قریب ہیں یا وہ اعضاء اپنی جگہ پر اتنے بڑے ہیں کہ اپنے دیگر اعضاء پر اثر انداز تو ہوتے ہیں مگر اثر ضرور کم کرتے ہیں۔ مگر عضلاتی تحریک کا اثر عضلات صدر، شش اور قلب پر نمایاں ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں معدہ سے لے کر گلے تک بالترتیب نمایاں ہوتا ہے۔

غدی تحریک کے اثرات جگر، گردوں اور امعاء پر نمایاں ہوتے ہیں۔ گویا خصیوں سے لے کر مثانہ تک اس کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس طرح اعصابی تحریک میں دماغ و اعصاب مثانہ اور جلد وغیرہ پر اثرات نمایاں پائے جاتے ہیں۔ اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ہمیں تشخیص کرنے اور مریض کو علامات بیان کرنے میں بے حد سہولت ہوتی ہے۔ اس طرح تسکین اور تحلیل کے اثرات بھی اپنے متعلقات اعضاء کے اندر نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں۔

اصل مرض

اصلی مرض صرف اس حالت کا نام ہو گا جو حالت عضلات میں پائی جائے گی یعنی اگر عضلات میں تحریک ہو گی تو تمام جسم میں اس کا اثر ہو گا۔ یعنی تمام جسم میں ریاح کی زیادتی پائی جائے گی پیشاب، پاخانہ اور نبض میں بھی ریاح کے اثرات پائے جائیں گے۔

اگر عضلات میں تحلیل ہو گی تو جسم پر اس کا غلبہ ہو گا یعنی تمام جسم میں حرارت کی زیادتی۔ پیشاب، پاخانہ اور نبض میں حرارت کے اثرات پائے جائیں گے۔ اسی طرح اگر عضلات میں تسکین ہو گی تو تمام جسم میں سردی کا غلبہ ہو گا۔ تمام جسم میں بلغم کی کثرت کا پایا جانا ضروری ہو گا چاہے اس میں رقت ہو یا غلظت اور پیشاب پاخانہ اور نبض میں بھی اس کے اثرات پائے جائیں گے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مرض کی حالت میں اس مخصوص غلبہ اور اثرات کے علاوہ غدد اور اعصاب میں ان کے فاقی اثرات پائے جائیں گے جن کی تفصیل اور گردان گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کا صحیح مزاج کیا ہونا چاہئے۔ یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس سے قبل اس کا جواب نہ ایورویدک نے دیا ہے اور نہ طب قدیم نے بیان کیا ہے اور مغربی طب تو ایسے فلسفیانہ جواب ہی سے خالی ہے لیکن اس امر کا جاننا نہایت ضروری ہے کہ انسان کا صحیح مزاج کیا ہے تاکہ اس کو ہر قیمت پر قائم رکھا جائے۔

پس جاننا چاہئے کہ انسان کا صحیح مزاج اس صورت میں کہلا سکتا ہے کہ اس کے عضلات جن گرم گرم خون ہو یہ صورت اس طرح قائم رہ سکتی ہے کہ غدد میں تحریک رہے تاکہ خون عضلات میں دورہ کر کے ان کو گرم رکھے اور اعصاب پر

رطوبت سے گرا کر ان کو زیادہ گرم نہ ہونے دیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ غدد میں تحریک ہی رہے۔ سوزش کی صورت اختیار نہ کر جائے۔ اس سے ایک طرف غدد کے اندر رطوبات کی کمی ہو جائے گی اور دوسری طرف عضلات میں حرارت بہت زیادہ بڑھ کر اس میں تحلیل پیدا کر دے گی۔ جس کا نتیجہ ضعف کی صورت میں پایا جائے گا۔

علامات مرض

مرض صرف ایک نزلہ اور اس کی تین صورتیں ہیں۔ پھر ان تین صورتوں میں، مرض صرف اس حالت کا نام ہے جس کا عضلات پر غلبہ ہو گا یا جو صورت عضلات کی ہو گی۔ یعنی وہی صورت تمام جسم میں پائی جائے گی۔ چونکہ عضلات کا تمام جسم پر غلبہ ہے اور تمام قسم کی حرکات اس سے سرزد ہوتی ہیں اور جسم میں خون سے غذا کے ہضم و جذب اور تسکین اور گردش خون اس کے تحت ہیں۔ اس لئے سبب یعنی کوئی مرض ظاہر ہوتا ہے تو عضلات پر اس کا اثر نمایاں ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دوران خون کی شریانیں اور وریدیں تمام عضلات ہی کے اندر ہوتی ہیں جو اس کو اپنی حرکات سے گرم اور رطوبات خون سے سرد رکھتی ہیں البتہ اعصاب اور غدد کی صورتیں اس ترتیب کے مطابق ہوں گی جن کا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرض تو عضلات ہی میں پایا جاتا ہے لیکن اعصاب اور غدد میں اثرات زیادہ نمایاں پائے جاتے ہیں یعنی ان میں سے کسی میں تحریک تحلیل اور تسکین کی شدید علامات پائی جائیں اور مرض کی صورت میں سامنے آجائیں۔ لیکن مریض کے جسم پر عضلات کی علامات کا اثر اور غلبہ ہو گا۔

اگرچہ اس کی علامات اس وقت اعصاب اور غدد کی علامات سے تکلیف میں کم ہوں گی۔ علامات کم ہوں یا زیادہ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ جسم پر وہی حالت پائی جائے گی جو صورت عضلات میں پائی جاتی ہے۔

جسم میں جس قدر بھی علامات پائی جاتی ہیں وہ سب انہی تین صورتوں تحریک تحلیل اور تسکین میں آجاتی ہیں جیسے تمام امراض ایک مرض مفرد میں سمٹ گئے ہیں البتہ ان میں شدت و خفت کا فرق ضرور پایا جاتا ہے۔ ان تین صورتوں کی مزید علامات کو سمجھنے کے لئے اول تین صورتوں کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اب ان کی مزید علامات سن لیں جن کو ہم اختصار کے لئے کم از کم تین صورتوں میں تقسیم کیا ہے۔

تحریک کی علامات

(۱) تیزی (۲) سوزش (۳) درد مروڑ کی قسم کا۔ ان کی تشریح یہ ہے کہ جہاں پر تحریک ہوگی اس عضو میں ریاح کی زیادتی اور حرارت اور رطوبت کی کمی پائی جائے گی۔ جس سے اس عضو میں انقباض بڑھتا جائے گا۔ طبیعت وہاں دوران خون کی کمی کا احساس کرے گی اور اپنی طرف خون کو طلب کرنے کے لئے عضو کے فعل کو تیز کر دے گی۔ بعض حالتوں میں اس قدر انقباض پیدا ہو جاتا ہے کہ وہاں کی شریانیں پھٹ جاتی ہیں اور خون بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ البتہ اس خشکی کی زیادتی کی وجہ سے حرارت ضرور پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے سب سے پہلے خارش شروع ہو جاتی ہے جس کے بعد سوزش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور سب سے آخر میں مروڑ کی طرح کے درد کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

تحلیل کی علامات

۱۔ تحلیل سے برف کی طرح جسم کا پگھل کر کمزور ہونا (۲) ڈھیلا پن (۳) ضعف تشریح یہ ہے کہ جہاں تحلیل ہوگی اس جگہ دوران خون کی زیادتی کی وجہ سے حرارت بڑھ جائے گی۔ ریاح کا اخراج شروع ہو جائے گا۔ حرارت کی زیادتی کی وجہ سے وہاں پر ہر قسم کی سوزش اور خشکی ختم ہو جائے گی۔ پھر فراخی زیادتی سے وہاں ڈھیلا پن پیدا ہو جائے گا۔ اور آخر میں ضعف واقع ہو جائے گا جس سے حرکات میں کمی ہو جائے گی یا وہ بالکل بند ہو جائیں گی۔

تسکین کی علامات

۱۔ تقویت (۲) تبرید (۳) تخدیر۔ تشریح یہ ہے کہ جہاں پر تسکین ہوگی اس عضو میں رطوبات کی زیادتی واقع ہوگی اور حرارت و ریاح نہیں پائے جائیں گے۔ اول رطوبت سے عضو کو غذائیت میسر آئے گی جس سے وہاں پر تقویت کا باعث ہوگی جب رطوبت بڑھتی جائے گی اور جس کی مقدار غذائیت سے بڑھ جائے گی تو اول تبرید پھر تسکین اور آخر میں تخدیر کا باعث ہوگی۔ مندرجہ بالا علامات عمومی ہیں۔ نیچے خصوصی علامات تحریر کی جاتی ہیں تاکہ تشخیص الامراض میں سہولت ہو

اعصاب	غدد	عضلات
تحریک	تحریک	تحریک
میں جب زیادتی ہو گی تو چہرے اور جسم	چہرے اور جسم کا رنگ زرد منہ سے لے کر مقعد تک تمام	چہرے کا رنگ سرخ تمام جسم جکڑا ہوا جسم

کے رنگ میں سفیدی۔ سر اور باقی جسم کے اعصاب میں درد۔ جو انتہائی شدت اختیار کر لیتا ہے۔ رطوبات میں زیادتی۔ قارورہ سفید۔ کھاری پن۔ دل کا ڈوبنا بیٹھنا۔ آتشک۔ جسم پر باریک دانے۔ جریان منی۔ سیلان رحم اور دمہ وغیرہ	جگہ یا کسی حصہ میں جلن۔ دل سینے میں بے چینی اور سوزش۔ سوزشی یا گرم نزلہ اور کھانسی۔ بلغم اور نزلہ میں زردی۔ قارورہ میں رسوب۔ امعاء گردہ اور جگر میں خصوصیت کے ساتھ درد۔ پیٹ میں مروڑ اور خونی پیچش۔ یرقان۔ استسقاء۔ بخار۔ جسم پر پھوڑے پھنسیاں اور سرعت انزال وغیرہ	میں درد۔ رطوبات کی بندش۔ قبض۔ قارورہ سرخ اور اس میں ترشی پائی جائے گی۔ کھانسی خشک۔ دمہ۔ سل اور دق۔ بلغم کی بندش اور گاڑھا پن۔ بند نزلہ۔ عضلات میں تناؤ اور حرکت۔ ورم۔ بڑے بڑے دل وغیرہ اکثر احتلام ہوتا ہے

علامات تشخیص مرض

تشخیص مرض کے لئے ضروری ہے کہ ہم اول عضلات کی حالت کا مطالعہ کریں۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ یعنی عضلات کی تین حالتوں تحریک، تحلیل اور تسکین میں سے کوئی ایک ضرور پائی جائے گی۔ یعنی عضلات میں تحریک یا تحلیل اور تسکین ہو گی۔

پس جاننا چاہئے کہ جو عضلات کی حالت ہو گی وہی حالت چونکہ تمام جسم پر غالب ہو گی۔ اس لئے جسم کی اس حالت یا صورت کو ہم مرض کا نام دیں گے۔

طریق تشخیص مرض

تشخیص مرض کے لئے مریض کی ذیل کی باتوں کا معائنہ کریں (۱) نبض (۲) چہرہ (۳) قارورہ۔ ان تینوں میں سے ہر ایک شے بہم یا جدا جدا پر بھی اگر کسی کو دسترس ہو تو مرض کی فوراً تشخیص ہو جاتی ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ان تینوں کو دیکھنا چاہئے تاکہ ایک دوسرے کی وساطت سے تشخیص میں یقینی صورت پیدا ہو جائے۔

نبض دیکھنا کوئی مشکل بات نہیں ہے جیسا کہ اطباء اور وید حضرات نے بنا رکھا ہے اور ڈاکٹر صاحبان نے صرف دل کی حرکات کو معلوم کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ وہ اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ صرف نبض سے تمام امراض کا علم ہو سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ صرف نبض ہی سے یقینی طور پر تمام امراض کا سر سے لے کر پاؤں تک تمام امراض کا پوری طرح علم ہو سکتا ہے۔ یہ علم ہر معالج کو صرف نصف گھنٹہ میں پوری طرح سکھایا جا سکتا ہے۔

چونکہ اس کا تعلق صرف عملی طور پر سیکھنے سے ہے اس لئے اس کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ چہرے اور قارورہ کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے۔ باقی اس کی معلومات تجربہ اور مشاہدہ پر جانی جا سکتی ہیں جن کے لئے نصف گھنٹے سے زیادہ خرچ نہیں ہوتا۔ ہم کوشش کریں گے کہ ان کو آئندہ تفصیل سے لکھیں۔

ان کے علاوہ بلغم۔ پاخانہ اور خون کا تجزیہ بھی تشخیص پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر ان کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ معالج کا اپنا کام ہے کہ ان کے متعلق بیان کرے ہر بات مریض سے پوچھنا معالج کا کمال نہیں ہے۔ بلکہ معالج کا کمال یہ ہے کہ مریض سے ایک سوال بھی نہ کرے۔ صرف نبض، چہرہ یا قارورہ دیکھ کر اس کا مرض بتا دے اور تمام علامات کی تشریح کر دے۔ جو معالج مریض کو پوچھ کر علاج کرتا

ہے وہ کبھی بھی علاج نہیں کر سکتا۔ مثلاً مریض زیادہ سے زیادہ اپنے بخار درد، ورم وغیرہ اور پیشاب، پاخانہ اور کسی مواد کی زیادتی یا کمی کا ذکر کرے گا۔ لیکن اس کو اس امر کا مطلق علم نہیں ہوگا کہ یہ علامات کیوں پیدا ہوتی ہیں اور ان کا تعلق کس عضو سے ہے جب معالج معائنہ کرے گا تو اس کو خود بخود علم ہو جائے گا کہ اس وقت دل، دماغ اور جگر کی کیا حالت ہے اور ان کا باقی حصہ جسم پر کیا اثر پڑ رہا ہے لہٰذا کبھی بھی یہ کوشش نہ کریں کہ مریض سے اس کے مرض کے متعلق سوال کریں بلکہ خود بتائیں۔ اس سے اول خود کو مرض کا یقین ہو جائے گا دوسرے مریض خوش ہوگا کہ معالج میرے مرض سے پوری طرح آگاہ ہے۔

ڈاکٹری آلات تشخیص بالکل بے سود اور لایعنی چیزیں ہیں اول تو ان کے نتائج غیر یقینی ہیں۔ دوسرے ان کے استعمال کے بعد بھی صحیح مرض کا پتہ نہیں چلتا اس لئے ان بے سود اور لایعنی چیزوں کو برتنا مریض کی طاقت اور دولت کو برباد کرنا ہے۔ اگر مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک ایک آلہ پر تفصیل سے بحث کرتا اور ان کی خرابیاں بیان کرتا تاکہ حقیقت عوام اور اہل فن پر واضح ہو جائے۔ انشاء اللہ پھر کبھی یہ خدمت بھی انجام دوں گا۔ طبیعت کے طور پر ہم اپنے طریق علاج کی تشخیص پیش کر چکے ہیں مقابلہ کر لیا جائے تاکہ تسلی ہو جائے۔

اسباب

ہر مرض کی تشخیص اور علاج میں اسباب کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ ان سے ایک طرف تشخیص میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے تو دوسری طرف علاج میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ طب یونانی نے اسباب ستہ ضروریہ اور دیگر اسباب بیان کئے ہیں جو قابل تعریف ہیں۔ ان کے مقابلے میں طب غربی میں

اسباب کو منظم طریق پر بیان نہیں کیا گیا۔ ان کا زیادہ تر زور نظریہ جراثیم پر ہے۔ اس کی کوشش یہ ہے کہ ہر مرض کے جراثیم تلاش کئے جائیں۔ جن امراض کے جراثیم تلاش کرنے میں وہ ابھی تک ناکام رہتے ہیں وہاں پر انہوں نے ایلوپیتھی (آئینسسہ) اور وائٹیلیٹی (زندگی VITAL) کو اسباب تسلیم کیا ہے۔ ہم نے ان تمام طویل مباحث کو نظر انداز کر کے ان کی جگہ بالکل مختصر اور آسان الاسباب الامراض سے بحث کرتے ہیں ہماری کو بیان کرتے ہیں اس لئے اختصار سے کام لیا گیا ہے کہ آسانی سے ذہن نشین ہو جائیں اور ان میں خوبی یہ رکھی گئی ہے کہ طب یونانی وایورویدک اور طب مغربی وغیرہ کے تمام مبحث اسباب الامراض کا احاطہ کر لیا جائے۔ گویا امراض و علامات کے ساتھ اسباب کو بھی ڈبیہ میں بند کر دیا گیا ہے۔ جب ان کو کھولیں گے تو باری باری تمام صورتیں سامنے آتی جائیں گی۔

اسباب تین قسم کے ہیں (۱) کیفیاتی اور نفسیاتی اسباب (۲) مادی اسباب اور (۳) خبری اسباب۔

۱۔ پہلی قسم کے اسباب وہ ہیں جن میں کیفیات اور نفسیات کے اثرات سے افعال الاعضاء میں تغیر و تبدل پیدا ہوتا ہے۔ ہم نے نفسیاتی اثرات کو بھی کیفیات کے ساتھ بیان کر دیا ہے اس لئے کہ دونوں غیر مادی ہیں اور جس طرح کیفیات (گرمی وسردی اور تری وخشکی) اسباب واصلہ ہیں۔ اسی طرح نفسیاتی اثرات (غم وغصہ، خوف۔ ندامت اور مسرت ولذت) واصلہ بن جانے میں تفصیل کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری قسم کے اسباب میں ہر ماکول ومشروب شے چاہے وہ غذا اور دوا ہو یا زہر جو شے بھی انسان کے جسم میں مایہ۔ ٹھوس یا گیس کی طرح داخل ہو کر اعضاء کے افعال میں تغیر و تبدل پیدا کرے ان کو اسی قسم میں

شمار کیا جائے گا تفصیل ہر غذا، دوا اور زہر کے اثرات کے تحت بیان کی جائے گی۔

۳۔ تیسری قسم کے اسباب یہ ہیں کہ انسانی جسم کے کسی مفرد و مرکب اعضاء کے اثرات سے کسی عضو میں تغیر و تبدل پیدا ہو جائے۔ مثلاً ہاتھ پاؤں کی تیز حرکت سے تھکن اور دل کی تیز حرکت سے ضعف اعصاب (نروس بریک ڈاؤن) ہو جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

امراض کی تقسیم

تقسیم امراض کا مسئلہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں معالجین کو جو پریشانیاں پیش آتی ہیں ان کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جن کا اس فن سے تعلق ہے۔ طب یونانی اور آیورویدک نے اول امراض کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:۔

۱۔ امراض عمومی:۔ ایسے امراض جو بیک وقت تمام جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں جیسے بخار، درد، خرابی خون وغیرہ

۲۔ امراض خصوصی:۔ ایسے امراض جو کسی خاص عضو تک ہی محدود ہوں جیسے سر، پیٹ اور جلد وغیرہ۔

پھر ان خصوصی امراض کا سلسلہ سر سے شروع کر کے نیچے پاؤں کی طرف گنوایا ہے۔ اس حد تک تو کوئی الجھن نہیں تھی۔ لیکن جب مختلف علامات کا ایک ہی عضو کے تحت بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ تو یہ طوالت بے حد پریشانی کا باعث بن گئی ہے جیسے درد سر، ورم دماغ، ضعف دماغ وغیرہ

پھر کیفیات کے لحاظ سے ان کے اقسام و بیان۔ اسی طرح مادہ کے لحاظ سے اقسام و بیان، شرکت کے لحاظ سے اقسام و بیان۔ اس پر بس نہیں، مختلف

علامات کے تحت جیسے نزلہ، درد سر، وبائی و صفراوی بخار، بیان کیے گئے ہیں اس طرح بلا مبالغہ ایک ایک عضو کے کم از کم پچاس پچاس امراض بیان کئے گئے ہیں۔ پھر ہر ایک کے اسباب، علامات، تشخیص، اصول علاج اور ادویات بالکل مختلف ہیں جس سے طالب الجھ کر رہ جاتا ہے۔ نہ وہ ان سب پر حاوی ہوتا ہے اور نہ ہی علاج پر قابو پا سکتا ہے۔

طب مغربی (ایلوپیتھی) میں جب سے جراثیم کی تھیوری معرض وجود میں آئی ہے انہوں نے امراض کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

۱۔ متعدی امراض ۲۔ غیر متعدی امراض

پھر ہر مرض کو سر سے لے کر پیر تک اس طریق سے الجھایا ہے جس طرح سے طب قدیم اور آیور ویدک نے پریشان کیا ہے۔

ہومیوپیتھی نے سرے سے امراض کا چکر ہی ختم کر دیا ہے۔ وہ صرف علامات کے تحت علاج کرتے ہیں۔

موجد طب جدید حکیم احمد الدین صاحب استاذ الاطباء نے تمام امراض کو صرف آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے جیسے (۱) امراض الاورام (۲) امراض الحمیات (۳) امراض الاوجاع وغیرہ وغیرہ

لیکن یہ تقسیم بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو یہ آٹھ علامات ہیں جو مختلف اعضاء کی خرابی سے پیدا ہوتی ہیں۔ پھر انہی آٹھ علامات کو تمام اعضاء کے ساتھ بار بار بیان کیا گیا ہے۔ جیسے پہلے درد کے بیان میں سر کا ذکر آئے گا پھر بخار اور پھر ورم وغیرہ میں۔ گویا وہی طب قدیم اور طب مغربی کا جھنجٹ اور الجھن بہاں بھی قائم رہتی ہے اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ طب جدید کے تقسیم امراض کی صورت بالا عضا ہونی چاہئے تھی۔ مثلاً کوئی مرض یا علامت کسی عضو کے افراط و

تفریط سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن کہیں بھی ایسا نہیں کیا گیا اور ایسا وہ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ اس طرح ان کے پاس زیادہ سے زیادہ ہر عضو کی دو علامات یا دو امراض ہوتے ہیں جیسے ایک افراط کی مرض یا علامت اور دوسرے تفریط کی علامت یا مرض۔ مثلاً معدہ کی تیزی کا ایک مرض اور ایک اس کے فعل کی کمی کا مرض ہے بس۔ اس طرح تمام باقی امراض معدہ اس میں نہیں آ سکتے۔ غرض موجد طب جدید نے جو تقسیم امراض کی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔

تقسیم امراض کی ایسی صورت ہونی چاہئے کہ جب کسی عضو کے امراض یا علامات کا ذکر کیا جائے تو اس کی تمام علامات یا امراض کو اس طرح سے بیان کر دیا جائے کہ ان کا آپس کا تعلق واضح ہو جائے یعنی جس قدر بھی علامات یا امراض ایک عضو میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ ان کو اس عضو کے فعلی اور کیمیاوی اعمال سے منطبق کر دیا جائے یعنی کسی ایک عضو میں اس کے افراط کی حالت سے لے کر تفریط و ضعف کی حالت تک جو کیفیات، صورتیں اور علامات اور امراض پیدا ہوتے ہیں ان کو ایک ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ طالب علم ان سب کو نہ صرف ایک ہی جگہ پر سمجھ لے بلکہ ان کے باہمی تعلق سے بھی بخوبی آگاہ ہو جائے جس کے ساتھ اس کو اس امر کا بھی علم ہو جائے گا کہ عضو اپنے فعل کی کس حالت میں ہے اور اس کے بعد اس میں کیا کیفیت پیدا ہونے والی ہے جیسے ہم کسی طالب علم کو معدہ کے امراض اور علامات کے متعلق سمجھائیں تو ہمیں بتانا پڑے گا کہ معدہ کے امراض میں اول اس کے اعصاب، غدد اور عضلات کے افعال کو ذہن نشین کرے۔ اس کے بعد ان تینوں کے افعال کی سستی سے لے کر انتہائی تیزی اور آخر میں ضعف تک جو علامات یا امراض پیدا ہوتے ہیں ان کو سمجھ لیا جائے۔ اس طرح ہر مفرد عضو کی تمام صورتیں بھی ذہن نشین ہو جائیں گی اور ان کے مقابلے میں باقی مفرد اعضاء کی علامات یا امراض کے فرق کا بھی علم

ہو جائے گا اور اس طرح معدہ کے تمام امراض یا علامات یک بارگی طالب علم کے ذہن میں بیٹھ جائیں گے۔ پھر درد معدہ، سوزش معدہ، نفخ، بھوک کی کمی بیشی وغیرہ علامات وامراض کے لئے الگ الگ ماہیت مرض، علامات، اسباب اور اصول علاج میں پریشان نہیں ہونا پڑے گا اور ساتھ ہی علاج بالادویہ و پرہیز اور حفظ صحت میں بھی سہولتیں پیدا ہو جائیں گی۔ گویا معالج کے سامنے مریض کا تمام جسم مثل آئینہ کے ہوگا۔ نہ اس کو تشخیص میں دقت ہوگی اور نہ ہی علاج میں کوئی مشکل پیش آئے گی۔ کمال یہ ہے کہ اس طالب علم کو نہ صرف اس ایک عضو کے متعلق پورا علم ہوگا بلکہ وہ سر سے لے کر پاؤں تک تمام اعضاء کے افعال و اعمال کے امراض اور علامات سمجھ جائے گا۔ کیونکہ اس کو عضو کی سستی سے لے کر تیزی اور ضعف تک تمام مدارج کا علم ہو جائے گا جو تقریباً ہر عضو میں ایک ہی طریق پر پیدا ہوتے ہیں صرف مقام کا مواد اور مقدار کا فرق ہوتا ہے۔ ورنہ امراض معدہ اور امراض امعاء یا امراض سر اور امراض پیر میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہوگی کہ امراض عامہ اور امراض خصوصی اور اس طرح امراض متعدی اور غیر متعدی جدا جدا بیان نہیں کرنے پڑیں گے۔ نہ اس امر کی ضرورت رہے گی کہ یہ ہیضہ وبائی ہے یا غیر وبائی۔ اور فلاں بخار وبائی ہے یا غیر وبائی اور نہ ان کے علاج میں کوئی فرق ہوگا بلکہ ایک ہی جگہ بیان ہوں گے اور ایک ہی اصول پر ان کا علاج ہوگا جو انشاء اللہ تعالیٰ یقینی ہوگا۔

اصُول علاج

امراض کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد دوسری اہم بات اصول علاج ہے تاکہ علاج میں یقین پیدا ہو اور صحیح نتائج برآمد ہوں۔ جب تک صحیح اور یقینی نتیجہ برآمد

نہ ہو تو سمجھ لیں کہ یقینی مرض اور اصول علاج میں غلطی رہ گئی ہے۔ کیونکہ اس طریق علاج کا نتیجہ ہمیشہ دو ایک دو چار کی صورت میں برآمد ہوا کرتا ہے اور ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتا ہے۔

اصول علاج میں اول اس امر کو مدنظر رکھیں کہ اعصاب، غدد اور عضلات میں تحریک، تحلیل اور تسکین کی کیا کیا صورتیں پائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد عضلات کی صورت کو خاص طور پر ذہن نشین کر لیں۔ کیونکہ جو حالت عضلات میں پائی جائے گی وہی تمام جسم پر غالب ہوگی۔ اس لئے ہم مریض کی موجودہ حالت سے پوری طرح واقف ہو سکتے ہیں اور مریض کو بھی اس کی صحیح حالت سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ اس طرح مریض اپنی حالت کو سمجھ کر نہ صرف خوش ہوتا ہے بلکہ نفسیاتی طور پر اس کا نصف مرض رفع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد علاج کی صورت یہ ہوگی کہ جس مقام پر آپ نے تسکین کو معلوم کیا اس مقام پر تحریک پیدا کر دیں اور بس مرض ختم ہو جائے گا اور مریض صحت یاب ہو جائے گا۔

مثلاً ایک مریض کو ہیضہ ہے اور قے و اسہال آ رہے ہیں یا پیٹ اور ہاتھ پاؤں میں اینٹھن پیدا ہو رہی ہے۔ مریض کا پیاس کی شدت ہے اور شائد اس کو غشیاں آ رہی ہوں۔ ایسی حالت میں اعصاب میں تحریک، غدد میں تحلیل اور عضلات میں تسکین ہوگی۔ پس معالج کا فرض ہے کہ عضلات میں تحریک پیدا کرے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ جس قدر زیادہ تسکین ہو اسی شدت سے تحریک پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فوراً آرام کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

تجویز علاج

حقیقت امراض اور اصول علاج کے بعد تیسری اہم بات تجویز علاج ہے

تجویز علاج میں تین باتوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے (۱) علاج بالتدبیر (۲) علاج بالادویات (۳) علاج بالید۔ (۱) علاج بالتدبیر میں اسباب مرض کو رفع کرنا اور اسباب ستہ ضروریہ کو مدنظر رکھنا (۲) پرہیز اور غذا میں باقاعدگی (۳) کیفیاتی اور نفسیاتی اثرات کو اعتدال پر لانا اور ان کے زیر اثر ماحول اور گردوپیش کو باقاعدہ کرنا۔

علاج بالادویہ

علاج بالادویہ میں قدیم طریق علاج سے لے کر یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہر مرض کے لئے مجربات استعمال کئے جائیں چونکہ یہ قدیم طریق یقینی نہیں ہے اس لئے ہم نے ادویات کا انتخاب اور استعمال بالاعضاء کیا ہے۔ اس امر کے لئے لازم ہے کہ ضرورت کے مطابق اعصاب، غدد اور عضلات کو تحریک، تحلیل اور تسکین کے لئے ادویات کا استعمال کیا جائے۔

انتخاب الادویہ

امراض میں جہاں ہم نے صرف ایک مرض نزلہ اور اس کی تین صورتیں تحقیق کی ہیں مثلاً (۱) رطوبات کا زیادہ اخراج (۲) رطوبات کا تنگی اور سوزش سے اخراج پانا (۳) رطوبات کا بالکل بند ہو جانا۔ وہاں پر ہم نے تمام ادویات کو بھی صرف تین گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ (۱) ایسی ادویات جن کا اثر اعصاب پر ہے (۲) وہ ادویات جو غدد پر اثر کرتی ہیں (۳) عضلات پر اثر انداز ہونے والی ادویات۔ بالکل اسی طرح جیسے دنیا میں ہر قسم کے رنگ صرف تین رنگوں میں ختم ہو جاتے ہیں۔ کوئی شخص ہے جو دنیا بھر کے تمام رنگوں کو ان کے اصلی تین رنگوں نیلا۔ زرد اور سرخ سے باہر ثابت کر دے۔ نہیں! ہرگز نہیں!! اسی طرح ہم

نے تمام ادویات کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ علاج میں آسانی اور یقینی صورت پیدا ہو جائے۔

علم الادویہ پر مکمل معلومات تو ہم خواص الاشیاء کے بیان میں لکھیں گے۔ یہاں صرف دلچسپی کے لئے چند اشارات کرتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ دنیا میں جس قدر بھی اشیاء پائی جاتی ہیں۔ وہ تین صورتوں سے خالی نہیں ہیں۔ اول ایسی ادویہ جن کے خواص میں ترشی تیزابیت (ایسڈیٹی) پائی جاتی ہے (۲) ایسی ادویہ جن کے خواص میں کھار (الکلی) پائی جاتی ہے (۳) ایسی ادویہ جو ان دونوں کے مرکب سے حاصل ہوتی ہیں یا مرکب کی صورت میں پائی جاتی ہیں جن کو نمک (سالٹ) کہتے ہیں ان کے علاوہ دنیا میں اور کسی خواص کی ادویات نہیں پائی جاتیں۔ گویا دنیا بھر کی تمام ادویہ تین گروہوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ جمادات کے علاوہ یہی صورت نباتات اور حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے۔ جن کی تفصیل علم الاشیاء کے تحت بیان کر دی جائے گی۔

اثرات کے لحاظ سے (۱) تیزاب محرک عضلات ہے (۲) نمک محرک غدد ہے اور (۳) کھار محرک اعصاب ہیں۔ ان اشیاء کے لئے ہم نے ان کے رنگ مقرر کر دیئے ہیں۔ بلکہ یہ رنگ بھی یہی خواص رکھتے ہیں (۱) تیزاب کا رنگ سرخ (۲) نمک کا رنگ پیلا اور (۳) کھار کا رنگ نیلا ہے۔ موجودہ سائنس نے بھی تیزاب کا رنگ سرخ اور کھار کا رنگ نیلا تسلیم کیا ہے۔ اس طرح خواص الادویہ بیان کرنے میں یہ سہولت بھی ہو جاتی ہے کہ یک بارگی ہی تمام ادویہ کے خواص ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ یعنی جب بھی کوئی تیزاب استعمال کرے گا اس کو علم ہو گا کہ اس کا اثر عضلات پر ہے اور جب کھار استعمال کرے گا تو اس کو علم ہو گا کہ اس کا اثر اعصاب پر ہے اور یہی صورت ہر نمک کی ہو گی سالبتہ ہر تیزاب و کھار اور نمک کے درجات ہیں جو کہی

پیشی ہو گی وہ یکبارگی ذہن نشین ہو جائے گی۔

علاج بالید (اپریشن)

چیرنا پھاڑنا (اپریشن) میں ہم کو تین صورتیں سامنے رکھنی پڑیں گی (۱) اول کسی تیز دھار آلہ سے جسم کو منقطع بریدہ کرنا اور جلا دینا (۲) ادویات سے جسم کو پھاڑنا گلانا اور امالہ کرنا (۳) کیمیائی اور نفسیاتی اثرات سے حصہ جسم چیرنا پھاڑنا اور امالہ کرنا۔ اگرچہ تینوں صورتیں پہلے بھی رائج ہیں لیکن ان کی تخصیص اور تمیز کو کہیں بیان نہیں کیا گیا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آج تک علاج بالید میں غیر شعوری طور پر عمل کیا گیا ہے اور علاج کے افعال اور اثرات کو مدنظر رکھ کر کوئی عمل نہیں کیا

طب غربی (ڈاکٹری) کا علم حفظان صحت، بالکل ناقص اور نامکمل ہے کیونکہ وہ کسی بھی نظم و قاعدہ اور اصول و قانون کے ماتحت بیان نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ آیورویدک اور طب قدیم کے علم حفظان صحت اپنے اندر کچھ نظم اور قاعدہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان میں بھی اصول اور قانون نہیں پائے جاتے، بہر حال ترتیب ضرور قائم رکھی گئی ہے۔ مثلاً خواص الاشیاء میں مزاج قائم کئے گئے ہیں، اور ان کو کیفیات اربعہ کے ماتحت مدارج میں بیان کیا گیا ہے۔ غذا اور دوا کا فرق بیان کیا گیا ہے غذائے دوائی اور دوائے غذائی کی تشریح کی گئی ہے۔ اسی طرح دوا اور زہر کے اثرات جو جسم انسان میں ظاہر ہوتے ہیں ان کی تشریح کی گئی ہے۔ البتہ خرابی اور پریشانی وہاں پر واقع ہوتی ہے کہ جہاں بعض درجے کی دوا کبھی زہر ہوتی ہے اور کبھی بے ضرر۔ کبھی دوا ہوتی ہے اور کبھی غذا۔ اسی طرح کبھی وہ ملین اور مسہل ہوتی ہے اور کبھی قابض اور حابس۔ بہر حال ایک ترتیب ضرور ہے جس سے معالج اور ماہر فن بہت حد تک مستفید ضرور ہوتا ہے۔

اس طرح طب قدیم اسباب مرضہ کے ساتھ ساتھ اسباب صحت یعنی اسباب ستہ ضروریہ بھی بیان کئے گئے ہیں جن سے معالج کو علاج کے دوران سہولتیں پیدا ہوتی ہیں تو پھر معالج ان کی مدد سے اپنی صحت کو بہت حد تک برقرار رکھ سکتا ہے اور غور کیا جائے تو ستہ ضروریہ دائرہ صحت کے لئے مختصر مگر بے حد مفید قاعدے ہیں۔ اگرچہ ہم ان کو اصول اور قانون نہیں کہہ سکتے کیونکہ (۱) ہوا (۲) ماکول و مشروب (۳) نیند و بیداری (۴) حرکت و سکون جسمانی (۵) حرکت و سکون نفسانی اور (۶) احتباس و استفراغ میں اعتدال قائم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے جب کہ اعتدال قائم رکھنے کے لئے سوائے کیفیات اور چند علامات کے کوئی باقاعدہ اصول اور قانون ذہن نشین کیا جاتا۔ لیکن پھر طب غربی کے

مقابلے میں یہ سب کچھ سنہری اصولوں سے کم نہیں ہے۔

طب مغربی (ڈاکٹری) کے حفظانِ صحت کی مثال کچھ ایسی ہے کہ ایک مسافر کو جنگل بیابان میں بھیج دیا جائے۔ جہاں پر اس کا سفر صحت اور زندگی کو قائم رکھنے کے لئے وہاں راستوں۔ اغذیہ اور دیگر ضروریات زندگی پر صحیح و غلط اور مفید و مضر کی تختیاں لگا دی گئی ہوں۔ اول تو مسافر صحیح اور طیبہ کی طرف رجوع کرنے پر بھی گھبراہٹ محسوس کرے گا۔ بہرحال وہ کسی حد تک اپنی ضرورت پوری کرے گا لیکن وہ مضر اور غیر طیبہ اشیاء کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گا۔ پھر ہر شے کو بغیر کسی قاعدے اور اصول کے جگہ دے گا اور یاد رکھنے کی کوشش کرے گا۔

اس سے زیادہ ان کے علم کے ناقص اور نامکمل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ابھی تک صحت کی حفاظت کے لئے کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔ کبھی صحت کے سنہرے اصولوں میں سورج کی گرم روشنی تازہ ہوا اور خوش ذائقہ پانی کی اہمیت تھی۔ پھر کبھی ادھ پکے اغذیہ کو اہمیت دی گئی۔ اس کے بعد جراثیم تھیوری نے ان سب باتوں کو پلٹ کر رکھ دیا یعنی مندرجہ بالا تمام چیزوں کو پہلے جراثیم سے پاک کر کے پھر استعمال کرو۔ پھر کچھ عرصہ بعد غذا کے اجزاء کو اہمیت دی گئی کہ ہر غذا میں کاربوہائیڈریٹ (نشاستہ) فیٹ (چربی) پروٹین (اجزائے لحمیہ) سالٹ (نمک) اور پانی وغیرہ کی مقدار کا تعین کیا گیا۔ ابھی یہ بات لوگوں کے ذہن نشین بھی نہ ہوئی تھی کہ وٹامن (حیاتین) کے خوش گوار تخیل کو غذا میں بے حد ضروری قرار دیا گیا۔ جب حیاتین میں بھی لوگوں نے اپنے لئے غیر مفید اثرات بلکہ بعض صورتوں میں موت دیکھی تو پھر سائنس دانوں کو غور کرنا پڑا جس کے بعد اعلان کیا گیا کہ جراثیم کی طرح ہر وٹامن اپنے مفید اور مضر دونوں اثرات رکھتا ہے ان کو بغیر ضرورت کے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

اس کے علاوہ کوئی ڈاکٹر اٹھتا ہے تو اعلان کر دیتا ہے کہ سبزیاں زیادہ کھانی چاہئیں خاص طور پر ٹماٹر کیونکہ ان میں ہر قسم کے وٹامن ہوتے ہیں۔ کوئی اٹھتا ہے تو گاجر کی تعریف کر دیتا ہے۔ اس میں بھی ہر قسم کے وٹامن پائے جاتے ہیں لیکن یہ کوئی نہیں بتاتا کہ یہ جسم انسان میں غذائیت کے علاوہ اور کیا اثرات پیدا کرتے ہیں۔ جب ان اشیاء کے کثرت استعمال سے بواسیر، نفخ شکم اور خرابی جگر اور ضعف قلب پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ ان مفید چیزوں کے بعد صحت کیوں خراب ہو گئی۔ ایک ڈاکٹر اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ پانی زیادہ پینا چاہئے۔ دوسرا کہتا ہے کہ بہت کم استعمال کرنا چاہئے۔ اس پر بس نہیں کوئی غذا کے بعد پانی پینے کی تعریف کرتا ہے اور کوئی غذا کے درمیان پانی پینا صحت کے لئے مفید بتاتا ہے۔ بہر حال جتنے منہ اتنی باتیں۔ لیکن صحت اور حفظ صحت کا مسئلہ اپنی جگہ قائم ہے۔

استاذ الاطباء حکیم احمد الدین صاحب موجد طب جدید نے ایورویدک یونانی اور ڈاکٹری علم حفظان صحت کو غلط قرار دے کر اپنے جدید چھ اصول قائم کئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چھ اصولوں کا حفظان صحت سے ذرہ کا بھی تعلق نہیں ہے ان کی نسبت قدیم طریق علاج کا علم حفظان صحت اپنے اندر اپنی بہت سی خوبیوں کے ساتھ ترتیب و نظم اور قاعدے رکھتا ہے۔ خاص طور پر کیفیات اربعہ اور دیگر خوبیوں کے حامل ہیں۔

جاننا چاہئے کہ علم حفظان صحت ایک ایسا علم ہے جس کا تعلق انسان کی قابلیت کے ساتھ ہے جو انسان کو فطری طور پر دکھ درد اور مصیبت میں گرفتار ہونے سے بچاتی ہے جس کی استعداد سے انسان بغیر کسی خطرہ کے زندگی گزارتا ہے، آگے بڑھتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں جن کی

تفصیل مندرجہ ذیل ہے :-

۱- جبلی -

۲- عقلی - اور

۳- وجدانی -

ان کو ہم غیر شعور (اَن کانشنس)- نیم شعور (سب کانشنس) اور شعور (کانشنس) بھی کہتے ہیں -

قرآن حکیم ان کو (۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ اور (۳) نفس مطمئنہ کے کے ناموں سے بیان کرتا ہے -

نئے نظریہ (مفرد اعضاء) کے ماتحت ہم ان کو (۱) احساس غدی (۲) احساس عصبی اور (۳) احساس عضلاتی کے نام دیتے ہیں - ان سب کی تشریح اور تفصیل اس مقام پر باعث طوالت ہوگی -

مختصر یہ ہے کہ اول تو ہم نے مندرجہ بالا بیان میں کئی علمی سائنسی اور نفسیاتی اصطلاحات کو بالا عضا بیان کر کے ان علوم کو جاننے والوں کے لئے مطالعہ میں سہولتیں پیدا کر دی ہیں اور ان کے دل و دماغ کے سب پردے اٹھا دیئے ہیں اور اہل علم و فن تعریف کئے اور داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ علم کی تعریف ہے کہ وہ انسان کی مخفیہ طاقتیں ظاہر کرتا ہے - دوسرے ہم عوام کی معلومات کے لئے چند مزید اشارے بیان کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں -

علم حفظان صحت اس وقت تک نامکمل رہے گا جب تک خواص الاشیاء کا علم خصوصاً خواص الاغذیہ کا علم مکمل طور پر عوام کے سامنے نہیں آئے گا - صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ فلاں شے مفید ہے یا مضر اور نقصان رساں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ کیمیاوی اثرات کے علاوہ اس کے

فلاں فلاں مشینی اثرات ہیں اور فلاں فلاں اعضائے انسانی پر وہ فلاں فلاں اثرات کرے گی۔

مثال کے طور پر معلوم کر اس امر کا علم ہونا چاہئے کہ فلاں دوا استعمال کرنے سے دل کا فعل تیز ہو جائے گا۔ اس میں سکون آجائے گا یا اس میں تحلیل شروع ہو جائے گی۔

اس صورت میں جہاں ہر دوا اور غذا کے استعمال میں احتیاط ہو جائے گی وہاں ایک شے کے بعد دوسری شے کے اوقات کا پتہ رہے گا اور سب سے بڑی بات یہ پیدا ہوگی کہ علاج کے دوران میں پرہیز اور غذا کا مسئلہ بھی بخوبی حل ہو جائے گا۔ یہ غذا اور پرہیز کا مسئلہ صرف ثقیل و زود ہضم اور سرد و گرم تک محدود نہیں رہے گا۔ پھر معالج تقریباً ہر مرض میں دودھ، چائے اور کھچڑی، چپاتی تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ ترشی اور اچار وغیرہ بھی بعض امراض میں بلا تکلف استعمال کرائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

وما علینا الا البلاغ المبین

نظریہ مفرد اعضاء طب یونانی میں عظیم انقلاب ہے

مفرد اعضاء کا ہے نظریہ نیا ۔ کوئی اس سے نہ تھا اب تک آشنا
ہو گئی معلوم آسانی سے اب ۔ ہر مرض کی کیفیت تشخیص سبب
اس تھیوری سے ہے مطابق الغرض ۔ ہے غدد اعصاب عضلے میں مرض
ہو اگر تحریک کچھ اعصاب میں ۔ اور غدی کی جلد کے پیدا ہے کیں
پیدا تشنج عضلات کو تحریک دو ۔ رنج و غم درد و الم سب دور ہو
بالیقیں تحریک عضلے میں اگر ۔ آئے نادر و دست یاں امراض پھر
تو غدد کو بے تشنج تحریک دو ۔ پھر غدد میں اور گر پیدا ہو ورم
ہو غدد میں پھر جو کچھ تحریک اگر ۔ زرد ہو پیشاب بھی مانند زر
بے تشنج تحریک دو اعصاب کو ۔ اور لیں محظوظ اس دیکھ کے ہم
کس قدر یہ نظریہ ہے دلربا ۔ سچ اگر پوچھو تو ہے کیمیا
دل ربا و دل کشا دلبر ہے یہ ۔ جاں فضا ہے اور روح پرور ہے یہ
موجد اس تھیوری کے ہیں جناب ۔ فاضلِ دوراں حکیم انقلاب
طب یونانی کے وہ واحد امام ۔ جن پہ قرباں اور نازاں خاص و عام
قوتِ ایجاد ہے ان کی گواہ ۔ قرشی رہبر سعید اصلاح شاہ
کس قدر یہ نظریہ معقول ہے ۔ دوست و دشمن میں یہ کیا مقبول ہے
پھیلتا جائے گا اب یہ چار سو ۔ بستی بستی قریہ قریہ کو بکو
حضرتِ موجد پہ صدہا برکتیں ۔ رحمتوں کی ہوں ہزاروں بارشیں
صابر ملتانی پائندہ باد ۔ تیری کوشش نظریہ پائندہ باد

ماتم بفراق و مرگ حکیم انقلاب

آزاد شیرازی

عصر حاضر کا بو علی سینا | المعالج حکیم ملتانی
موت سے کھا گیا شکست آخر | ہار جس نے نہ زیست میں مانی
وہ تھا لاریب جالینوس زماں | وہ یقیناً تھا بو علی ثانی
طب مشرق کا وہ مجدد تھا | تھا مسیحائے طب یونانی
اس کے استاد تھے احمد حسن | دوست تھا اس کا تاج عرفانی
تھا علی اللہ شاہ کا ساتھی | افضل حق کا یار لاثانی
تھا پیمبر کا عاشق صادق | وہ تھا آگاہ رمز قرآنی
خود پرست تھی اس کا مذہب تھا | طبع بوذر مزاج سلمانی
ایلوپیتھی کا تھا حریف ازل | تھا فرنگی کا دشمن جانی
طب مادی کا وہ نہ تھا قائل | تھا علاج اس کا طب روحانی
طب میں تجدید کا تھا وہ قائل | طب میں تحقیق اس کی لاثانی
نظریہ اس کا مفرد اعضاء | طب میں ہے انقلاب کا بانی
کسی فرعون کے آستانے پہ | جھک نہ سکتی تھی اس کی پیشانی
تھا وہ اہل جنوں کا پیر مغاں | عقل والوں نے اس کی کب مانی
تھا وہ لاریب ایک بندہ حر | بزم احرار کا تھا وہ بانی
اس کی تربت کی خاک خاک شفا | ہو لحد اس کی غلد نورانی
باغ فردوس ہو مقام اس کا | ہم کو توفیق صبر ارزانی
میں ہوں آزاد خوشہ چیں اسکا | اس سے رشتہ ہے میرا روحانی

خطابات حکیم انقلاب

دنیا پور ۴ نومبر ۱۹۶۸ء۔

محترم حکماء و معزز حاضرین! دوستو اور ساتھیو! میں آپ سب کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے اس طبی اجتماع کی صدارت کے لئے عزت بخشی ہے۔ آپ لوگوں کا علم و فن طب کے ساتھ ذوق و شوق اور گہرا لگاؤ دیکھ کر بے حد مسرت اور انتہائی شادمانی ہوئی ہے۔ حیرت کا مقام یہ ہے کہ ایک دور افتادہ مقام پر علم و فن طب سے اس قدر دلچسپی و تعلق اور جذبہ انتہائی قابل تعریف ہے۔ فن طب کوئی آسان علم نہیں ہے بلکہ حکمت کی شاخ ہے اور حکمت عقلمندی کا تقاضا ہے اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسا ذوق و شوق رکھنے والے یقیناً عقل و شعور اور حقیقت و علم کے جذبات رکھتے ہیں۔

گذشتہ سال بھی مجھے انہی دنوں یہاں بلکہ اسی جگہ تقریر کا موقعہ ملا تھا۔ اس وقت میں نے آپ کے سامنے تین باتیں بیان کی تھیں (۱) میں طب قدیم کا نمائندہ ہوں اور میرا تعلق کسی طب جدید یا کسی نئے طریق علاج سے نہیں ہے (۲) طب قدیم جن بنیادوں پر قائم ہے وہ اصولی نظریں ہیں اور وہ نہ صرف سائنسی قدروں کے مطابق ہیں بلکہ قوانین فطرت کے بھی مطابق ہیں۔ جب تک کوئی قوانین فطرت کو غلط قرار نہ دے وہ طب قدیم کو غلط ثابت نہیں کر سکتا (۳) فرنگی طب یا ماڈرن میڈیکل سائنس غیر علمی اور غلط ہے۔ یاد رکھیں کہ سائنس اور شے ہے اور ماڈرن میڈیکل سائنس جدا شے ہے۔

آج آپ کے سامنے ایک اور حقیقت بیان کرتا ہوں۔ یہ قدرت کا ایک قانون

ہے اور صحت کا ایک راز ہے۔ قدرت کی اس حقیقت یعنی قانون اور صحت کے ذمہ
کا نام ہے "قوت شفا" یہ ایک اہم حقیقت ہے اور صحت کے لئے بے حد ضروری
قانون ہے۔ افسوس ہے کہ فرنگی طب اور سائنس بلکہ میڈیکل سائنس نے کبھی اس پر
کبھی غور تک نہیں کیا۔ بلکہ اس کا طریق علاج بالکل اس کے خلاف ہے۔ علاج
بالمثل (ہومیوپیتھی) بھی اس قانون سے ناواقف ہے۔ البتہ آیورویدک اور طب
یونانی کے علاج ایک قانون کی حیثیت سے شامل ہے۔ مگر اس کو تفصیل و تشریح
اور ترتیب و علاج کی حیثیت سے کبھی بیان نہیں کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قانون
کو سمجھے بغیر قوت شفا کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ عام طور پر دست شفا کا ذکر کیا جاتا ہے۔
لیکن جب تک قوت شفا پر دسترس نہ ہو اس وقت تک دست شفا کی حقیقت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

قانون قوت شفا کے متعلق جاننا چاہئے کہ مرض بذات خود کوئی شے نہیں ہے
بلکہ صحت ایک حقیقت ہے اور اس کے قائم نہ رہنے کا نام مرض ہے۔ بالکل
اسی طرح جیسے جھوٹ اور برائی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت سچائی اور
نیکی کا نام ہے۔ جہاں سچائی اور نیکی کی نفی ہوتی ہے وہاں پر جھوٹ اور برائی کی
شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں صحت ایک قانون فطرت ہے جو قدرت کے
ماتحت عمل کرتا ہے۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ جب جسم انسان کے اعضاء خاص
طور پر مفرد اعضاء (نسیج) خون (اخلاط و کیفیات) اور نفسیاتی اثرات اپنے اپنے
اعتدال پر قائم رہیں اس کا نام صحت ہے۔ جب اعضاء میں بگاڑ خون میں
تغیر اور جذبات میں خرابی واقع ہو جاتی ہے تو اس کا نام مرض رکھ دیا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ (۱) نفسیاتی بگاڑ ایک وقتی اثر ہوتا ہے جو جذبات کے صدمات
سے پیدا ہوتا ہے اور منٹوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات گھنٹوں اور دنوں تک
چلا جاتا ہے۔ شاذ ایسا ہوتا ہے کہ عمر بھر ایک ہی جذبہ قائم رہے۔ بہرحال ہر صورت

میں اپنے اثرات خون میں چھوڑتا رہتا ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ کسی جذباتی اور نفسیاتی اثر کا اظہار کسی نہ کسی عضو کے فعل میں کمی بیشی کے بغیر نہیں ہو سکتا (۲) اعضائے جسم کے افعال کی خرابی جو کیفیات کے تحت پیدا ہوتی ہے وہ فوری طور پر واقع ہو۔ وہ بھی دائمی نہیں ہوتی بلکہ گھنٹوں اور دنوں تک ضرور قائم رہتی ہے۔ پھر خرابی کے اثر کے مطابق جلد ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ یہ خرابی بھی خون میں اپنا اثر چھوڑ جاتی ہے۔ یہ دونوں خرابیاں اگرچہ مختلف ہیں لیکن اعضاء کے افعال میں کمی بیشی کے اظہار کی وجہ سے ایک صورت معلوم ہوتی ہے۔ ان کو جسم کے مشینی اثرات کہا جاتا ہے۔ جب تک یہ قائم رہتی ہے خون میں ان کا اثر شامل ہوتا رہتا ہے (۳) خون میں تغیر ایک دائمی تبدیلی ہے جو مشکل سے پیدا ہوتی ہے اور دیر سے ختم ہوتی ہے۔ یہ زیادہ تر مادی اثرات سے پیدا ہوتی ہے جو کھانے پینے کی استعمال کا نتیجہ ہے۔ البتہ اس میں اعضاء کے افعال اور نفسیاتی اثرات کے تحت کیفیات کے اثرات شامل ہو جاتے ہیں۔ ان کو جسم کے کیمیاوی اثرات کہا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جسم میں یہی تینوں قسم کے اثرات پیدا ہوتے رہتے ہیں (۱) نفسیاتی (۲) عضوی افعال (۳) دموی تغیرات۔ اول دونوں مشینی اثرات ہیں اور تیسرا کیمیاوی تغیر ہے۔ مشینی اثرات وقتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور فوری طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔ کیمیاوی تغیرات مشکل سے پیدا ہوتے ہیں اور دیر سے تبدیل ہوتے ہیں۔ ان کے اعتدال کا دوسرا نام صحت ہے اور اعتدال کے بگڑ جانے کا نام مرض ہے۔

جاننا چاہئے کہ صحت کا قیام اس کیمیاوی ترتیب پر منحصر ہے جو خون میں قائم ہے۔ نظام اعضاء اس کے مطابق اپنے افعال انجام دیتے ہیں اور انسانی جذبات اس کے مطابق ابھرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں زندگی و قوت اور حرارت غریزی (اخلاط) خون کی صحیح کیمیاوی ترتیب (مرکب) پر قائم ہیں۔ بس یہی صحت ہے اور قوت کی

یہ صحیح کیمیاوی ترتیب بگڑ جاتی ہے۔ چاہے وہ بگاڑ نفسیاتی جذبات کے اثرات ہوں یا اعضاء کے افعال کی کمی بیشی سے ہو یا مادی تغیرات سے خون میں کیمیاوی تبدیلی پیدا ہو جائے۔ بہر حال خون کی ترکیب (مرکب) میں فرق پیدا ہو جاتا ہے بس یہی مرض ہے۔ اس مرض سے جسم میں جو حالات پیدا ہوتے ہیں وہی اس کی علامات ہیں۔ یہ علامات عضوی وکیفیاتی بھی ہوتی ہیں اور مادی و نفسیاتی بھی ہوتی ہیں۔ ان میں بعض شدید ہوتی ہیں اور بعض لطیف معلوم ہوتی ہیں۔ مریض اکثر شدید علامات کی تکلیف کا اظہار کرتا ہے اور انہی کو مرض کا نام دیتا ہے۔

علاج کی صورت میں معالج بھی مریض کی تکلیف کے زیر اثر اور اپنی کامیابی کے پیش نظر انہی علامات کو رفع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اول تو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اگر کسی حد تک کوئی علامت کم بھی ہو جائے یا تکلیف رک جائے تو تھوڑے عرصہ بعد پھر نمودار ہو جاتی ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ لوٹ آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معالج ماہیت مرض سے واقف نہیں ہے اور نہ ہی صحت کے صحیح قانون کا اس کو علم ہے۔ اس لئے اس کے پاس قوت شفا نہیں ہے اور نہ ہی وہ دست شفا رکھتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ صحت کسی علامت و اثر اور تکلیف کے رفع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ صحت کی اس حالت کو لوٹانے کا نام ہے جس سے خون کی صحیح کیمیاوی ترکیب (مرکب) قائم ہو جائے۔ یہی قوت شفا ہے۔ جب قوت شفا قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس سے نہ صرف اعضاء کے مشینی افعال اور خون کی کیمیاوی ترکیب درست ہو جاتی ہے بلکہ مادی وکیفیاتی اور نفسیاتی علامات و اثرات اور تکالیف بھی دور ہو جاتی ہیں۔ بس اسی کا نام صحت ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سے طریق علاج میں صحت کو حاصل کرنے کے لئے

قوت شفا کو مدنظر رکھا گیا ہے جہاں تک فرنگی طب (میڈیکل سائنس) کا تعلق ہے۔ وہ صرف ان علامات و اثرات اور تکالیف کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے جو ظاہر اور باطن جسم میں اس کو معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر خون کی کیمیاوی ترتیب اور افعال الاعضاء کو کلی طور پر مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ زیادہ سے زیادہ ان کے زہروں کو خون کے اندر معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جراثیم اور ان کا زہر خون کے اجزا نہیں ہیں اور نہ ہی حالت صحت میں خون میں پائے جاتے ہیں۔ اگر ان کے باعث مرض قرار بھی دے دیا جائے اور ان کو انٹی سپٹک (دافع زہر) ادویات سے دور بھی کر دیا جائے تو بھی خون کی وہ صحیح کیمیاوی ترتیب پیدا نہیں ہو سکتی جس کا نام قوت شفا ہے۔ اس کے بغیر صحت کا حصول ناممکن ہے۔

دوسرا طریق علاج 'علاج بالمثل (ہومیوپیتھی)' ہے۔ اس میں سرے سے مرض کا تصور ہی نہیں ہے۔ اس کی ماہیت (پیتھالوجی) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے ہاں صحت کا کوئی مقام ہی متعین نہیں کیا گیا تو پھر بھلا وہ خون کی صحیح کیمیاوی ترکیب کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے ہاں اعضا کے افعال، غذائی خواص اور مادی اثرات و نفسیاتی کیفیات کے جسم پر اور ان کے باہمی تعلقات پا لکے ہی نہیں جانتے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مریض کی کسی علامت کو رفع کرنے سے خون کے اندر صحیح کیمیاوی ترتیب پیدا ہو سکتی ہے۔ نہیں! ہرگز! بلکہ ادویات تو مادی کی بجائے روحانی خوراکوں میں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اس صورت میں مادی شے کے اضافہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ پھر خون میں تبدیلی کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے ایسے حالات میں قوت شفا کا قائم کرنا ممکن ہی نہیں

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہومیوپیتھی میں چند علامات رفع کرنے کے علاوہ کسی مرض پر بحیثیت بلکہ حقیقی طور پر کسی مرض کا یقینی اور بے خطا علاج نہیں ہے۔ بنابانی زبانی کیور کمانڈر (قوت شفا) کا دعویٰ ایسے ہی ہے۔

ایلوپیتھی (فرنگی طب)، اور ہومیوپیتھی (علاج بالمثل) کے علاوہ اور بھی چند چھوٹے موٹے طریق علاج ہیں۔ جن میں سے بایوکیمک، ہائیڈروپیتھی (پانی اور بھاپ سے علاج)، الیکٹروپیتھی (بجلی سے علاج) کروموپیتھی (رنگوں سے علاج) فزیوپیتھی (مالش و ماله سے علاج) سائیکوپیتھی (تجزیہ نفس سے علاج) وغیرہ وغیرہ سب فرنگیوں کی پیداوار ہیں۔ ان سب میں قوت شفا کا نام تک نہیں ہے۔ اول تو ان کو طریق علاج کہنا ہی غلط ہے بلکہ طریق علاج کے نام کی ذلت ہے۔ صرف چند علامات کو رفع کر دینے کا نام علاج نہیں ہو سکتا۔ جیسے بعض لوگ فاقہ کرنے کو علاج کہتے ہیں۔ موسیقی کو علاج کرنے میں شامل کرتے ہیں۔ مذہبی کتب و آیات اور مذہبی عبادتیں اور منتر کو روحانی علاج کا درجہ دیتے ہیں۔ اسی طرح تعویذ گنڈا اور جھاڑ پھونک کو بھی علاج میں شامل کر لیا گیا ہے۔ یہ بھی علاج کی شان کے منافی ہیں اور نہ ہی ان میں اصول متعین ہیں اور نہ ہی یہ قانون فطرت کے مطابق ہیں۔ ان میں قوت شفا کا پایا جانا ناممکن ہے۔

ہم نے قانون شفا بیان کر دیا ہے۔ ہر طریق علاج کو اس کسوٹی پر پرکھا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی قوت شفا کے اس قانون کے علاوہ کوئی اور قانون پیش کرے جس میں قوت شفا ہو تو ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں۔

اب آپ کے سامنے دو چند ایسے طریق علاج پیش کرتا ہوں جن کی بنیاد ہی قوت شفا پر رکھی گئی ہے۔ کوئی صاحب علم و اہل فن یا سائنس دان مندرجہ بالا قانون یا سائنس کے کسی قانون کے تحت ان کی اس قوت شفا کے دعوی کو غلط

ثابت نہیں کر سکتا اور نہ ہی ہماری تحقیق قوت شفا سے انکار کر سکتی ہے یہ مجموعہ ہماری تحقیقات نظریہ مفرد اعضاء کا ہے جس نے حق و باطل میں تمیز پیدا کر دی ہے یہ دونوں طریق علاج جن کی بنیاد قوت شفا پر رکھی گئی ہے اصولی اور تکمیلی ہیں۔

پہلا طریق علاج طب قدیم کا ہے جس میں صحت کی بنیاد اخلاط اور کیفیات کے اعتدال پر رکھی گئی ہے یعنی جب تک ان کا اعتدال قائم نہیں رہتا صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ ان کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں (۱) ان میں کمی بیشی واقع ہو جائے (۲) ان کے مزاج میں خرابی اور نقص واقع ہو جائے (۳) ان کے اپنے مقام میں تبدیلی پیدا ہو جائے یعنی اخلاط اپنے اصل مقام سے اخراج پانے کی بجائے دیگر مقام پر چلی جائے یہی صحت کی بنیاد اور بسبب مرض طب قدیم کا بنیادی قانون ہے جو قانون فطرت کے تحت عمل کرتا ہے یعنی جب تک اخلاط خون و بلغم اور صفرا و سودا اور کیفیات گرمی و سردی اور تری و خشکی اعتدال پر ہیں کوئی مرض پیدا نہیں ہو سکتا ہے اور اگر کوئی مرض ہو تو جسم میں ان کا اعتدال قائم کر دیا جائے تو فوراً مرض رفع ہو جائے گا۔ یہی قوت شفا ہے۔

دوسرا طریق علاج ایورویدک کا ہے اس میں صحت کی بنیاد دوشوں ارواح اخلاط اور پرکرتی (کیفیات) پر رکھی گئی ہے اس کا بھی صحت کے متعلق یہی قانون ہے کہ جب یہ دوش اور پرکرتی اعتدال کے ساتھ قائم رہیں تو صحت قائم رہتی ہے اور جب ان کا اعتدال بگڑ جاتا ہے تو اس حالت کا نام مرض قرار دیا جاتا ہے جس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) ان میں کمی بیشی واقع ہو جائے (۲) ان کے مزاج میں خرابی اور نقص واقع ہو جائے اور (۳) ان کے اپنے مقام اخراج میں تبدیلی پیدا ہو جائے ایورویدک میں یہی صحت کا بنیادی قانون ہے اور یہی ان کے ماہیت امراض کی بنیاد ہے طب قدیم اور ایورویدک کے اخلاط اور دوشوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ طب

قدیم اخلاط کو چار تسلیم کرتی ہے اور آیورویدک دوشوں کو تین تسلیم کرتی ہے جن کو وات (وایو) سے ہے۔ یعنی ہوا، پت (صفرا)، کف (بلغم) کہتے ہیں۔ وہ خون کو بھی تسلیم کرتی ہے جس کو رکت کہتے ہیں۔ لیکن اس کو دوش میں شامل نہیں کرتے بلکہ خون کی کیمیاوی خرابی و نقص اور تغیر و تبدیلی میں دوشوں کے اثر کو ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں۔ گویا عملاً چاروں کو اکٹھا ہی شمار کرتے ہیں۔ یہ کوئی فرق نہیں ہے صرف خون کے کیمیاوی تغیر و تبدیلی کو سمجھنے کے لئے ایسی تقسیم کی گئی ہے حقیقت میں کیمیاوی تغیر و تبدیلی کی صورتیں وہی چار ہیں جن پر صحت قائم ہے یہی قوت شفا ہے

آخر میں اس مسلمہ حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ صحت کی حفاظت کے لئے جسم میں ایک قوت ہوتی ہے جو ان تمام اثرات کا مقابلہ کرتی رہتی ہے جو جسم کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ ان اثرات میں نفسیاتی و کیفیاتی اور مادی و جراثیمی اثرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جب تک یہ قوت قائم رہے صحت قائم رہتی ہے۔ جب یہ قوت کمزور ہو جاتی ہے تو کوئی مرض پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قوت کا نام قوت مدافعت ہے۔ جس کو ایلوپیتھی میں امیونٹی۔ ہومیوپیتھی میں وائٹل فورس۔ آیورویدک میں من علم نفسیات میں نفس ناطقہ۔ اور ادبی زندگی میں اس کو مائنڈ کہتے ہیں۔ اس کا مقام بھی جسم میں خون ہی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ طب قدیم اس کو طبعی روح کہتی ہے جو اخلاط کے لطیف بخارات سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی جسم کی حفاظت کرتی ہے ماڈرن میڈیکل سائنس نے تسلیم کیا ہے کہ خون میں سالڈ، لیکوئڈ (جامد و محلول) مادوں کے علاوہ گیسیں (بخارات) بھی اس کے اجزاء ہیں جن میں آکسیجن و نائٹروجن، کاربن اور ہائیڈروجن وغیرہ قابل ذکر ہیں اور جب ان کے کیمیاوی تناسب میں فرق پڑ جاتا ہے تو صحت کا توازن بگڑ جاتا ہے۔

ہم روزمرہ زندگی میں بھی عام طور پر ایک دوسرے سے یہی دریافت کرتے

پوچھتے ہیں۔ آپ کا مزاج کیسا ہے یا آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ یہاں صحت کے توازن کا ہی ذکر ہوتا ہے جو کیمیادی تناسب سے ہی قوت مدافعت قائم رکھتی ہے بس ہیں قانون کے تحت یہ قوت صحت کو قائم رکھتی ہے اسی کا نام قانون قوت شفا ہے۔ اسی سے حقیقی شفا پیدا ہوتی ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اخلاط یا خون اور اس کے دیگر اجزاء ہی جسم و اعضاء خصوصاً مفرد اعضاء کی غذا بنتے ہیں۔ بلکہ مفرد اعضاء مجسم اخلاط ہیں۔ پس مفرد اعضاء (انسجہ۔ ٹشوز) کے افعال کے اعتدال سے ہی قوت شفاء کا قانون عمل میں آ سکتا ہے صرف طب قدیم اور آیورویدک ہی ایسے طریق علاج ہیں۔ جنہوں نے غذا کے ہضم سے لے کر اخلاط یا خون اور اس کے دیگر اجزاء کے بننے تک، پھر ان سے ہی مفرد اعضاء مجسم ہوتے ہیں جن کو ماڈرن میڈیکل سائنس میں ٹشوز (انسجہ) کہتے ہیں اور یہ ٹشوز (انسجہ) جسم کے ابتدائی حیوانی ذرات سے تیار ہوتے ہیں۔ جن کو خلیات (سیلز) کہتے ہیں۔ جس کا واحد خلیہ (سیل) ہے۔

پس یاد رکھیں کہ اسی حیوانی ذرہ کا اعتدال مکمل قانون شفا کی اولین اکائی ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ اخلاط و خلیات دونوں کیمیاوی اور مشینی طور پر زندگی اور صحت قائم رکھتے ہیں۔ صرف کسی علامت کو رفع کرنے سے کبھی صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ بلکہ قانون قوت شفا پر قابو پانے سے مکمل شفا کا ملکہ پیدا ہو سکتا ہے۔

دنیا پور (ضلع ملتان) ۳۔ نومبر ۱۹۶۹ء۔

محترم حکماء اور ڈاکٹر صاحبان، قابل عزت حاضرین اور عزیز ساتھیو! میں آپ سب کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے اس طبی اجتماع کی صدارت کی عزت بخشی ہے۔ آپ لوگوں کو علم و فن طب سے جو ذوق و شوق اور گہرا لگاؤ

پیدا ہو گیا ہے۔ اسی کی محنت میں گزشتہ دو سال میں بھی انہی ایام میں جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اگرچہ دنیا پر ایک دورِ انحطاط طاری ہے تاہم آپ لوگوں کی اس قدر دلچسپی اور تعلق اور جذبہ قابلِ تعریف ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علم و حکمت کی روشنی یہاں سے ابھر کر دنیا کو مستفید کرے گی۔ شاید دنیا پھر سے امام بنے کم از کم اس قسم کے آثار اور اسرار معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کام میں برکت بخشیں۔

پچھلے سال میں نے آپ کے سامنے جو تقریر کی تھی اس میں تین باتیں بیان کی تھیں

۱۔ طب قدیم کا زندہ ہونا ہے۔ میرا تعلق طب جدید یا کسی سے طریق علاج سے نہیں ہے۔

۲۔ طب قدیم جن بنیادوں پر قائم ہے وہ اصولی اور قانونی قدریں ہیں اور وہ صرف تجرباتی و مشاہداتی تحقیقات کے مطابق ہی نہیں بلکہ قوانین فطرت کے مطابق ہیں اور جب تک کوئی قوانین فطرت کو غلط قرار نہ دے دے۔ تو طب قدیم کو ہرگز غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

۳۔ فرنگی طب یا ماڈرن میڈیکل سائنس غیر علمی، غلط اور اصول سے گری ہوئی ہے۔ یاد رکھیں کہ سائنس اور شے ہے اور ماڈرن میڈیکل سائنس اور شے ہے۔

دوسرے سال میں نے آپ کے سامنے ایک حقیقت بیان کی تھی جو قدرت کا ایک فطری قانون ہے اور حکمت کا ایک راز ہے۔ قدرت کی اس حقیقت کو قانون اور حکمت کے اس راز کا نام قوتِ شفا ہے۔ آج کے اجلاس میں جو تقریر آپ کے سامنے پیش کروں گا اس کا عنوان قانونِ شفا ہے یہ بھی قدرت کا ایک راز ہے

قانونِ شفا

دنیا میں جس قدر طریق ہائے علاج پائے جاتے ہیں ان میں سے ہر طریق علاج کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ سب سے بہتر کامیاب ہے۔ بعض یہاں تک دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے طریق علاج میں یقینی شفا اور بے خطر علاج کی خوبی پائی جاتی ہے۔ لیکن سالہا سال کے تجربات سے ثابت

ہوتا ہے کہ شفا من جانب اللہ ہے یعنی شفا اللہ تعالیٰ ہی سے حاصل ہوتی ہے گویا قوت شفا کا مرکز صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا کے بغیر کسی کو شفا نصیب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حکیم اور عقل مند معالج مریض کو یہی کہتے ہیں کہ اس کو انشاء اللہ شفا ہو جائے گی یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا شامل حال ہوگی تو مریض کو ضرور شفا ہو جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا نہ ہوگی تو مریض کو شفا نہیں ہوگی۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے وعدہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ انشاء اللہ یہ وعدہ پورا ہوگا۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا ہوگی تو یہ وعدہ پورا ہوگا ورنہ نہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حکیم و عقل مند اور دیگر اشخاص جو انشاء اللہ تعالیٰ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا کو پیش کرتے ہیں خود نہ تو انشاء اللہ کی حقیقت سے واقف ہیں اور نہ ہی منشائے الٰہی کی رمز سے آگاہ ہوتے ہیں اور ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ دیکھیں منشائے ایزدی سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اور منشائے الٰہی کے ذکر کا مقصد قانون قدرت و اصول فطرت اور سنت الہیہ و عادات خداوندی کی طرف اشارہ ہے کہ جو کچھ اس زندگی اور کائنات میں ہو رہا ہے وہ سب کچھ مرضی رحمان اور منشائے رحیم کے بغیر نہیں ہو رہا ہے ہم کو اپنا ہر فعل و عمل اس کی مرضی و منشاء اور عادات و اخلاق کے مطابق انجام دینا چاہیے۔ صرف زبانی انشاء اللہ تعالیٰ اور رضائے الٰہی کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ خداوند حکیم نے انسان کو زندگی اور کائنات کی ہر شے کی حقیقت ماہیت اور افعال و اثرات کا علم دیا ہے اور ساتھ ہی یہ تاکید کر دی ہے کہ لا تبدیل لخلق اللہ (اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کی کوئی تخلیق چاہے وہ کوئی شے ہو یا عمل وہ ایک خاص انداز پر پیدا کئے

گئے ہیں۔ اپنے خاص عمل پر گامزن ہیں۔ ان کی حقیقت و ماہیت اور عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاتی۔ جس طرح ان کی ابتدائی پیدائش اور عمل مقرر کیا گیا تھا، وہی صورت تاحال قائم ہے۔

اسی طرح یہ بھی شدید تاکید کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کہ لن تجد لسنت اللہ تبدیلا (یعنی اللہ تعالیٰ کے قانون میں ہرگز ہرگز تبدیلی واقعہ نہیں ہوگی)۔ یعنی زندگی و کائنات کی جس کسی شے یا عمل کا ہمیں علم ہو گیا ہے۔ ان میں کبھی بھی تبدیلی نہ دیکھو گے۔

یہی وہ قانون ہے جس کو ہم مشاہدہ اور تجربہ کہتے ہیں اور آج کے دور میں اس کو سائنس کا نام دیتے ہیں۔ وہی لوگ قانون قدرت و اصول فطرت اور منشائے الٰہی اور رضائے خداوندی پر عمل کر رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگ عقلمند، حکیم اور دور اندیش ہیں۔ ایسے ہی لوگ اس وقت تک کسی شے اور عمل کو فعل میں نہیں لاتے جب تک اس کی ماہیت اور حقیقت سے واقف نہ ہو جائیں۔ بس یہی وہ لوگ ہیں جو زندگی میں کامیاب ہیں۔

قانون علاج صحت کا قیام بھی قانون فطرت کے عین مطابق ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان بھی فطرت کے مطابق پیدا ہوا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ انسانی صحت کو قائم رکھنے کے لئے اس قانون کو جاننا پڑے گا جس کے تحت انسانی صحت قائم ہے۔ جب تک اس قانون کا علم نہیں ہوگا۔ اس وقت تک صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ بلکہ جب کوئی انسان مریض ہوگا اس کو صحت کی طرف لوٹنا نا ممکن ہو جائے گا۔ جن طریق علاج کا دعویٰ ہے کہ وہ بہتر اور کامیاب ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا وہ قانون فطرت کے مطابق بھی ہیں۔ اگر ان کا قانون فطرت سے کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر ان کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ بہتر ہیں۔

صحت کا فطری قانون یہ ہے کہ وہ مشینی طور پر اعضائے جسم کے صحیح افعال اور کیمیاوی طور پر خون کے مکمل قوام اور مقدار پر منحصر ہے اور جب بھی مشینی طور پر کسی عضو کے افعال میں افراط و تفریط اور ضعف پیدا ہو جائے یا کیمیاوی طور پر خون کے قوام و مقدار اور مزاج میں خرابی واقع ہو گی تو مرض پیدا ہو جائے گا۔ اور جو طریق علاج بھی مشینی اور کیمیاوی طور پر جسم کو اعتدال پر قائم کر دے گا وہی طریق علاج قانون فطرت کے بالکل مطابق ہو گا اور وہی طریق علاج بہتر اور کامیاب ہے بلکہ یقینی اور بے خطا ہے۔

فرنگی طب

اس وقت دنیا میں جس قدر طریق ہائے علاج رائج ہیں ان میں سب سے زیادہ فرنگی طب (ایلوپیتھی) کا دور دورہ ہے کیونکہ یہ تمام دنیا پر چھایا ہوا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ماڈرن ویسٹرن اور سائنٹیفک اور سسٹیمیٹک ہے۔ یعنی زمانے کے مطابق تحقیقی اور علمی و اصولی ہے۔ لیکن جہاں تک اس کی تشخیص اور علاج کا تعلق ہے۔ وہ صرف ان علامات اور تکالیف کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر جسم انسان کو معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن جہاں تک خون کے کیمیاوی اثرات اور اعضاء کے افعال کا تعلق ہے ان کو کلی طور پر مد نظر نہیں رکھا جاتا زیادہ سے زیادہ جراثیم کے زہروں کو خون کے اندر معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ جراثیم اور ان کا زہر خون کے کیمیاوی اجزا نہیں ہیں اور نہ ہی حالت صحت میں خون کے اندر پائے جاتے ہیں اور نہ ہی وہ ادویہ خون کے کیمیاوی اجزا ہیں جن سے جراثیم اور ان کے زہروں کو فنا کیا جاتا ہے اگر ان جراثیم اور ان کے زہروں کو باعث مرض قرار بھی دے دیا جائے اور ان کو دافع زہر ادویہ سے دور بھی کر دیا جائے تو بھی خون کی وہ صحیح کیمیاوی ترکیب اور اعضاء کے

افعال میں اعتدال پیدا نہیں ہوتا ہے جس کا نام صحت وشفا ہے۔

ہومیوپیتھی دوسرا طریق علاج بالمثل (ہومیوپیتھی) ہے۔ اس میں سرے سے مرض کا تصور ہی نہیں ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے ہاں صحت کا کوئی مقام متعین ہی نہیں ہے جن کو انھوں نے قائم کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ وہ تو صرف علامات کو دیکھتے ہیں اور ان کو رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کا تعلق نہ خون کے کیمیاوی اجزا کے ساتھ ہے اور نہ ہی اعضاء کے افعال کے ساتھ ہے۔ ان کی ادویہ اس قدر قلیل میں استعمال کی جاتی ہیں کہ کسی چیز کے اضافے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ کسی علامت کو رفع کرنے سے خون کے کیمیائی اجزا میں ہرگز کسی قسم کی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔

طب قدیم طب قدیم جس کو طب یونانی اور طب اسلامی بھی کہتے ہیں جس میں صحت کی بنیاد اخلاط وکیفیات اور مزاج پر رکھی گئی ہے۔ یعنی جب تک ان میں اعتدال قائم ہے اس کا نام صحت ہے۔ ان کے اعتدال کے بگڑ جانے کا نام مرض قرار دیا گیا ہے۔ یہ اخلاط چار ہیں (۱) خون (۲) بلغم (۳) صفرا (۴) سودا۔

اسی طرح کیفیات بھی چار ہیں (۱) گرمی (۲) سردی (۳) تری (۴) خشکی۔

پھر ہر خلط کا ایک مزاج مقرر ہے۔ پھر تمام اخلاط کا جسم انسان میں اعتدال اضافی مقرر کیا گیا ہے جس پر انسانی صحت کا قیام ہے۔ امراض کے علاج کی صورت میں صحت کے اسی مقام کو قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہی صحت کا فطری قانون ہے۔ قابل ذکر حقیقت یہ ہے کہ مقام صحت جسم انسانی کے مزاج کے اعتدال کو بیان کر دینا ہی کافی نہیں سمجھا ان کے علاوہ ہر مفرد عضو کا مزاج ہر مرکب عضو کا مزاج۔ انسانی جذبات کے مزاج وغیرہ میں اخلاط سے لے کر اعضاء اور جذبات تک ہم آہنگی قائم ہے تاکہ حالت صحت میں اس ہم آہنگی کو قائم رکھا جائے۔ اور

مرض کی حالت میں مزاج کی اسی ہم آہنگی کو قائم کیا جائے تاکہ صحت لوٹ آئے یہی علاج کی غرض و غایت ہے بلکہ اس مزاج کے قیام کا کمال ہے کہ ہم باہم زندگی میں جب ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو پہلا سوال یہ کرتے ہیں کہ آپ کا مزاج کیسا ہے جس سے جسم و جذبات اور روح یعنی اعضائی کو معلوم کیا جاتا ہے۔ گویا ان کا مزاج اور طبیعت درست ہے اور صحت قائم ہے۔

تجدید طب

تحریک تجدید طب میں تحقیقات کے بعد یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جب اخلاط جسم ہوتے ہیں تو مفرد اعضاء النسجہ (ٹشوز) بن جاتے ہیں۔ جن سے مرکب اعضاء ترتیب پاتے ہیں جن کے افعال پر صحت قائم ہے۔ اس لیے اگر اخلاط کی بجائے مفرد اعضا کو بھی مدنظر رکھ کر مزاج کے اعتدال کو قائم کیا جائے تو کلی صحت قائم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس سے ایک طرف اخلاط کا اعتدال قائم ہو جاتا ہے اور دوسری طرف مرکب اعضاء کے افعال درست ہو جاتے ہیں۔ بس یہی یقینی تشخیص اور بے خطا علاج ہے جس کو دنیا کا کوئی طریق علاج پیش نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس کو غیر علمی اور غیر اصولی کہہ سکتا ہے اور یہی طریق علاج موجودہ ایٹمی دور کا ساتھ دے سکتا ہے۔ یہی تجدید کا کمال ہے۔

لاہور۔ ۱۱ اپریل ۱۹۶۱ء کو بعد از نماز عصر نوری شفاخانہ (رجسٹرڈ) کے افتتاح کے موقعہ پر..... تقریر کرتے ہوئے حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ طب یونانی کی سربلندی کے لیے نوری شفاخانہ کا افتتاح ہو رہا ہے جو حقیقی معنوں میں طب یونانی کے اصولوں کے مطابق کیفیات و اخلاط کے تحت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ طب یونانی کو [illegible] وحشی اور زمانہ کا ساتھ نہ دے سکنے کا

خیال کرنے والے غلطی پر ہیں۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ اتنی خوبیاں اور اچھائیاں کسی دوسرے طریق علاج میں نہیں ہیں۔ ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی طریق علاج علامات کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو مرض کی مدد اور مریض پر زیادتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں طب یونانی ہی کا نمائندہ ہوں اور نظریہ مفرد اعضاء بھی طب یونانی ہی کا ایک اصول ہے جس کے تحت طب میں تجدید اصلاح کی گئی ہے۔ طب میں کیفیات و اخلاط کا تعلق اعضاء کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا کیفیات و اخلاط کا تعلق دوا کے ساتھ۔ لیکن مرکب اعضاء کے علاج میں ان کے مفرد اعضاء کے بگاڑ یا ان کے افعال کو سمجھے بغیر تمام عضو کی خرابی سمجھ کر علاج کرتے ہیں فن میں رکاوٹ آ گئی جس کو نظریہ مفرد اعضاء کی روشنی میں سمجھا اور دور کر دیا گیا ہے آپ نے مثالیں دیتے ہوئے کہا کہ دماغ کا مزاج سرد تر ہے۔ لیکن چہرہ جو دماغ سے متعلق ہے۔ مختلف مفرد اعضاء سے مرکب ہونے کی بنا پر اس کا مزاج سرد تر نہیں رہے۔ ایسے ہی معدہ و امعاء غدد میں شامل ہیں دوران علاج یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ کس مفرد عضو کی خرابی ہے جب تک یہ نہ سمجھا جائے گا اس وقت تک اکسیر اعظم و تریاق مسیحہ وغیرہ کے مرکبات بالکل بے اثر ثابت ہوں گے۔

جناب صابر ملتانی صاحب نے نوری شفاخانہ کو دنیا میں اپنی نوعیت کا واحد شفاخانہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ صحیح ترین طریق علاج کا علمبردار اور طب اسلامی کا ترجمان ہے۔ ہمارے ملک کی مسجدوں ٹرسٹ اور اوقاف کو چاہیئے کہ نوری شفاخانہ کی پیروی میں وہ بھی ایسے شفاخانے کھولیں تاکہ عوام کی خدمت بہتر طریقے پر ہو سکے۔

آپ نے فرمایا کہ مسکنات و مخدرات دینا کوئی علاج نہیں ہے۔ نوری شفاخانہ میں کیفیات و اخلاط کے مطابق مفرد اعضاء کی خرابی کا علاج ہوگا یہی یقینی علاج ہے

نوری شفا خانہ نے معالج علامات کو دبانے کی کوشش نہیں کریں گے کیونکہ علاماتی علاج عارضی اور وقتی ہوتا ہے۔ ہم ! نیسے سب طریقہ ائے علاج کو غلط سمجھتے ہیں جو زبانی نہیں بلکہ تحریری چیلنج ہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ نوری شفا خانہ کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ صحیح طریق علاج نظریہ مفرد اعضاء کے تحت ہی کیا جاسکتا ہے اور نظریہ مفرد اعضاء کوئی نیا طریق علاج نہیں ہے بلکہ طب یونانی کا ایک قانون ہے کہ جب اخلاط مجسم ہوں تو مفرد اعضاء بنتے ہیں اور اعضاء کے بگاڑ سے مرض پیدا ہوتا ہے

آخر میں آپ نے نوری جماعت کے اراکین کو مبارکباد دی اور کہا کہ میں ان کی حقیقت پسندی کی داد دیتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح اس مسجد و دواخانہ کا افتتاح بزرگ ہستیوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے۔ اسی طرح اس کے نتائج بھی اچھے ہوں گے۔ اور افادیت کے لحاظ سے یہ دنیا میں اپنی نوعیت کا واحد یونانی شفا خانہ ثابت ہوگا۔

دنیاپور ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۱ء : محترم صدر اور معزز حاضرین : مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو چوتھی بار دیکھا ہے۔ دراصل میرے آنے کا باعث آپ دوستوں کی محبت اور جذبہ خدمت فن ہی ہے جس کی تسکین اور شوق کو بلند کرنے چلا آتا ہوں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس علم و فن میں تجدید و احیاء کا سلسلہ قائم نہیں رہتا وہ فنا اور ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں ہمیشہ تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے اور نئی نئی دریافتیں بھی ہوتی رہتی ہیں جن کو علوم و فنون کی کلیات و جزئیات سے جوڑنا، ملانا اور ان میں حسن پیدا کرنا پڑتا ہے۔ باقی علوم کو تو چھوڑیئے۔ خود دین میں بھی تجدید ہوتی رہتی ہے اور اس بارے میں مذہب

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ مثلاً امام غزالی نے فلسفہ یونان کی یلغار کو روکا اور اس کو متبادل زمانہ کے حالات کے مطابق دین کو سمجھایا۔ اس طرح اگر سیاسیات، اخلاق، حکمت، فلسفہ اور معاشرت کی طرف توجہ نہ دی جائے تو یہ علوم بھی رفتہ رفتہ ختم اور فنا ہو جاتے ہیں۔

ایک بات جو خاص طور پر توجہ طلب ہے وہ یہ ہے کہ فنون کی تجدید و احیاء و بقا و ارتقا کی طرف اسی وقت توجہ دی جاتی ہے یا ان کی ضرورت اسی وقت محسوس ہوتی ہے جب کبھی کسی متبادل متحارب یا مخالف نظام سے ٹکر ہو جائے۔ اسلام میں بھی تجدید اسی وقت ہوئی جب دیگر فلسفوں نے اس سے ٹکر لی اور ائمہ دین نے ان کی غلطیوں کو واضح کیا اور اسلام کی خوبیوں کو نمایاں کیا۔ میں نے طب قدیم میں تجدید و احیاء کا کام کیا ہے یہ علم و فن ہزاروں سال پرانا ہے۔ بابل و نینوا، مصر، چین اور یونان و ہند وغیرہ کی مختلف تہذیبوں میں یہ فن زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا چلا گیا۔ جو اسلام کی روشنی سے منور ہو کر تمام عالم میں ایک نئی آب و تاب سے پھیل گیا اس کی ٹکر کسی متبادل نظام سے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن انگریز کی رہنمائی اور مکارانہ ذہنیت کے مظاہرہ کے ساتھ دیگر فنون کی طرح اس فن کو بھی حادثہ پیش آیا۔ خاص کر ہمارے ملک میں جب فرنگی غدار فاتح کی حیثیت سے وارد ہوا تو اس نے یہاں کے باشندوں کو ذہنی و علمی اور فنی طور پر کہ ہر لحاظ سے غلام بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ غلاموں کے علوم و فنون، سیاست و معاشرت، معیشت اور اخلاق غرضیکہ سب کچھ فاتح کی مرضی کے تابع ہوتا ہے اسی طرح فرنگی کی آمد سے فرنگی کا علم و فن، سیاست و اخلاق اس تیزی سے پھیلنے لگا کہ ملک میں اس کے نتیجہ میں عیسائی پیدا ہونے لگے اور عیسائیت کو فروغ ملنے لگا۔ اس کی سیاست کے ساتھ ساتھ معاشرہ

میں ان کا فلسفہ اور ملک میں ان کا طریق علاج رائج ہوا۔ ہر فرد ان ذہنوں کو سوچنے لگا جن سے اس کا مرتبہ بلند اور حکومت سے تعلق ہو۔ اس لئے حکومت کی ہر جائز و ناجائز بات تسلیم کی جانے لگی۔ محکوم قوم نے اس کا لباس وضع قطع اخلاق سیاست معاشرت اور فنون کو اندھا دھند اپنا لیا اور نتیجۃً اپنے علوم و فنون فراموش کر بیٹھی۔ ہمارے اچھے اور ذہین لوگ ختم ہوتے چلے گئے بعد کی نسلوں نے ایم اے وغیرہ کر کے باہر جانا شروع کر دیا۔ ملک میں واپس آ کر دیکھا کہ فرنگی اپنی تہذیب میں رنگے ہوئے ان نوجوانوں کی توقیر کرتا ہے تو انہوں نے اپنی تہذیب و تمدن کو چھوڑ دیا اور فرنگی تہذیب کو پھیلانے میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں۔ سائنس کو اس طرح پیش کیا جانے لگا کہ گویا یہ مذہب سے بھی بلند و برتر ہے جس کی چکا چوند کو ہمارے علماء و فقہاء نے بھی قبول کر لیا۔ اور دین میں کمال رکھنے والوں نے سائنس کے اس سیلاب کے سامنے سر جھکا دیا۔ لیکن یہ سب کچھ غلامانہ ذہنیت کی بنا پر بلا تحقیق ہی کر دیا گیا۔ ورنہ اگر تحقیق کرتے تو قرآن کریم کی عظمت ان پر ظاہر ہو جاتی اور حکمت و سائنس خود قرآن میں نظر آ جاتی۔ لیکن افسوس کہ لوگ اصل حقائق بھول گئے اور اطباء قدیم کو جنگلی اور وحشی طریق علاج ثابت کیا جانے لگا۔ یہ ذہنیت مسلسل تین سو سال غلامانہ کوششوں سے پیدا کی گئی جو علم دین کی فراموشی و تباہی کا پیش خیمہ تھی۔

سب سے بڑی دکھ کی بات یہ ہے کہ خود اطباء [illegible] اور حکماء نے فن کو نظر انداز کر دیا اور فرنگی طریق علاج کو اپنا لیا حتیٰ کہ بڑے بڑے اور ماہرین جو اس کے داعی اس سیلاب میں بہہ گئے۔ عوام کا رونا کیا رویا جائے۔ ہمارے موجودہ بھی بوڑھے کے صدر فرنگی ادویہ بیچتے ہیں۔ جبکہ انہوں نے ان ادویہ کی کبھی نہ تو تحقیق کی اور نہ ہی مزاج و کیفیات کے علاوہ فرنگی طریقہ [illegible] سمجھتے ہیں

ان کے علاوہ جناب حکیم محمد حسن قرشی نے فن کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ چونکہ یہ قانون قدرت ہے کہ ہر کمال را زوال ہے اور ہر زوال را کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسی قانون کی صداقت کے لئے طب یونانی کے زوال اور فرنگی طب کے کمال کا جادو توڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے آگے بڑھایا تاکہ فن طب میں از سر نو زندگی پیدا ہو۔ لہذا میری زندگی کا مقصد اور تمام تر کوششیں تجدید طب اور احیائے فن کے لئے ہیں۔ میں فن کو زندہ کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ فن طب ختم ہو رہا تھا۔ اور دنیا میں ایک نیا ذہن ابھر آیا تھا جو شکست خوردہ ذہنیت کا مظاہرہ تھا۔ وہ یہ تھا کہ اب تجدید فن اس کا نام رکھا جائے کہ فرنگی تحقیقات کو بلا کسی عمل اور قاعدے کے اپنا لیا جائے اور تمام فرنگی ادویات و آلات کو یونانی میں ضم کر دو۔

دوستو! یاد رکھو کہ ہم فرنگی مفردات و ادویات اور آلات کے صرف اس حد تک مخالف ہیں جس حد تک ان کی تطبیق نہیں ہوتی۔ ورنہ مفردات و مرکبات یا آلات سے ہمیں کوئی عداوت نہیں ہے۔ وہ نہ پہلے ان کے تھے نہ اب ہیں۔ بلکہ تمام دنیا کی ادویہ سب کی ملک ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ طب یونانی اور فرنگی طب میں اصولی و بنیادی طور پر بعد المشرقین ہے۔ ان بنیادی و اصولی اختلافات کو طے کیے بغیر ہمارے نادان دوستوں نے فن کو برباد کرنا شروع کر دیا اور ایک دوسرے کو غلط ملط کر دیا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ایک طب مزاج و اخلاط و اعضاء کے افعال کے تحت ازالہ مرض کرتی ہے۔ تو دوسری جراثیم کے نظریہ کے تحت۔ یہ سب اصول ایک دوسری طب میں غلط سمجھے جاتے ہیں۔ پھر طب میں ہزاروں سالوں سے ادویہ کے جو مزاج تھے وہی آج بھی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ وہی خواص ہیں لیکن فرنگی طب میں ہر پانچ سال بعد تمام ادویہ و مرکبات کی بازار میں آمد پر پرانی غلط قرار پا جاتی ہیں اور یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ سات ہزار ماہر

ڈاکٹروں نے اب یوں ارشاد کیا ہے: کونین اور اسپرو کے ہزاروں مرکبات اس بات کے شاہد ہیں۔ لہٰذا یہ کمال فن نہیں ہے۔ بلکہ زوال فن ہے طب یونانی میں یہ خوبی ہے کہ اب ساٹھ ہزار ڈاکٹر اٹھ کر کسی چیز کو صحیح یا غلط قرار دے دیں تو وہ تسلیم کر لی جائے بلکہ اس فن کا کمال یہ ہے کہ ہزاروں سال قبل بقراط، رازی، جالینوس اور سینا اجوائن، نمک، مرچ وغیرہ کے جو مزاج و خواص اور افعال و اثرات بیان کر چکے ہیں، انہیں آج تک کوئی نہیں جھٹلا سکا۔

طب یونانی کا مدار و مزاج کوئی لمبا چوڑا بھی نہیں ہے جسے سمجھنا ناممکن یا مشکل ہو۔ یہ بڑا مختصر اور جامع ہے۔ جیسے ہر بچہ و بوڑھا جانتا بھی ہے اور سمجھتا بھی ہے۔ یہ صرف چار کیفیات ہیں جو گرمی سردی اور خشکی و تری ہیں۔ یہی بیماری کی وجہ ہیں اور انہی کا اعتدال اور کمی بیشی دور کرنا علاج ہے۔ لیکن فرنگی طب نے چرس، افیون، بھنگ اور دھتورہ جیسی نشیلی ادویہ کو معمول بنا رکھا ہے جو نہ صرف عارضی اور علامات کو رفع کرنے والی دوائیں ہیں بلکہ ردعمل کے طور پر مہلک اور تباہ کن اثرات کی حامل ہیں۔ اور اب ان کی معرفت سے بے خبر شہر سے دیہاتوں تک وبائی شکل میں ان کو پھیلا دیا گیا ہے۔

دوستو! فرنگی طب کے پاس ٹی بی، شوگر اور بلڈ پریشر تو چھوڑیئے، نزلہ، زکام کا بھی کوئی علاج نہیں ہے۔ دوسرے یہ امراض نہیں بلکہ علامات ہیں۔ وہ اس حقیقت کو بھی نہیں سمجھتے۔ طب یونانی میں جہاں دواؤں کے مزاج ہیں وہاں امراض و اعضاء کے بھی مزاج ہیں جن کا علاج آسان ترین ہے حتیٰ کہ اکثر و بیشتر امراض میں تو حاذق اطبا صرف غذا کے ہیر پھیر سے علاج کر لیتے ہیں۔ اب جو میٹھے سے آرام حاصل کر سکتا ہے اسے کیا ضرورت ہے کہ زہر کھاتا پھرے۔ ہم صرف عضو و پردہ کے فعل کو از روئے مزاج درست کر دیتے ہیں کیونکہ اعضاء و اخلاط

میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ صرف توام و استحالہ کا فرق ہے۔ کیونکہ جب اخلاط مجسم ہوتے ہیں تو اعضاء بنتے ہیں۔ اب طبیب جہاں ادویہ کے مزاج سے آگاہ ہے وہاں وہ اخلاط و اعضاء کے مزاج سے بھی واقف ہے۔ لیکن نیا طبقہ ڈاکٹروں کے ٹھاٹھ دیکھ کر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ یا سو سو روپے کی دوا اور قسم کا انفسباقی اثر ہوتا ہے۔ جب کہ سمجھدار حکیم سولف، اجواین، کلونجی وغیرہ سے وہی کام لیتا ہے۔ یہ یورپین ٹیبلٹ اور معجون وغیرہ کے ایکسپرٹ کوئی آرام نہیں دیتے۔ اگر یہ تو ہماری حکومت کے اغماض کی بناء پر فرنگی کی چاندی بنائی جا رہی ہے۔ کروڑوں روپیہ کا زرمبادلہ برباد کیا جاتا ہے۔ ہم کماتے ہیں اور فرنگی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو کھاتا اور مزے اڑاتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ حیوانات کے ادویات یوں یا پھلوں اور نباتات کے لیے کھادیں، سب کچھ یورپ سے منگوایا جاتا ہے۔ مرغی اور گائے کو لگانے کے لیے ٹیکے بھی یورپ سے درآمد کرنے پڑتے ہیں۔ ملکی دوائی چھوڑ کر غلط طور پر ان کے پیچھے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ اور جب ادھر سے مکمل طور پر مایوس ہو جاتے ہیں۔ تو پھر طبیب کا رخ کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایک طبقہ اصحاب خانہ کا ہے۔ میری مراد ان بوجھ بجھکڑوں سے ہے جو ان دواؤں کی ترویج کی کوشش اس وقت جزو ایمان سمجھتے ہیں جب وہ یورپ میں بے اثر ثابت ہو کر متروک ہو چکی ہوتی ہیں۔

میں نے احیائے فن کے لیے پچیس سال تک تحقیق کی ہے اور الحمد للہ اللہ کی مہربانی سے نظریہ مفرد اعضاء کو پالیا ہے۔ یہ نظریہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ طبی قوانین میں سے ہی ایک قانون ہے۔ کیونکہ تجدید کا مطلب فن کو خس و خاشاک سے پاک کرنا ہوتا ہے۔ نئی چیز نہیں ہے اور تحقیق کی بنیاد بھی اگر طبی قانون پر ہی ہو تو کامیاب تجدید ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ اس لیے ہم نے بارہا دوستوں

کو دعوت دی ہے اور اب بھی دیتا ہوں کہ یا تو اس سے اچھا نظریہ پیش کریں میں ان کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہوں ۔ ورنہ وہ میرے ساتھ آملیں کیونکہ ملک اور قوم کا مفاد اسی میں ہے ۔

دوستو! ہم دولت اکٹھی کرنے نہیں بلکہ خدمت کرنے آئے ہیں اور مریضوں کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ حرص و طمع کو چھوڑ دو ۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرو ۔ بھوک ہو تو کھاؤ ، بلا ضرورت اور بھوک کے بغیر کھاؤ گے تو امراض کی آماجگاہ بن جاؤ گے اور بلا ضرورت کھانے سے ہاتھ کھینچ لو گے تو اسی وقت سے شفا ہونا شروع ہو جائے گی ۔ اور تین دن میں مکمل آرام ملے گا ۔ یہ یقینی امر ہے اور اس میں اعجاز مسیحائی ہے ۔ یہی قانون فطرت ہے ۔ دوستو! ہم زبانی جمع خرچ نہیں کرتے بلکہ ہم نے پہلے بنک میں روپیہ جمع کر دیا اور بعد میں دس ہزار روپے کا چیلنج کیا ہے کہ فرنگی طریق علاج بالکل غلط ہے اور پھر فرنگی طب کی غلطیوں پر ڈیڑھ درجن کتب لکھی ہیں ۔ قدرت نے ہمیں فن بخشا ہے اور فنکار بھکاری یا کسی کا محتاج نہیں ہوتا ہم فن ہی کی لاج کے لئے آج تک امراء و وزراء سے نہیں ملتے بلکہ صحیح راستہ دکھاتے ہیں اور ہم یہ بات دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ روس ، چین اور یورپ و امریکہ سب غلط ہیں ۔ ابتداء میں ہر فرد جب کوئی نئی حقیقت پیش کرتا ہے تو وہ تنہا ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ حق پرستوں کا ہجوم ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح میں آج تنہا نہیں بلکہ نظریہ مفرد اعضاء کی علمبردار ایک عظیم جماعت میرے ساتھ ہے جو پشاور سے چاٹگام تک ملک کے کونہ کونہ میں پھیلی ہوئی ہے اور اس جماعت کے ممبر جب صحیح اصولوں کو اپنانے کے عادی ہیں یہ لوگوں سے ہزاروں روپے خرچ نہیں کرواتے ۔ لیکن ہمارے عوام اطباء کا یہ عالم ہے کہ نہ انہیں قارورہ کی پہچان ہے اور نہ ہی نبض دیکھنی آتی ہے ۔

ہم نے بار بار حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ ہائی کورٹ کے ججوں کی نگرانی میں سائنسی اور فنی ماہرین کو بلا کر مناظرہ کروا لے۔ ہم فرنگی طب کو غلط ثابت کر دکھائیں گے اور اس غلط فن کو اپنانے سے ملک و قوم کی جو دولت برباد ہو رہی ہے وہ دیگر رفاہی کاموں میں صرف ہو سکے اور قوم کو صحت کی نعمت بھی میسر ہو اور نشیلی ادویہ کا استعمال ختم کرایا جا سکے۔ اور بلا خرچ چند کروڑوں میں پبلک ہیلتھ بحال کی جا سکے۔ لیکن اس نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ لہذا ہم عوام اطباء سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ صحیح فن کو اپنائیں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں۔ افسران بالا کو صحیح فن سمجھائیں اور قوم کو کامیاب کرائیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ تجدید کے بغیر فن مردہ ہو جاتے ہیں اور ہم نے فن میں تجدید کی ہے جو فطری اصولوں کے عین مطابق ہے اور ساتھ ہی ثابت کیا ہے فرنگی طریق علاج غلط نیا نہ اور غلط ہے۔ وما علینا الا البلاغ

منڈی بہاؤ الدین ۱۰ اپریل ۱۹۷۰ء۔ صاحب صدر اور معزز حاضرین السلام علیکم اس جلسے کے متعلق جو مجھے اطلاع پہنچی ہے اس میں خاص طور پر کہا گیا تھا کہ رجسٹریشن فرنٹ کے متعلق کچھ کہا جائے اس پر ابھی تک کسی دوست نے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ وقت چونکہ بہت کم ہے، اس لیے صرف دو یا تین باتیں میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ ایک اس کے متعلق دوسرے طب یونانی کے کمالات کے متعلق اور تیسرے یہ کہ دوسرے طریقہ ہائے علاج پر طب یونانی کو کیا فوقیت حاصل ہے اور ہم کس طرح کامیابی کے ساتھ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

سب سے بڑی خوشی کی بات تو یہ ہے کہ آج میں دوسری بار منڈی بہاؤ الدین کے ذہین اور محنتی عوام کے پاس حاضر ہوا ہوں اور اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں اور ان لوگوں کی ذہانت کا یہ حال ہے کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکیں گے کہ ان لوگوں

نے کتنی زبردست، دلچسپی لی ہے ان میں جناب حکیم چوہدری ولادہ علی صاحب بھلی۔ جناب حکیم غلام رسول صاحب بھیرہ اور جناب حکیم چوہدری فیض احمد صاحب قابل ذکر ہیں ہمیں افسوس ہے کہ جناب حکیم چوہدری فیض احمد صاحب آج ہم میں نہیں ہیں اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ منڈی بہاؤ الدین اور باہر سے لوگ علاج کے لیے وہاں آتے رہے ہیں۔ نظریہ مفرد اعضاء سیکھنے کے لیے آتے رہے ہیں اور روز بروز ان کا جوش و خروش بڑھتا رہا اور ان کی اس نظریہ سے محبت بڑھتی گئی۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں پر شاید ہی کوئی ایسا حکیم ہوگا جو اس طریق کار سے واقف نہ ہو۔ یا کوئی ایسا شخص ہو جسے اس طریق کار سے خوشی نہ ہوتی ہو۔ پچھلے اجلاس میں میرا خیال ہے کہ کم و بیش ڈیڑھ ہزار افراد نے اس نظریہ یا طریق علاج سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اور اس قدر ہجوم تھا کہ پورے طور پر ان سب کو دیکھ نہ سکا۔ حتیٰ کہ بہت سے مریض ریلوے سٹیشن تک میرے ساتھ گئے۔ یہاں پر کچھ دوستوں نے اس طرح کام کیا ہے اور مریضوں کو سنبھالا ہے کہ تعریف کے قابل ہے۔ ابھی کچھ وقت پیشتر حکیم افتخار حسین صاحب میرے پاس آئے اور میرے پاس رہے۔ کام دیکھا۔ پھر یہاں آکر انہوں نے اس طرح کام کیا ہے کہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔

دوستو! ہمارا طریقہ علاج کوئی نیا نہیں ہے بلکہ یہ وہی قدیم یونانی طریق علاج ہے ہم نے اس میں کوئی نیا اضافہ نہیں کیا۔ بعض لوگ جو ایسا سمجھتے ہیں وہ بالکل غلط ہیں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ ہم نے اسی طب کو صحیح طریقہ پر درست کر کے لوگوں کے سامنے رکھا ہے۔ تاکہ وہ اس کو پوری طرح سمجھیں اور اس سے مستفید ہوں۔ اب یہ ضروری ہے کہ ہم اس کو ذمہ دار افسران کے سامنے پیش کریں۔ حکومت کے سامنے پیش کریں اور بتائیں کہ صحیح طریق علاج کیا ہونا چاہیے۔ اور صحیح طریقہ کیا ہے۔ اس کی کارکردگی اور بنیاد پیش کریں۔ اس طرح جب آپ اس چیز کو ان کے سامنے رکھیں گے تو یہ

وہ طریق علاج ہے کہ اس کو سمجھ لینے کے بعد کوئی شخص اس کی سچائی سے انکار نہیں کر سکتا۔ اس سے پہلے ان کے سامنے ایلوپیتھک طریق علاج ہے لیکن اس طب میں ابھی تک انسانی امراض کے اسباب کو صحیح طور پر نہیں سمجھا جا سکا۔ ہر روز نئی نئی بیماریوں اور نئی نئی ادویات کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ابھی تک انہیں نہ امراض پر عبور حاصل ہو سکا ہے اور نہ ادویات پر اس وقت بھی ڈاکٹر جو اگرچہ ولایت پاس ہو یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں بیماری پر مجھے عبور حاصل ہے یا فلاں بیماری کو مغربی نظریہ علاج میں پوری طرح سمجھ ہی لیا گیا ہے۔ اور اگر وہ نہیں سمجھتا تو اسے کیا حق حاصل ہے کہ کسی کا علاج کرے۔ یہی حال ان کی ادویات کا ہے کہ سوڈا بائیکارب سے لے کر گندھک تک اور ایسے ہی ان چوٹی کی ادویات تک کا ان کو پورا علم نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وہ لوگوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ خود پریشان ہیں کہ بغیر ان ادویات کے ہم کیسے علاج کریں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ نہ تو امراض سے واقف ہیں اور نہ ادویات سے۔ یہ میں ایسے ہی آپ کے سامنے بات نہیں کہہ رہا بلکہ آج سے پانچ سال بیشتر ہی کہہ چکا ہوں کہ آؤ میرے ساتھ بات کرو اور پھر اس کی فیس ان کے نام یا چیلنج کے طور پر دس ہزار روپیہ بنک میں جمع کر دیا ہے کہ جو ہماری بات کو غلط ثابت کر دے وہ دس ہزار روپیہ حاصل کر لے۔ یہ یقینی بات ہے۔ کہ ایلوپیتھک ڈاکٹروں کے پاس امراض کی تحقیق نہیں ہے نہ ادویات کی تحقیق ہے۔ آج ایک دوا ایجاد ہوتی ہے تو چار پانچ سال بعد اس کی جگہ دوسری دوا آجاتی ہے آج اسپرو آئی ہے تو کل نئی اسپرو آجائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تمہاری ایک دوا ٹھیک ہے تو پھر اس کو بدلتے کیوں ہو۔ تب دق کے لئے انہوں نے ہزاروں دوائیں تیار کیں لیکن نہ ان کی قیمتی دوائیں کامیاب ہوئیں نہ ان کے ٹیکے دوسری طرف ہم نے ٹی بی کے لئے دوا تجویز کی ہے۔ جو دو پیسے میں تیار ہو جاتی ہے۔

اور ہم نے اعلان کیا ہے کہ درست اور مقررہ طریق پر جو مریض استعمال کرے، اور اور اسے آرام نہ آئے تو ہم ایک سو روپیہ فی مریض دیں گے۔ آج سے ۲۰ سال پیشتر میں نے اپنی کتاب تحقیقات پیندق و سل کے لئے ایلوپیتھی کو چیلنج کیا تھا کہ آؤ اور اس کو غلط ثابت کرو اور چیلنج کی رقم وصول کر لو۔ لیکن اس طویل عرصہ میں کوئی بھی ایسا نہ کر سکا۔ تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ اگر ہمارا طریق علاج ہی صحیح ہے تو پھر مانتے کیوں نہیں۔ یہ کوئی غیر ملکی چیز نہیں ہے۔ روس امریکہ چین وغیرہ سے نہیں آئی۔ اپنے ملک کی چیز ہے۔ آپ لوگ سیکھتے کیوں نہیں غور کیوں نہیں کرتے۔ ٹھنڈے دل سے کیوں نہیں سوچتے۔ انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ یورپ اور امریکہ مشرق اور مغرب تسلیم کر لیں گے کہ ہمارا طریق علاج ہی درست اور صحیح ہے۔ یہ کوئی منطق نہیں ہے۔ یہ سائنس ہے اور ان کے سائنس کے بھی مطابق ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری بات کو اپنی سائنس پر بھی پرکھ لو۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو آؤ اور اسے تسلیم کر لو۔ پھر آخر کیوں نہیں مانتے۔

اب ٹی بی کو لیجئے کہ یہ کوئی بیماری نہیں ہے۔ یہ تو اصل بیماری کی ایک علامت ہے۔ انسان میں آخر کون سا پرزہ خراب ہو جاتا ہے۔ جب ڈاکٹروں کو یہ پتہ نہیں ہے کہ کون سا پرزہ خراب ہے تو وہ کیسے ٹھیک کریں گے۔ انسانی جسم بھی تو ایک مشین ہے اس میں بھی تو پرزے ہیں۔ جب یہ مشین خراب ہوتی ہے تو در اصل کوئی پرزہ ہی خراب ہو جاتا ہے اور وہ یہ پرزہ انسانی جسم میں کیسے داخل کریں گے یہی حال ان کے دیگر امراض کا ہے۔ یہ ہائی بلڈ پریشر ہے یہ کونسی بیماری ہے۔ یہ شوگر ہے یہ بھی کوئی بیماری ہے اس کا علاج ہوتا ہے کہ چینی بند کر دی جائے۔ یہ الرجی ہے یہ الرجی کیا بیماری ہے۔ کیسے کیسے لغو قسم کے نام رکھ کر لوگوں کو خوفزدہ کیا جا رہا ہے۔ یہ لوگ ولایت سے ہو کر آتے ہیں۔

آسکتے ہیں اور جو یہاں ہیں وہ بھی خالی ہیں۔ یہ تو صرف یونانی طب ہے جو اپنے مخصوص انداز سے سوچتی ہے اور یہ طب یونانی کا کمال ہے کہ جب بھی انگریز یہاں نہیں آیا تھا تو پورے ملک پر یہی طب حاوی تھی۔ بلکہ بیرونی دنیا میں بھی اس کی قدر تھی بڑے بڑے حکما کامیابی سے علاج کر رہے تھے۔ بڑے بڑے راجے مہاراجے ان کے پاس علاج کے لئے آتے تھے کہ دنیا حیران ہوتی تھی تاریخ بھری پڑی ہے جا کر دیکھو اور غور کرو۔ لیکن جب انگریز یہاں آیا تو اس نے دیکھا کہ ہماری طب یہاں نہیں چلے گی اس نے سوچا کہ اس کا کوئی بند و بست کرنا چاہیئے چنانچہ انہوں نے رجسٹریشن کا قانون پاس کر دیا کہ جن لوگوں سے ہم نے علاج کروانا ہے۔ انہیں رجسٹرڈ ہونا چاہیئے۔ ان کے علاوہ کسی اور کو علاج کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ انگریز نے بڑے بڑے لوگوں کو مجبور کر دیا کہ وہ قدیم حکماء کو چھوڑ کر فرنگی ڈاکٹروں سے علاج کروائیں۔ رجسٹریشن کی حد قائم کر دی گئی کہ اس سے طب یونانی ختم ہو جائے گی۔ یہ ۱۹۱۵ء کی بات ہے۔ انگریز نے نہ صرف رجسٹریشن کا قانون پاس کیا بلکہ چوٹی کے قابل حکماء کو مار مار کو بھی ختم کیا۔ ان پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے گئے اس زمانے کے لوگوں میں حافظ حکیم محمد اجمل خان صاحب قابل ذکر ہیں انہوں نے اس چیز کو سمجھا اور رجسٹریشن کے خلاف آواز اٹھائی۔

رجسٹریشن سے یہ مقصد تھا کہ انگریز کی حکومت اپنے لوگوں کو اور اپنی طب کو حاوی کرنا چاہتی تھی اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے یہ ضروری ہی تھا کہ اس کی مرضی کے خلاف لوگ مٹا دیئے جائیں ان کا مستقبل ختم کر دیا جائے رجسٹریشن کے لئے اس نے وہ نصاب اور وہ معیار رکھا جو طبیائے کے نظریات اور اصولوں کے خلاف تھا۔

صابر ملتانی نے ان لوگوں کو جو موجودہ رجسٹریشن کے حق میں تھے سمجھایا کہ آپ

لوگ پہلے یہ تو دیکھیں کہ رجسٹریشن کے لئے آپ کا معیار کیا ہے۔ آپ کو رجسٹرڈ ڈاکٹروں کے برابر درجہ دیا جاتا ہے یا کم۔ پہلے اپنا نصاب تو مکمل کرو۔ لائبریریاں بناؤ۔ کالج بناؤ۔ کالج سے فارغ التحصیل ہونے پر رجسٹریشن ہوتی رہے گی۔ ایک جماعت بناؤ جو تمام پاکستان میں قائم ہو تاکہ وہ جماعت زور دے سکے۔ ایسا کچھ نہیں کیا گیا۔ صرف یہی دیکھا گیا کہ ہم رجسٹرڈ ہو جائیں گے اور حکومت ہم کو تسلیم کرے گی۔ لیکن رجسٹریشن کا کیا ہے۔ جو تمباکو بیچتے ہیں وہ بھی رجسٹرڈ ہیں۔ دراصل حکومت یہ چاہتی ہے کہ یہ لوگ اس کے علم میں رہیں۔ لیکن آئندہ کے لئے کیسے اطباء پیدا ہوں گے۔ اس کے لئے حکومت نے یا رجسٹریشن کے حامیین افراد نے کوئی تجویز پیش نہیں کی۔ یعنی رجسٹریشن تو کوئی شے نہیں ہے اگر آپ اچھے فن کار ہیں تو آپ کو کون روک سکتا ہے۔ رجسٹریشن تو جب ہے کہ آپ اس کے مقابل کوئی علاج بتائیں۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ جب سے رجسٹریشن ہوئی ہے اس کے بعد ہی کوئی حکیم نہیں بن سکے گا اب کالج میں کون جاتے گا۔ کہ پہلے میٹرک کرے پھر پانچ سال کالج میں پڑھے۔ وقت اور زر کثیر صرف کرے اس کے بعد کیا ملے گا سند ملے گی کہ یہ حکیم ہے۔ رجسٹرڈ حکیم لیکن کیسا حکیم کہ نہ تو کسی کی تصدیق کر سکتا ہے نہ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ دے سکتا ہے۔ اس انعام کے لئے کون اس قدر روپیہ اور اتنا وقت ضائع کرے گا۔ ایسا حکیم بننے کی کیا ضرورت ہے اس طرح حکیم ختم ہوتے جائیں گے یہی حکومت کا مقصد ہے۔ یہی فرنگیوں کا مقصد تھا کہ یہ فن تباہ ہو جاتے۔ اور یہ فن کیوں تباہ ہوا۔ صرف اپنی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے۔ اب رجسٹریشن کے ذریعے حکیموں کے بہت سے حقوق چھین لئے گئے ہیں۔ ان کو ادویات کے استعمال سے روک دیا گیا ہے اور بہت سے کاموں کے لئے پابندی لگا دی گئی ہے۔ فرنگی طب کے متعلق دعوے کئے جاتے ہیں حالانکہ اس

طب میں اتنی غلطیاں ہیں جو میں نے بیان کی ہیں۔ آپ پڑھیں تو حیران ہو جائیں۔ انہیں تو یہ بھی پتہ نہیں کہ عام قصاب کی طرح جسم پر یعنی عضلات پر کوئی زخم پیدا کئے بغیر اوپر کا پردہ ہی دور کر سکیں جہاں تک ان کے اختیارات کا تعلق ہے وہ علاج کرتے وقت کسی کو جان سے بھی مار ڈالیں تو انہیں کوئی نہیں پوچھتا۔

جہاں تک رجسٹریشن کا تعلق ہے وہ نہ صرف بے سود ہے۔ بلکہ فن کے لئے تباہ کن ہے۔ ایسا رجسٹریشن تو فوراً ختم ہونا چاہیئے۔ جب تک کہ اس کا کوئی مقررہ معیار نہ ہو۔ علاج تو وہ شخص کرے گا جس کو استاد سرٹیفکیٹ دے گا کہ یہ علاج کرنے کا اہل ہے۔ اب حکومت جو طبی کالجوں سے فارغ ہونے والوں کو سرٹیفکیٹ دے گی اس کو کون سی قدر و قیمت ہے جب تک انہیں ایلوپیتھک ڈاکٹروں کے برابر حقوق نہ دیئے جائیں اس سے کسی شخص کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا دوسری طرف ہم نے طب یونانی کے کمالات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیئے جس نے اس طب کو سمجھ لیا وہ کامیاب ہے۔ طب یونانی یہ نہیں ہے کہ اس کے کے پاس فلاں بیماری کا علاج ہے۔ فلاں تریاق یا اکسیر ہے بلکہ دیکھنا تو یہ ہے کہ اس کے اصول کیا ہیں۔ جب تک آپ ان اصولوں کو نہیں سمجھیں گے طب یونانی کبھی سمجھ میں نہیں آئے گی اور کتنے سادہ اصول ہیں کہ مریض کے مزاج کو سمجھا جائے اور مزاج کیا ہیں۔ کیفیات کیا ہیں۔ یہی گرمی سردی خشکی تری ہی جب تک آپ مزاج یا کیفیت کا تعیین نہیں کر لیں گے علاج نہیں کر سکیں گے۔ یہ تو صرف ایلوپیتھی ہے۔ کہ سر درد دیکھا تو اسپرو دے دی۔ حالانکہ سر درد گرمی سے ہو سکتا ہے خشکی سے بھی، سردی اور تری سے بھی۔ آپ ہر سر درد کو ایک ہی دوا سے دور کر سکتے ہیں جب بھی آپ علاج کریں آپ کا فرض ہے کہ پہلے مریض کی کیفیت کو سمجھیں۔ ڈاکٹر لوگ نہیں سمجھتے کہ انہیں تو پتہ ہی نہیں ہے۔ آپ بھی ایسا ہی

کھائیں گے تو مریض کو کبھی آرام نہیں آئے گا بلکہ مرض خراب ہو جائے گا۔ یہی حال
ٹی بی کا ہے۔ آپ کو مریض کو سمجھنا ہے۔ یہ دیکھتا ہے کہ اس کو گرمی ہے سردی
ہے خشکی ہے یا تری ہے۔ یہ کیفیات جب بڑھتی ہیں تو مادے کی شکل اختیار
کر لیتی ہیں اس لئے آپ کے لئے ضروری ہے کہ دیکھیں مریض کا مزاج سرد خشک
ہے۔ سرد تر ہے۔ گرم خشک ہے یا گرم تر۔ اور یہی کیفیات غذا سے پیدا ہوتی ہیں
جب کوئی غذا کھائی جاتی ہے تو وہ مزاج بنے گی پھر خون میں تبدیلی ہو جائے گی
جیسی غذا کھائیں گے ویسی ہی کیفیت خون میں ہو گی۔ یہی جانتیں ہیں۔ ایسے
ہی دنیا میں جس قدر ادویات ہیں ان کے بھی مخصوص مزاج ہیں۔ کیا دنیا میں ایسی
کوئی دوا ہے جس کا کوئی مزاج نہ ہو۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ بالکل نہیں
ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آپ گرم غذا کھائیں گے تو خون میں گرمی پیدا ہو گی صفرا
پیدا ہو گا۔ خشک غذا لیں گے تو خون میں خشکی پیدا ہو گی اور خون کا مزاج پورے
جسم کا مزاج ہو گا جب تک آپ اس چیز کو نہیں سمجھیں گے۔ کامیاب نہیں
ہوں گے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ہم اخلاط کو نہیں مانتے۔ صرف خون ہی سب کچھ
ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان کی کتابوں میں اخلاط اور کیفیات موجود ہیں میں انہیں
دکھا سکتا ہوں۔ کہ وہ چار اقسام کے ٹشوز کو مانتے ہیں (۱) کنکٹو ٹشوز (۲) اپیتھیل
ٹشوز (۳) نروز ٹشوز (۴) مسکولر ٹشوز۔ ان چاروں کے مزاج مختلف ہیں اور
یہی مختلف مزاج طب یونانی میں اخلاط یا کیفیات کہلاتے ہیں۔ اگر نہیں تو
ثابت کریں گے۔ ہم چیلنج کرتے ہیں۔ اب دیکھیے کہ ایک شخص کو نمونیا ہو گیا
ہے۔ وہ کہتے ہیں اس کو سردی ہے اس کا علاج گرم ادویہ سے ہو گا لیکن
اگر ہم پوچھیں کہ اس کو ٹھنڈے پانی سے نہلا کیوں نہیں دیتے اسی لئے تاکہ
سردی سے بیمار ہے اس لئے گرمی سے علاج کیا جانا چاہیے وہ اور بات

ہے کہ ایلوپیتھی میں ایسے غلط علاج ہوتے رہتے ہیں مثلاً تیز بخار کو ٹھنڈی ہوا اور برف سے دبا دیا جاتا ہے حمرہ اور گرم بخار میں تمیز نہیں کر سکتے جس بخار تیز ہوا۔ مریض کو ٹھنڈے میں ڈال دیا۔ برف میں لگا دیا۔ مریض مر گیا۔ تو میرے بھائی جب تک آپ اس سردی گرمی اور مزاج کو نہیں سمجھیں گے آپ مرض دور نہیں کر سکیں گے جتنے اطبا یہاں موجود ہیں اور جو حضرات یہاں منڈی بہاؤالدین میں کام کر رہے ہیں وہ اگر اس چیز پہ قائم ہو جائیں کہ مریض کے مزاج کو سمجھے بغیر علاج نہیں کریں گے اور پھر بھی ان کا کوئی مریض انہیں چھوڑ کر ہسپتال میں داخل ہو جائے تو میں ذمہ دار ہوں جہاں جہاں ہمارے دواخانے ہیں وہاں پر مریض ڈاکٹروں کو چھوڑ چھوڑ کر ہمارے پاس آتے ہیں۔ ڈاکٹر خود اس پہ حیران ہیں۔ میں اس جگہ کا نام لینا نہیں چاہتا۔ بہرحال وہاں کی کمیٹی کے چیئرمین ہمارے حکیموں کے کمالات دیکھ کر میرے پاس آئے۔ ہمارا لٹریچر لیا اور پھر میرے شاگرد بن گئے کہ ہمارا پیغام آگے لے جا سکیں۔ ہماری کتابیں خرید کر لے گئے کہ میں یہ فن سیکھوں گا۔ یہ حقیقت ہے یہ سچائی ہے ایسے ہی میڈیکل لائن کے بہت سے لوگ اور ڈاکٹر آئے ہیں ہمارا طریقہ علاج دیکھتے ہیں یہ طب یونانی کا کمال ہے کہ اس سے آپ کا ایک مریض بھی خراب نہیں ہوگا۔

طب یونانی سے دنیا کو روشناس کرا سکتے ہیں میں نے اسے ذرا سا پلٹ کر سامنے رکھ دیا ہے میں اس کو ماڈرن سائنس کے مقابلے میں لے آیا ہوں تاکہ سائنس کی روشنی میں جب ڈاکٹر اس کو دیکھیں تو بے تاب نہ ہوں۔ میری وجہ یہ کہ میں نے سب سے پہلے نشوونما کو پیش نظر رکھا یعنی اعصابی نشوونما کو نشوونما عضلاتی نشوونما اور غدی نشوونما یہی چاروں نشوونما ہمارے جسم میں ہیں انہی کے مزاج کو میں نے اخلاط پہ منطبق کر دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہی کیفیات یعنی

اخلاط جو چاروں انسجہ کا مزاج ہیں یعنی بلغم، سوداء، صفراء اور خون جب مجسم صورت اختیار کرتے ہیں تو اعضاء بن جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ٹشوز بن جاتے ہیں۔ انہیں کو میں مفرد اعضاء کہتا ہوں کسی کو اعتراض یا اختلاف ہو تو سامنے آ جائے کسی ڈاکٹر کو اختلاف ہو تو مجھ سے بات چیت کرے اور جیب کی چٹ دے آئے۔ اگر وہ کامیاب ہو تو دس ہزار روپیہ مجھ سے نقد حاصل کرے۔

میں نے دوستوں کو یہی سمجھایا ہے کہ آپ انہی مفرد اعضاء کو بہ نظریہ رکھ کر علاج کریں۔ دل ایک مفرد عضو ہے ایسے ہی جگر اور دماغ اپنی اپنی جگہ مفرد عضو ہیں۔ ہم انہی کو اعضائے رئیسہ کہتے ہیں۔ جب صفراء زیادہ ہو جاتا ہے تو اس سے اپیتھیل ٹشوز بنتے ہیں۔ یعنی جگر کے اور دیگر غدد بنتے ہیں اس کا نام میں نے رکھا ہے غدی ٹشو غدی نسیج۔ جب کسی شخص کے جگر میں تحریک پیدا ہو گی تو جسم میں صفراء بڑھے گا۔ بڑی سادہ سی بات ہے جیسے ایک روپے کے سو پیسے یا سو پیسے کا ایک روپیہ۔ ٹشو یا خلط، غدد یا ٹشو۔ اخلاط جب مجسم ہوں گے تو اعضاء یعنی ٹشوز بن جائیں گے اور اعضاء یعنی ٹشوز وہی مخصوص کیفیت یعنی اخلاط پیدا کریں گے۔ بس اتنی سی بات ہے مفرد اعضاء کو سامنے رکھ کر علاج کریں۔

جب آپ کے سامنے ایک مریض ہے جس میں صفرا کی زیادتی ہے۔ آپ دماغ کے ٹشوز کو چھیڑیں گے۔ تحریک دیں گے تو جسم میں بلغم بڑھے گی۔ اور صفراء خود اعتدال پہ آ جائے گا۔ ایسے ہی جب آپ جگر کو تحریک دیں گے تو صفراء پیدا ہو گا۔

نظریہ مفرد اعضاء ایک تجدید ہے۔ تاکہ دنیا کے سامنے ایک کسوٹی رکھی جائے اور اس کسوٹی پہ کسی طریق علاج کو پرکھا جا سکے۔ اگر ڈاکٹروں کا طریقہ علاج ٹھیک ہے تو وہ ٹشوز کو سامنے رکھ کر علاج کریں۔ اگر ہومیوپیتھی

ٹھیک ہے تو اسی بنیاد پر علاج کریں۔ طب یونانی نے سمجھا دیا ہے کہ ٹشوز یعنی مفرد اعضا، جد اصل جسم اخلاط ہیں۔ آپ اگر مفرد اعضا میں پیدا ہونے والی کمی پوری کر دیں گے تو مریض ٹھیک ہو جائے گا کسی قسم کا مریض ہو۔ کسی بھی قسم کا مرض ہو اس اصول سے باہر نہیں ہو سکتا۔ تمام بیماریاں اپنی اعضائے رئیسہ کے ماتحت آتی ہیں۔ اس لئے آپ کے پاس مریض آئے گا۔ آپ اس کی نبض دیکھیں گے تو فوراً بتا سکیں گے کہ اسے کیا تکلیف ہے۔ یہ طب یونانی کا سب سے بڑا کمال تھا۔ جو ختم ہو چکا۔ بنیاد وہ تھا نبض دیکھنا اب ہم نے اس کمال کو پھر سے زندہ کر دیا ہے جب تک آپ نبض دیکھ کر کسی کو اس کی بیماری نہ بتا سکیں گے اس وقت تک آپ کامیاب طبیب نہیں۔ پشاور سے لے کر کراچی تک اپنے تمام طبیب پر میں لے اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ نبض پر عبور حاصل کریں جو حکیم نبض دیکھنا نہیں جانتا۔ وہ حکیم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ جو مریض نبض دکھانے کے لئے آپ کے پاس نہیں آسکتا اس کا قارورہ منگواؤ۔ طبیب تو وہ ہے جو قارورہ دیکھ کر بھی بیماری بتا دے۔ یہ سب چیزیں اس وقت ہی کامیاب ہو سکتی ہیں جب آپ مریض کی غذا کا بھی خیال رکھیں۔ غذا سے ہمارے جسم میں خون پیدا ہوتا ہے حکیم بو علی سینا نے کہا ہے کہ ہم تین قسم کی چیزیں استعمال کرتے ہیں ایک غذا جس سے خون بنتا ہے۔ دوسرے دوا جس سے کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور تیسری زہر جس سے موت واقع ہو جاتی ہے ہر بیماری کے لئے ہم نے الگ الگ غذائیں سمجھا دی ہیں۔ جب تک درست غذا معدے میں نہیں جائے گی ہمارے جسم میں خون کی مطلوبہ خلط پیدا نہیں ہو گی۔ مرض کا علاج کرنے سے پہلے ایسی غذا تجویز کریں جس سے وہ مزاج پیدا ہو جائے جو آپ دوا

سے پیدا کرنا چاہتے ہیں غذا سے اس مزاج کا خون پیدا ہوگا۔ خون پر ہی صحت اور زندگی کا دارومدار ہے۔ آپ نبض دیکھیں۔ مریض کو بتائیں کہ اس کو یہ بیماری ہے اس کے جسم میں فلاں چیز کی کمی ہے اور وہ فلاں غذا استعمال کرے جس سے وہ کمی پوری ہو جائے گی اور مریض ٹھیک ہو جائے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ مریض صرف غذا سے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ غذا کے متعلق قرآن کریم میں حکم ہے کہ کُلُوا حَلَالًا طَیِّبًا۔ کھاؤ جو حلال اور طیب ہو۔ طیب کے معنے ہیں وہ چیز جو پاکیزہ ہو تازہ ہو اور اس میں خوشبو ہو۔ گوشت ایسا ہونا چاہیے جو تندرست جانور کا ہو جس پر چربی ہو جس گوشت پر چربی ہوگی تندرست ہوگا آپ اسے کھائیں گے تو تندرست رہیں گے۔ دوسری صورت چکنائی یعنی گھی کی ہے لیکن ڈاکٹر کہتے ہیں بناسپتی کھاؤ بھائی بناسپتی بھی کوئی گھی ہے۔ وہ تو تیل بھی نہیں ہے۔ وہ تو صابن ہے جو کمپنیاں صابن بناتی ہیں وہی بناسپتی بناتی ہیں۔ جب پتلا ہو جائے تو بناسپتی ہے اور گاڑھا ہو جائے تو صابن ہے۔ اگر صابن کھانے سے صحت بن سکتی ہے تو کھا کر دیکھیں۔ اگر آپ کے ہاتھ پر گھی لگا ہوا ہو تو صابن سے صاف کریں تو سب صاف ہو جائے گا۔ گوشت کے بعد دوسری غذا گھی ہے اگر آپ کو گھی میسر نہیں آتا تو چربی کھائیں۔ یعنی حیوانی چکنائی۔ آپ نباتاتی تیل بھی کھا سکتے ہیں لیکن وہ حیوانی تیل کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تیل سے سستی چیزیں بھی دنیا میں ہیں۔ آپ کو علم نہیں تو میں بتاتا ہوں۔ مثلاً دنبے کی چکی ہے۔ پورے صوبہ سرحد میں دنبے کا گوشت اور چربی استعمال ہوتی ہے۔ چربی صاف کر کے رکھ لیتے ہیں۔ آپ بھی استعمال کریں اس کے بعد گائے کا گوشت ہے۔ مہنگا بھی نہیں ہے بس دو روپے سیر ہے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

ایسے ہی جس کو آپ گلوکوز کہتے ہیں یہ کونسی شکر ہے یہ تو دیکھی نیل ہے

جوانی شکر تو شہد ہے۔ شہد کا مقابلہ بھلا گلوکوز کر سکتا ہے۔ اگر آپ نے شربت ہی پینا ہے تو شہد کا شربت کیوں نہیں پیتے یہ تو ساری یورپ کی اشتہار بازی ہے جس نے تو لوگوں کو خراب کیا ہے۔ یورپ سے جام آ رہے ہیں۔ شربت آ رہے ہیں۔ دوائیں آ رہی ہیں اور پھر یہاں پر جو غذائیں ہیں ان میں ملاوٹ ہے اس ملاوٹ نے ہمیں خراب کر رکھا ہے جہاں تک ہو سکے آپ صحیح غذا استعمال کریں صحیح غذا کھانے کے بعد ہی صحیح خون بنے گا۔ ایک آدمی درست غذا کھائے اور پھر بھی بیمار ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون تبدیل نہیں ہوتے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ گوشت اپنے خواص بدل لے۔ ہم نہیں سمجھ پاتے۔ ہمارے جاننے میں فرق ہوتا ہے۔ ایلوپیتھی نے دواؤں اور غذاؤں کا جو فلسفہ پیش کیا ہے۔ یعنی وٹامن یا حیاتین وہ بالکل غلط ہے۔ انہیں تو کسی دوا یا غذا کے استعمال کا پتہ نہیں ہے میں نے ان کے متعلق کتاب بھی لکھی ہے اور انہیں چیلنج کیا ہے کہ آؤ ہمارے ساتھ بات کرو اور کھا کر بتاؤ کہ خود کتنے وٹامن کھاتے ہو۔ لیکن لوگوں کو ان کی دوائیں لکھ دیں کہ بازار سے جا کر خرید لیں۔ میں کہتا ہوں کہ ڈاکٹر ہم لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ یہ سارے تجارتی اور کاروباری ہتھکنڈے ہیں۔ یورپ سے آج تک بزنس ہی آ رہا ہے علاج نہیں آیا۔ بلکہ ہمارے علاج کو خراب کیا جا رہا ہے۔ یہ یورپ والے جو اتنی کتابیں غذا کے متعلق لکھتے ہیں قرآن حکیم نے تو اس سے بہت پہلے فرما دیا ہے کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا یعنی کھاؤ پیو لیکن بغیر ضرورت کے نہیں، بغیر ضرورت کے ہم کھا پی نہیں سکتے پانی تک بغیر ضرورت کے نہیں پی سکتے سکم ہی نہیں جب تک آپ اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں کھائیں پئیں گے اس وقت تک آپ متقی نہیں ہو سکتے مسلمان

کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ متقی ہو۔ ہدایت متقی کو ملے گی وہ دوسرے کو نہیں ملے گی قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں اور پرہیزگاروں یعنی متقی لوگوں کے لئے اس میں ہدایت ہے۔ ہدایت متقی کو ملے گی۔ متقی کون ہیں وہی جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ متقی بننے کے لئے پیٹ کو خالی رکھنا ضروری ہے۔ ضرورت کے بغیر مت کھاؤ۔ صرف خواہش کے ماتحت مت کھاؤ۔ خواہشات اور بھوک پر قابو پانا متقی پر فرض ہے۔ بغیر بھوک کے کھاؤ گے بغیر ضرورت کے کھاؤ گے تو ہدایت اور بھوک سے دور ہوتے جاؤ گے مسلمان اسی وقت ہی کامیاب ہو سکتا ہے جب وہ اپنی خواہشات کو روکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنی خواہشات کو روکتے ہیں۔ انہی کا مقام جنت ہے۔ اسی طرح ہم بغیر ضرورت اور بغیر بھوک کے کھائیں گے تو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ ہم اللہ کو ناراض کر بیٹھیں گے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہمارے سامنے ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ: اللہ تعالیٰ اسراف اور فضول خرچی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ تمہیں کہا جاتا ہے کہ پہلے روٹی لیکن نہیں پہلے تقویٰ پھر روٹی۔ اللہ پر ایمان رکھو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس نے رزق بھی دینا ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ کے پاس رزق نہیں ہے یا دنیا میں جو روٹی ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ کروڑوں میل لمبا چوڑا آسمان غذاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ دن رات زمین پر غذائیں اتر رہی ہیں۔ رزق نازل ہو رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے نہ کھاؤ نہ ذخیرہ اندوزی کرو۔ نہ بلیک مارکیٹ بناؤ۔

یہ ساری تنگی ہماری اپنی پیدا کی ہوئی ہے۔ کمزوروں کو کیوں تنگ کیا جاتا ہے جائز منافع لو۔ جو پیسہ ناجائز طریقے سے آئے گا وہ جائز کو بھی لے ڈوبے گا۔ ترقی کے لئے یہ ساری باتیں ضروری ہیں۔ خواہشات کو روکنا فرض ہے۔ جب موت آئے گی تو یہ ساری بوریاں جو اناج سے بھری ہوتی ہیں۔ یہ گودام سب کچھ یہیں رہ جائے گا لیکن اگر آپ نے زندہ رہنا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو رزق دے گا۔

صحیح انسانیت کی پہچان یہ ہے کہ آپ کسی کی کتنی خدمت کر سکتے ہیں۔ صحیح انسانی خدمت یہ ہے کہ آپ کسی کو کتنا سکھ پہنچا سکتے ہیں۔ اگر آپ یہ کر سکتے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کو کتنا سکون ملتا ہے۔ دولت سے اطمینان نہیں ملے گا۔ کروڑں روپے بھی آپ کو سکون قلب عطا نہیں سکتے۔ جب تک کہ آپ انسانیت پر کاربند نہ ہوں گے تو لاکھوں روپے روزانہ کمانے والوں کا حشر بھی ہم نے دیکھا ہے کہ وہ پانی تک کو ترستے مر گئے۔ ڈاکٹروں نے حکم لگا دیا کہ اس کو پانی مت دو ورنہ مر جائے گا۔ وہ ریشمی بستروں پر پڑے ہیں۔ ریشمی پردے تنے ہیں لیکن پانی تک کو ترس رہے ہیں۔ یہ کون ہیں؟ لاکھوں روپے روزانہ کمانے والے۔ لیکن محض جینے کی خاطر پانی تک کو ترس رہے ہیں۔ کروڑوں روپے اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ دوسری طرف حکیم ہے۔ لوگوں کی خدمت کرنے والا۔ لوگوں کو سکھ پہنچانے والا۔ لوگوں کے دکھ بانٹ لینے والا۔ سلام۔

سکھر۔ ۳۰ جولائی ۱۹۷۱ء۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار درود و سلام کے بعد۔ صاحب صدر۔ دوستو اور ساتھیو! کائنات ارض وسما اور ان کی فضا میں موجود اشیاء و اجسام کو سمجھنے کے لئے قرآن حکیم نے دو طاقتیں بیان کی ہیں ایک حق ہے۔

اور دوسری باطل۔ اور یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ باطل کے اثرات سے ظلمت و بے راہ روی اور تخریب و فساد ظاہر ہوتا ہے اور حق سے تعمیر و اصلاح اور حسن و نکھار پیدا ہوتا ہے اور حق چشمہ امن اور باعث نزول رحمت خداوندی اور یہی مطلوب و مقصود الٰہ العالمین ہے اور جب اور جہاں بھی حق آجاتا ہے باطل ختم ہو جاتا ہے۔ حق و باطل کو سمجھنے کے لئے بھی دو ہی اصول ہیں۔ اوّل قانون فطرت اور دوسرے علوم سائنس۔ یہ زمانہ سائنس کا دور کہلاتا ہے اور سائنسی نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ ہمیں قانون فطرت اور سائنس ہر دو کو سمجھنے کی قوت میسر ہے لیکن یہ قوت بھی ان ہی لوگوں کے لئے مفید و کارآمد ہے جو صالح اور ماہر اور عالم و فاضل ہیں۔ ہر کس و ناکس ان پر گہنہ و تصرف اور استفادہ کی قدرت نہیں رکھتا۔

قرآن حکیم ایک اور چیز پیش فرماتا ہے جو نہایت ہی آسان اور عام فہم ہے اور اس سے ہم سہولت سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ وہ فرماتا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام دین کے معنی ہیں جزا و سزا عمل اور رد عمل۔ اور یہ حقیقت سب پر ظاہر ہے کہ ہم جو کام بھی کرتے ہیں اس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ یا رد عمل ہوتا ہے۔ اب اگر ان افعال و اعمال کے نتیجہ میں امن و سلامتی ہے تو دین کی صحیح صورت یہی ہے۔ گویا ہمارا ہر عمل یعنی یہ سلامتی ہے تو اس کا رد عمل سلامتی ہی ہوگا۔ یہی سلام ہے اور یہی حق ہے اور یہی کامیابی و کامرانی کی راہ ہے اور اگر ہمارے اعمال کا نتیجہ اور ثمرہ سلامتی نہیں ہے تو وہ باطل ہے ہم قرآن پاک کے اس سنہری اصول اور قانون کو لے کر جملہ طریقوں سے دیکھتے اور پرکھتے ہیں ان میں سے جس کے نتائج میں سلامتی ہے وہ حق ہے اور جن کے نتائج برعکس ہیں وہ باطل ہیں۔ ابتدائی زندگی میں بھی یہی چیز تھی کہ حق کامران تھا اور باطل

تاکام اور اب بھی یہی حقیقت ہے اور آئندہ مستقبل میں بھی یہی حقیقت رہے گی جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ بجلی کی رو صحیح چل رہی ہے تو بٹن دبانے سے پنکھا چلے گا۔ بلب روشن ہوگا اور اگر کوئی چیز قانون قدرت کے مطابق نہیں ہے تو وہ غلطی ہے - اور دنیا کے تمام امور میں یہی اصول کارفرما ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قانون میں تخمین، وظن نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی تحقیق اپنے فطری راستہ سے انحراف کر کے قائم اور درست رہ سکتی ہے نہ ہی کبھی فائدہ کی حامل ہے۔ اس کا فرمان ہے لا تبدیل لخلق اللہ۔ وہ اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ جس کسی چیز کے خواص جو آج سے ہزاروں سال قبل تھے وہی آج ہیں اور اس کے فوائد جو اس وقت تھے وہی آج ہیں۔ یہ شاہراہ عمل وہ عمل کبھی بھی نہیں بدلتی خواہ ہم اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں اس بارے میں بھی قرآن کریم ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ لن تجد لسنت اللہ تبدیلا اعمال انبیہ میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوتی وہ بے شک و شبہ کامرانی کا ضامن ہے۔ بشرطیکہ صرف یہ ہے کہ ہم صحیح راستہ تلاش کریں اور اس پر چل پڑیں۔ میں نے تمام مروجہ طریقہ ہائے علاج کو اپنایا ہے اور گہرا مطالعہ وتجربہ اور مشاہدہ کیا ہے وہ سب ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن میں نے طب یونانی کو کامیاب ترین طریق علاج پایا ہے یہ تجرباتی و مشاہداتی ہی نہیں الہامی اور وجدانی بھی ہے اس کے اصول و قوانین کے تحت اثرات ہمیشہ نتیجہ میں دو اور دو چار ہی ثابت ہوتے ہیں کبھی غلط نہیں ہوتی۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ سانحہ اور انحطاط اور غلامی اور فرنگی حکومت کے غلبہ اور نظام حکومت بدلنے پر دیگر علوم وفنون اور صنعت وحرفت کی طرح علم وفن طب بھی فرنگی کی دست برد کا شکار ہوگیا اور اس میں تحقیق وتجسس و نشوونما وارتقا کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ محمد ذکریا اور شیخ الرئیس کے بعد کوئی نکتہ

نظر نہیں آتا جس نے فن طب کی کوئی ادنیٰ سی بھی خدمت کی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں ڈالا کہ جب تک فرنگی طب کا ابطال باطل نہ ہوگا اور طب یونانی کی کتب کے قوانین کا استحقاق نہ ہوگا، فن زندہ نہیں ہو سکتا سو اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ ہدایت سے کچھ عرصے ہی میں نے قانون تشریح کے ایک قانون پر نظریہ کی بنیاد رکھی اور دنیا کے قوانین اور اصول ہائے طب کو اس کسوٹی پر پرکھا تو سب غلط ثابت ہوئے۔

آپ سوال کر سکتے ہیں کہ فرنگی طب باطل اصول و قوانین کی حامل ہے تو پھر کیوں باوجود دنیا اس کی ناکامی سے آگاہ ہو رہی ہے اور ہر طرف جو اس کی بہار دکھائی جا رہی ہے تو اس کی وجہ کیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض پروپیگنڈہ ہے اور حکومت کی سرپرستی اور زر کثیر اور بے شمار ذرائع کی بنا پر آپ یہ سب شور دیکھ اور سن رہے ہیں۔ اور اگر آپ نے تحقیق تماشا دیکھنا ہو تو آپ چند دنوں تک کسی ڈاکٹر کے پاس یا کسی ہسپتال میں جا کر دیکھ سکتے ہیں کہ کتنے لوگ نہ صرف ناکام بلکہ ان کی غلط تشخیص و تجویز اور غلط مرکبات و ادویات کی وجہ سے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اگر آپ نظریہ مفرد اعضاء کو سمجھ لیں گے تو آپ کو خود بخود نظر آنے لگے گا کہ فرنگی طب و سائنس بالکل غلط ہے۔ میں نے اس پر چیلنج دیا ہے اور ان کی ایک ترتیب و ترکیب کو غلط ثابت کیا ہے کہ ان کی کوئی دوا اور بیماری کا سائنٹیفک حقیقت نہیں ہے اور اس کے برعکس طب یونانی کی کسی دوا کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکی۔

نظریہ مفرد اعضاء یہ ہے جو طب کا قانون ہے کہ امراض و علامات اور صحت و حیات کا دارومدار صرف اعضاء کے افعال پر ہے جن کی حیثیت قانون کی کلید کی حیثیت ہے جو گرم تر اور سرد و خشک ہیں۔ صحت و مرض، ارکان و مزاج اور اخلاط

بھی انہی کے تحت ہیں اور جسم انسان کے بنیادی وحیاتی اعضاء بھی اخلاط ہی سے بنتے ہیں اور جب تک یہ اعتدال پر ہوں اور اپنے فطری اصولوں پر عمل پیرا ہوں تو صحت قائم رہتی ہے اور قوانین فطرت سے ان کا انحراف مرض کا باعث ہوتا ہوتا ہے۔ گویا یہ بدلے تو بیماری رونما ہوتی ہے اور اگر یہ درست ہیں تو صحت وشفا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہمارے اطبا نسخہ جات کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور فن کو چھوڑ گئے ہیں۔ حالانکہ انہیں نسخہ جات کے بجائے یہ دیکھنا چاہیئے تھا کہ صفراء سوداء اور بلغم وخون میں سے کیا بڑھ گیا ہے اور کیا کم ہو گیا ہے جو کم ہو گیا ہے اسے بڑھا دیتے لیکن وہ اس طرف سے آنکھیں بند کر بیٹھے ہیں جس کے نتیجہ میں فن طب تباہ ہو گیا ہے۔ فن طب کو ختم کر دیا گیا تھا میں نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور مہربانی سے اسے ختم ہونے سے بچایا اور زندہ کیا ہے اور دنیا کو اس کی اصلیت وحقیقت سے آگاہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے

میں نے ثابت کیا ہے کہ اخلاط سے اعضا بنتے ہیں اور یہ ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دلیل یہ ہے کہ مخصوص خلط کی افزائش سے مخصوص عضو میں تحریک ہوتی ہے۔ اور کسی مخصوص عضو کی تحریک سے اس کی کوئی متعلقہ خلط بڑھتی ہے۔ مثلاً اگر بلغم پیدا کرنے والی یا بڑھانے والی ادویہ استعمال کی جاتی تو دماغی قوت میں شدت تیزی افعال واقع ہو جاتی ہے اور اگر صفراء بڑھا دیا جائے تو جگر کے فعل میں تیزی اور جگر کو قوت ملتی ہے یا اگر جگر کو قوت دینے والی ادویہ استعمال کریں تو وہی صفرا کی کثرت ہوتی ہے۔ میں نے اخلاط مفردہ سے مفرد اعضاء کا بننا ثابت کر دیا ہے اور اعضا کے امزجہ مفردہ ہیں اور جسم انسانی میں صرف تین ہی حیاتی اعضاء ہیں اور چوتھا بنیادی اور یہی حیاتی اعضاء ہر سہ اعضائے رئیسہ ہیں جو دماغ دل اور جگر ہیں اور اعصاب، عضلات اور

علاوہ بالترتیب ان اعضائے رئیسہ کے تحت ہیں۔ انہی تینوں اعضاء کی درستی و خرابی پر نظام حیات و صحت، اور مرض و موت واقع ہوتی ہے اور مرض یا موت کی صورت میں ان کے افعال میں خلل یا کسی کا ضائع ہو جانا یا کمزور ہو نا یا ٹوٹنا شامل ہیں حصول صحت کے لئے ان کے جس نظام و فعل میں خرابی ہوا سے درست کرنا ہے فرنگی طب کی طرح بلا تشخیص ہر درد سر کا علاج اسپرو نہیں ہے اس لئے طب کا حامل سر درد کے علاج میں عضو و خلط اور مادہ کو درست کرے گا مزاج کا اعتدال قائم اور دوران خون معتدل نہیں ہے تو بیماری پیدا ہوگی۔

اب آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ صفرا، سودا اور بلغم و خون وغیرہ کا اعتدال یا ایلوپیتھی کو راہ راست پر للانے اور ایلوپیتھیوں کی رہنمائی کے سلفر، فیرم اور پوٹاش کم و بیش ہو جائیں یا ان کی ترتیب بگڑ جائے تو بیماری ہوگی اور علاج کی صورت یہ ہوگی کہ کم اجزاء کو پورا کر دیا جائے اور علاج کے لئے یہ بھی لازمی ہو ہوگا کہ جسم کا صحیح مطالعہ کیا جائے تاکہ واقعی صحیح کم چیز کو زیادہ کیا جائے اور اٹکل سے اور فرضی طور پر اٹھا کر کچھ نہ دے دیا جائے۔

نظریہ مفرد اعضاء کے سمجھنے سے سراسر آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ طب یونانی کے لیے نبض و قارورہ دیکھنے کا جو سلسلہ ختم ہو گیا تھا ہم دوران تعلیم اس کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر جسم میں سردی بڑھی ہو گی تو معالج کی توجہ کا مرکز اعضائے بارد ہوں گے اور اگر جسم میں گرمی بڑھی ہو گی تو گرم مزاج اعضاء مثلاً جگر و قلب کی کمی بیشی کو دیکھا جائے گا۔ مرض کو دیکھنے کے لئے جیسے مریض کی حالت ضروری ہے ویسی ہی نبض و قارورہ بھی لازم بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ طبیب نبض ہی سے شدت و خفت مرض اور مرض کی عدم موجودگی میں بعض اوقات صرف قارورہ ہی سے علاج کی طرف

قدم نچھاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ بعض دفعہ وہ بہت ہی اہم ہیں۔ فرنگی طب کا یہ حال ہے کہ وہ کسی مرض میں بھی کامیاب علاج نہیں رکھتی۔ ٹی بی بخود فالج۔ نقرس گردہ وغیرہ کی بات ایک طرف وہ نزلہ زکام کو بھی نہیں سمجھ سکے۔ وقتی دوائیں علاج نہیں ہے۔ بلکہ علاج تو یہ ہے کہ پرزہ کی خرابی کو درست کر کے پورا اور جسم کو اور بحال کرتا ہے لیکن ایلوپیتھی کے سامنے ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ اگر کچھ سمجھتی ہے تو صرف جراثیم کو۔ حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہیں اور اگر جراثیم کی کوئی اہمیت ہوتی تو شربت اور معجون جیسی بے ضرر اور غیر جراثیم کش ادویہ سے ہرگز صحت نہ ہوا کرتی۔ حالانکہ ہم صبح و شام ان اشیاء سے بیماریوں کو دفع ہوتے اور کرتے دیکھتے ہیں۔

دوسرے اسلام جیسے حقیقت پسند مذہب میں تو اتنی نفرت نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے میل ملاقات اور عیادت و ہمسایہ پرسی کو اخلاقیات کا جزو لاینفک قرار دیا ہے یعنی کہ ایک دوسرے کا جھوٹا بھی کھاتے پیتے ہیں جب کہ نظریہ جراثیم کی رو سے دوری ہی صاحب سلامت ہی بھلی۔ اس نظریہ میں بھی بنیادی جذبہ جو کام کرتا نظر آتا ہے یہ وہی عیسائی ذہنیت اور رہبانیت کا تصور ہے جو فلاح دار تقاد کے برعکس انحطاط اور زوال کا قائل ہے۔

درحقیقت فرنگی ذہن کی سوچ بچار اور غور و فکر کے بنیادی دھارے سے ہی غلط سمت کو بہہ رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بنیادی اعضاء کے افعال کے بگاڑ سے مادے رکتے ہیں۔ اور امراض پیدا ہوتے ہیں۔

نظریہ مفرد اعضاء سمجھنے کے بعد آپ کو دیکھنا ہوگا کہ کہیں بیچ میں خرابی ہے اس کو درست کر دیں تو مرض خود بخود دور ہو جائے گا اور جراثیم خود بخود تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ اخلاط و اعضاء ایک ہی چیز ہیں ان میں صرف قوام و استحالہ کا فرق ہے ہیں طب اسلامی کا نمائندہ ہوں اور جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے۔ میں اس پر ایک کتاب لکھ چکا ہوں اور ثابت کر چکا ہوں کہ وہ غلط ہے اور اسے صحیح ثابت کرنے والے ماہرین اور سائنس دانوں کو میں نے چیلنج بھی کیا ہے اور دس ہزار روپے کا انعام بھی رکھا ہے۔ فرنگی طب کے وجود اور بقاء کا جہاں تک تعلق ہے تو آپ سب جانتے ہیں کہ حکومتیں مسلسل اس کی سرپرستی کر رہی ہیں۔ اسے امداد دیتی ہیں۔ اور پروپیگنڈا کے وسیع وسائل و ذرائع اس کے قبضہ میں ہیں، جب کہ طب یونانی کامل ایک سو سال سے نہ صرف بے سہارا چلی آ رہی ہے بلکہ اس کے خاتمہ کے لیے کسی امکانی کوشش سے بھی دریغ نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن وہ پھر بھی زندہ ہے تو محض اپنے حقیقی اور سچے بنیادی اصول و قوانین اور تاثیر شفا کی بنا پر۔

ہمیں طب یونانی کے حامل اطباء کرام کی ذہنیت پر افسوس ہے کہ وہ طب کے نام لیوا ہونے کے باوجود ایلوپیتھی دوائیں استعمال کرتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اپنا رویہ بدلیں اور مغربی طریق پر تیار شدہ ادویہ کے بجائے طب یونانی کے حیاتی نظریہ کے تحت تیار شدہ ادویہ کو اپنائیں اور اصلاح فن کے لئے سائنس کو دیکھیں۔ آپ کے پاس بنیادی فطری اور سچے قوانین ہیں جب کہ یہ دولت ان کے پاس نہیں ہے۔ ہماری ادویات اور مرکبات کے آج بھی وہی خواص ہیں جو ہزاروں سال قبل تھے لیکن ان کے ہاں وہ ہر وقت بدلتے رہتے ہیں۔ وہ تجربہ کر کے ایک چیز مارکیٹ میں لاتے ہیں اور پانچ سال بعد جب وہ ہمارے طبیبوں تک پہنچتی ہے تو یورپ اس سے بدظن ہو کر کسی نئی چیز کی تلاش میں مصروف ہوتا ہے پھر یہ لوگ سنتے ہیں کہ یہ تو ناکام ہو گئی ہے اور اس کے مقابلہ میں نئی چیز مارکیٹ میں آ گئی ہے تو یہ اس کے پیچھے بھاگتے ہیں لیکن یہ خود تحقیق کرنے سے نہ جانے

تحقیقات خواص المفردات

جناب حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی مرحوم کے قلم سے

آک

نام :۔ (اردو) مدار، آکون، آکھ (عربی) عشر (فارسی) خرک زہرناک (تیلگو) مندار، امر (سنسکرت) مدار (سندھی) آک (بنگالی) آکنڈ (گجراتی) آکڑو (انگریزی) SWALLOW WORT کیلوٹراپس CALOTROPIS

تعارف :۔ ایک مشہور عام پودا ہے۔ قد عموماً ایک سے دو گز تک ہوتا ہے پتے چوڑے اور موٹے برگد کے پتوں کی مانند ہوتے ہیں۔ ہر پتے کے دو حصے ہوتے ہیں۔ درمیانی سیون سے شریانوں کی طرح ہر نصف حصے کے باہر کی طرف سفیدی مائل لکیریں جاتی ہیں۔ یہی لکیریں پتے کے لئے غذا پہنچاتی ہیں۔ ٹہنی یا پتے کو توڑنے سے بالکل سفید رنگ کا دودھ نکلتا ہے۔ دودھ کچھ دیر پڑا رہے تو جم جاتا ہے۔ بلکہ دہی کی طرح اس میں سے پانی علیحدہ ہو جاتا ہے۔ آک کے ہر حصے کی نسبت ٹہنیوں اور کونپلوں میں دودھ زیادہ نکلتا ہے۔ پھول کی مانند پھول ٹہنیوں کے سروں پر نکلتے ہیں۔ ہر پھول پتی دار ہوتا ہے۔ پھول کے درمیان میں لونگ کے سر کی مانند ایک ابھار پیدا ہوتا ہے جسے آک کا لونگ یا قرنفل مدار کہتے ہیں۔

آک کی ٹہنیوں پر اس کا ایک پھل لگتا ہے جو بالکل آم کی شکل کا ہوتا ہے خشک ہونے پر جب پھٹتا ہے تو اس کے اندر سے سنبل کی روئی کی مانند روئی نکلتی ہے۔ اسی میں اس کے تخم ہوتے ہیں جو انگن کے بیجوں جیسے ہوتے ہیں

ان کی رنگت سیاہ ہوتی ہے۔ بعض آک کے پودوں پر ایک قسم کی رطوبت نکلتی ہے جسے صمغ عشر یا سکر العشر کہتے ہیں۔

مزاج :۔ تر گرم ۔۔ اعصابی غدی

مصلح :۔ ہر قسم کی ترش اشیاء

مقام پیدائش :۔ دنیا کے تقریباً ہر حصہ میں خود رو پیدا ہوتا ہے لیکن زیادہ تر ہندوستان، پاکستان۔ جزیرہ لنکا، افغانستان، جنوبی امریکہ اور لنکا ایران سے لے کر افریقہ تک کے علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔

مقدار خوراک :۔ دودھ نصف قطرہ سے ایک قطرہ تک۔ جڑ ۲ سے ۵ رتی تک۔ پھول ایک سے ۴ رتی تک

افعال و اثرات دودھ لازع۔ اکال۔ پتے کا پانی محمر (جلد کو سرخ کرنے والا) مقی۔ ملین۔ مدر اور طوبات اور مخرج صفرا و حرارت معرق، محلل اور مسکن درد والم ہے۔

خواص و فوائد دودھ اکال اور مقرح ہونے کی وجہ سے داد، خارش، گنج اور بواسیری مسوں پر لگانے سے شفا دیتا ہے۔ درد دانت کو تسکین دیتا ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کو مارتا ہے خصوصاً کدو کیڑوں کو۔ پتوں کا پانی ایک حصہ، تیل سرسوں یا میٹھا تیل تین حصے میں جلا کر وجع المفاصل درد کمر اور ہر قسم کے صفراوی دردوں کے لئے نافع ہے۔ حتی کہ درد جگر کے لئے بھی اعلیٰ درجہ کی دوا ہے۔ مقام درد پر روئی تر کر کے رکھنی چاہیئے۔ یاد رکھیں کہ آک کے خصوصی خواص میں تین اثرات کو خاص اہمیت حاصل ہے (۱) محلل (۲) دافع درد (۳) مدر اور طوبات

محلل اثر کی صورت میں ہر قسم کے اورام، خصوصاً غدی اورام میں اکسیر کا کام

کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جسم کی سختی کو دور کرتا ہے اور ہر قسم کی گرہیں کھولتا ہے۔ اگر جگر، گردے اور دیگر غدد سکڑ گئے ہوں تو ان کے لئے بے حد مفید ہے جسم میں کسی قسم کی رکاوٹ ہو تو اس کو تحلیل کر کے دور کر دیتا ہے۔ مثلاً یرقان میں جگر کی رکاوٹ اور پتہ کی پتھری۔ اسی طرح پتھری اور نفخ کلیہ میں گردوں میں رکاوٹ کو فوراً تحلیلی طاقت سے دور کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح امعاء میں خشکی اور سوزش کو دور کرنے میں لاثانی ہے۔ اس کے استعمال سے فوراً ہر قسم کی پیچش میں پہلے ہی روز افاقہ ہو جاتا ہے۔ جس قدر بھی جریان خون ہو پہلے ہی روز رک جاتا ہے۔ غرض یہ کہ اپنے اندر زبردست محلل اثر رکھتا ہے درد کو رفع کرنے میں اس کے اندر اعجاز ہے۔ اس کے عمل کرنے کا طریقہ تخدیر نہیں ہے بلکہ تسکین ہے۔ جاننا چاہئے کہ تخدیر اور تسکین کے ظاہر معنی تو ہر شخص جانتا ہے لیکن جسم انسان میں تخدیر اور تسکین کیسے پیدا ہوتی ہے اس سے شائد دس ہزار میں سے ایک اہل فن اور حکیم مشکل واقف ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بہت جلد اس پر روشنی ڈالیں گے۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے جب کبھی بھی آک کے تیل کی جسم پر مالش کی جاتی ہے یا آک کے دودھ میں روئی کا پھایہ تر کر کے کرم خوردہ دانت میں رکھا جائے تو فوراً درد میں کمی شروع ہو جاتی ہے۔ جب اس سے درد ایک دفعہ رک جاتا ہے تو پھر دوبارہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب اندرونی دردوں، معدہ و امعاء کا درد، پتہ، کلیہ کی پتھری کا درد، پیچش کا درد، نقرس، درد شقیقہ وغیرہ میں اس کا استعمال بعض وقت تریاق ثابت ہوتا ہے۔ بھڑ اور سانپ کے کاٹے ہوئے مقام پر لگانے سے درد کم ہونے کے ساتھ ساتھ زہر کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کو اندرونی

اور بیرونی طور پر زہریلے اثرات کو دور کرنے کے لئے استعمال کرایا جاتا ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ جو بھی کسی کو سانپ کاٹے اور ڈسے ہوئے مقام پر آک کا دودھ لگائے اور اس کی کونپلیں کر کھانا شروع کر دے۔ جب جی متلانے لگے یا قے آنے لگے تو کھانا بند کر دے۔ جونہی آک کا اثر ظاہر ہو گا۔ سانپ کے زہر کا اثر ختم ہو چکا ہو گا۔

آک رطوبت کے لئے ایک نایاب دوا ہے۔ جب بھی اس کو اندرونی یا بیرونی طور پر استعمال کیا جاتا ہے فوراً رطوبت کا ترشح شروع ہو جاتا ہے۔ منہ میں تھوک کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ معدہ میں اعصابی نظام تیز ہو کر رطوبات معدہ بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ بعض وقت طبیعت اس کو قے کے ذریعے خارج کرتی ہے۔ اسی طرح امعاء میں رطوبات کی زیادتی سے اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ جسم کے ہر حصہ میں رطوبات بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے تحجر مفاصل جن میں رطوبات خشک ہو چکی ہوتی ہیں اس کے استعمال سے بہت جلد شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں کا پھٹنا، بھگندر اور پرانے زخم تک مندمل ہو جاتے ہیں۔

آک طولدر رطوبات ہونے کی وجہ سے خشک دمہ اور خشک کھانسی کے لئے خصوصیت سے مفید ہے۔ خشک دمہ میں رطوبت کی کمی کی وجہ سے پھیپھڑوں میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے استعمال سے فوراً بلغم اور رطوبات کا ترشح شروع ہو جاتا ہے جس سے فائدہ ہونا یقینی ہے۔

آک طولدر ہے پر دست اسرار ہے آک کا سب سے بڑا اسرار یہ ہے کہ یہ دافع قبض کے لئے نہایت اکسیر اور شرطیہ ہے۔ اس کی اس خوبی اور کمال میں کوئی دوا اس کے مقابلے میں نہیں رکھی

جا سکتی۔ کیونکہ ایک طرف تو اس سے قبض رفع ہوتی ہے تو دوسری طرف اس میں یہ وصف ہے کہ اس سے پیچش پیدا نہیں ہوتی۔ اس کی اسی صفت کی وجہ سے یہ دوا بواسیر کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہے۔ اکثر نااہل اطباء اور اہل فن اس کو بواسیر اور تپ دق جیسی ہیبت ناک امراض میں استعمال کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں اور سینکڑوں روپے ماہوار پیدا کرتے ہیں۔ بعض اہل فن نے اس کے مختلف نام رکھ لئے ہیں جو اس کی کسی نہ کسی صفت کا اظہار کرتے ہیں۔ جس قدر بھی عوام کو اس دوا سے روشناس کرایا جائے اسی قدر ہمارے ملک سے قبض، بواسیر اور پیچش جیسے عسیر العلاج امراض ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔

افعال پارہ اعضاء

اگر اندرونی طور پر استعمال کریں یا بیرونی طور پر اس کے استعمال سے دماغ و اعصاب میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ جوں جوں اس کا اثر بڑھتا ہے، تحریک شدید ہوتی جاتی ہے۔ اعصاب پر اس کا محرک اثر اس لئے ہے کہ یہ ایک شدید نکھار ہے اور تمام نکھاریں ہی لوازم ہیں۔ جب اس کا محرک اثر ہوتا ہے تو دوران خون اعصاب کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ افرازات کی تیزی کے ساتھ ساتھ جسم پر سرخی بڑھ جاتی ہے۔ اس کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ وہ جگہ گرم ہونا شروع ہو جاتی ہے اور پھر خون کے اجتماع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس مقام پر پھنسیاں اور بالآخر وہاں پر ورم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس گوشت کی مچھلیوں یعنی عضلات کے خلاؤں اور ساختوں میں رطوبات لمف کا ترشح شروع ہو جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ ان میں رطوبات کی اس قدر زیادتی شروع ہو جاتی ہے کہ وہ پھولنا شروع ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہاں سکون کی حالت اور برودت پیدا ہو جاتی ہے۔ دل کی رفتار سست اور جسم کی حرارت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ البتہ جگر و غدد میں دوران خون کی

اس قدر تیزی شروع ہو جاتی ہے کہ وہاں پر گرمی کی شدت سے تحلیل شروع ہو جاتی ہے اور وہ پھیل کر بڑھ جاتے ہیں حتیٰ کہ جسم کے تمام نالی دار غدد طاقتور ہو کر مخرج سے رطوبات کا اخراج شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً نزلہ، تھوک، زکام ریشہ، بلغم، قارورہ اور سیلان وغیرہ۔ البتہ جسم کے کسی حصہ سے خون آتا ہو تو وہ فوراً رک جاتا ہے۔

انہی افعال و اثرات کے تحت ہم نے آک سے سل و دق کا تریاق تیار کیا ہے اور دعویٰ کے ساتھ پیش کیا ہے کہ اگر اس نسخہ سے کسی تپ دق کے مریض کو حسب ہدایت استعمال کرنے سے آرام نہ آئے تو ہم سو روپیہ فی مریض پیش کریں گے

تریاق تپ دق

ھوالشافی:۔ شیر عشر ایک حصہ۔ ہلدی خالص پندرہ حصے

ترکیب تیاری:۔ ہلدی کو مثل میدہ باریک کر کے آک کا دودھ شامل کریں نصف گھنٹہ رگڑائی کریں۔ بس دوا تیار ہے۔

مقدار خوراک:۔ ایک رتی سے آٹھ رتی تک حسب ضرورت دن میں چار بار۔ قبض کی صورت میں آہستہ آہستہ دوا کی مقدار آٹھ رتی تک کر سکتے ہیں بچہ ہو تو ایک دو رتی تک کافی ہے۔ دوا ہمیشہ نیم گرم پانی سے استعمال کریں۔

یادداشت:۔ آک کے تمام اجزاء خصوصاً دودھ انتہائی سوزشناک ہے۔ اسی وجہ سے اطباء اور اہل فن نے اس میں تیزابی کیفیت اور گرمی کو تسلیم کیا ہے مگر اس میں نہ گرمی ہے اور نہ اس کی سوزشناکی میں تیزابیت پائی جاتی ہے اور نہ ہی اس کے استعمال سے جسم میں صفرا پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کی سوزشناکی اپنے اندر کھاری اثرات رکھتی ہے۔ جو قاطع تیزابیت اور دافع صفرا

ہے۔ اس کے متعلق تیزابیت کا خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

جاننا چاہئے کہ تیزابیت کی سوزش تناکی جسم میں انقباض اور ورم پیدا کر کے سختی اور گرہ سی باندھ دیتی ہے۔ مگر کھاری پن کی سوزش جسم میں انبساط اور تحلیل کر کے جسم کے اندر جہاں بھی کہیں گرہ پڑ گئی ہو اس کو دور کر دیتی ہے۔ جسم نرم ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کا یہ اثر نہ صرف اجسام اور نباتات بلکہ جمادات پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی سختی نرمی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آک چاہے کتنی سخت قسم کی زمین میں پیدا ہو۔ کچھ عرصہ بعد اس کے نیچے والی زمین نرم اور شوریلی سی ہو جاتی ہے۔

بعض اطباء نے اس کی سوزش تناکی کو دیکھتے ہوئے اس کا مزاج گرم خشک تسلیم کیا ہے لیکن یہ بات نہیں ہے بلکہ اس میں کھاری اور الکلی کے اثرات ہیں جو مخرج صفراء و حرارت ہیں۔ لیکن گرم خشک دوائیں صفراء کی ہم مزاج ہونے کے باوجود صفراء و حرارت کو جسم میں بڑھایا کرتی ہیں نہ کہ خارج کرتی ہیں اس لئے آک مخرج صفراء و حرارت ہونے کی وجہ سے تر گرم اعصابی غدی ہے

یادداشت:۔ آک تریش، کچا اور کال ہونے کے باوجود زہر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے استعمال سے موت واقع نہیں ہوتی، نہ ہی اسے قتل کرنے کے لئے کھلایا جاتا ہے۔ چونکہ اس کے استعمال سے قے اور دست شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی غلطی سے زیادہ استعمال کر بھی لے تو کوئی ترش پھل کھلا دو۔ فوراً اس کا اثر زائل ہو جائے گا اور سوزش دور ہونا شروع ہو جائے گی۔

انجیر

تعارف:۔ ایک مشہور پھل ہے جس کو عربی میں تین اور انگریزی میں فِگ کہتے ہیں۔ شکل و صورت میں گولر سے مشابہت رکھتا ہے علم الادویہ میں کئی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ بعض گولر (جمیز) کو بھی انجیر ہی کی قسم کہتے

ہیں۔ لیکن زیادہ اس کی دو قسمیں مشہور ہیں۔ ایک انجیر باغی اور دوسری انجیر دشتی باغی انجیر کو غذا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور جنگلی انجیر جس کو ہنگوڑی بھی کہتے ہیں دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے جس میں اس کا دودھ بہت زیادہ مستعمل ہے۔ لیکن انجیر دشتی بھی غذا کے طور پر استعمال کر لی جاتی ہے۔ انجیر کے درخت کی بلندی چھ فٹ سے ۱۰ فٹ تک ہوتی ہے۔ انجیر دشتی کو ہندی میں کٹوری کہتے ہیں

مقام پیدائش برصغیر پاک و ہند کے علاوہ عرب، ایران اور افریقہ میں اس کی پیدائش ہوتی ہے۔ کابل میں خصوصی طور پر اس کی باقاعدہ کاشت ہوتی ہے۔ یہ کھانے میں شیریں لیکن اس میں تیزی و مہیک ہوتی ہے۔ اس کی ایک چھوٹی قسم ہے جو شام میں پائی جاتی ہے۔ اس کا پھل فندق کے برابر ہوتا ہے۔ اس کا چھلکا باریک ہوتا ہے۔ ذائقہ شیریں ہوتا ہے

رنگ و ذائقہ سرخ زردی مائل۔ جنگلی سیاہی مائل۔ ذائقہ شیریں جس میں ایک خاص قسم کی تیزی اور مہیک پائی جاتی ہے مگہ اندر بو ہوتی ہے۔ بطور پھل مستعمل ہے اور غذا کے دوائی ہے۔

مزاج گرم درجہ اول میں اور خشک درجہ دوم میں ہے۔ بعض نے اس کو گرم تر لکھا جس میں حکیم محمد کبیر الدین دہلوی بھی شریک ہیں حیرت ہے کہ جو شے مولد ریاح، غلیظ بلغم اور معتدل سودا ہو جس کے ساتھ ارضی مادہ کی کثرت ہو وہ تر کیسے ہو سکتی ہے بلکہ اس میں مائیت کی زیادتی تسلیم کی جاتی ہے

افعال و اثرات عضلاتی غدی ملین یعنی محرک عضلات، اعصاب، محلل اعصاب اور مسکن غدد ہے۔ کیمیاوی طور پر مولد ریاح و خون غلیظ بلغم اور معتدل سودا ہے۔ اس میں ارضی مادہ (کلسی) کی کثرت ہے۔

خواص: مولد ریاح و خون۔ محرک عضلات، ملین، منضج و منفث بلغم اور

معتدل۔ سودا انجیر کی خشکی اپنے افعال میں شدید ہوتی ہے۔ یہ مسہل قوی جالی اکال ہے
فوائد: غذائیت دوائی ہونے کی وجہ سے اس میں غذائی اجزا زیادہ ہیں۔ یہ محرک عضلات غدی (خشک گرم) ہے اس لئے معدہ و امعاء میں تحریک دے کر ملین اور مسہل کا باعث ہوتی ہے۔ دل و پھیپھڑوں میں تیزی پیدا کر کے دماغ اعصاب پر قوی اثر کرتی ہے۔ جگر و گردوں اور غدد کی طرف رطوبات کو بھیج کر وہاں پر تسکین و تقویت کا باعث بنتی ہے۔ چونکہ اپنے ارضی مادہ (کلس) کی زیادتی کی وجہ سے مولد ریاح و خون ہے۔ اس لئے بلغم کو خشک کرتی ہے اور سودا میں حرارت پیدا کر کے اس کو خون میں تبدیل کر دیتی ہے۔ گویا سفید ذرات خون کو سرخ ذرات خون میں تبدیل کر دیتی ہے۔

کثیر ارضی غذا کی وجہ سے جاذب رطوبات ہے اور محرک عضلات ہونے کی وجہ سے سریع الہضم مولد ریاح ہونے کی وجہ سے خشکی کی طرف مائل ہے تمام پھلوں سے زیادہ غذائیت بخش پھل ہے۔ البتہ کھجور کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پختہ اور خشک انجیر میں زیادہ غذائیت ہوتی ہے۔ جس قدر اس میں گودا زیادہ ہوتا ہے اسی قدر موٹا اور سرخ کر دیتا ہے۔ مولد و محرک خون ہونے کی وجہ سے پسینہ لاتا ہے اور رنگت کو نکھارتا ہے۔

بلغم کو تحلیل و اخراج کر کے بلغمی کھانسی میں بے حد مفید ہے۔ بلکہ بلغمی دمہ کو دور کرتا ہے۔ جگر و گردوں اور غدد میں اپنی تسکین سے وہاں کی خشکی اور سوزش کو دور کر کے وہاں کے سدے کھولتا ہے۔ وہاں پر ادرار پیدا کرتا ہے۔ لیکن پیشاب کی کثرت کو روکتا ہے۔ عضلات میں تیزی کی وجہ سے مقوی طحال ہے جو بلغم کو جذب کر کے خون میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے دافع بخار بلغمی ہے اور بعض بخاروں میں مواد اندر رہ جاتا ہے جیسے چیچک، خسرہ اور

عجرتنہ میں ان کے مواد کو جلد کی طرف خارج کر دیتی ہے اور دل کی قوت کو پوری طرح قائم رکھتی ہے۔

بیرونی طور پر انجیر کا دودھ لگانے سے داد اور چنبل کے لئے بے حد مفید ہے۔ اس کے پتوں کا رس جسم پر لگانے سے جسم کے داغ دھبے اور چھائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اس کا لیپ پھوڑے پھنسی کو پکا کر پھاڑ دیتا ہے۔ اس کی لکڑی کی راکھ ہر قسم کے زخم کو بھر دیتی ہے۔ خصوصاً دیوانے کتے کے کاٹے زخم کو بھر دیتی ہے۔ دشتی انجیر کا دودھ گنج کے لئے مفید ہے۔

انجیر کا ذکر قرآن حکیم میں بھی آیا ہے بلکہ ایک سورت کا نام تین ہے جس کی ابتداء ہی والتین سے ہوتی ہے۔ والتین والزیتون وطور سینینا وھذا البلد الامین۔ ان چاروں کی قسم کھا کر کہا گیا ہے کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم انسان کی پیدائش انتہائی عمدہ بناوٹ سے کی گئی ہے گویا انسان کی تکمیل میں ان صورتوں و مقامات اور ماحول کا حصہ ہے جس کی تفصیل و تفسیر بے حد طویل ہے۔ اس لئے نظر انداز کر دی گئی ہے۔ البتہ جو اثرات و مزاج تین (انجیر) کے ہیں اس کے بالکل برعکس زیتون کے ہیں۔ یعنی اگر انجیر کے استعمال سے اندرونی اور بیرونی طور پر کوئی نقصان پیدا ہو جائے تو وہ زیتون کے استعمال سے رفع ہو جاتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے۔

ابریشم

تعارف:۔ ابریشم ایک کیڑے کا گھر ہے جو شہتوت کے درخت پر پرورش پاتا ہے۔ وہ اس گھر کو اپنے لعاب سے بناتا ہے۔ اس گھر کو کویہ کہتے ہیں۔ اس کویہ پر باریک باریک دھاگے لپٹے ہوتے ہیں۔ یہی ریشم ہے اور اسی سے ریشم کا کپڑا بنتا ہے۔ یہ کویہ ہی دوا کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جب اس کو قینچی سے کترتے ہیں تو ابریشم مقرض کہلاتا ہے۔

رنگ و ذائقہ:۔ زرد سفیدی مائل اور مزہ پھیکا۔
افعال و اثرات:۔ اعصابی غدی یعنی اعصاب میں تحریک، غدد میں تحلیل اور عضلات میں تسکین دیتا ہے۔ اپنے کیمیاوی اثرات سے خون میں رطوبت اور حرارت کو بڑھا دیتا ہے۔
مزاج:۔ گرم تر پہلے درجے میں۔ اکثر کتب میں گرم خشک پہلے درجے میں لکھا ہے۔ جو شے دافع صفرا اور مفرح ہو وہ گرم خشک نہیں ہوسکتی۔
خواص:۔ محرک دماغ و اعصاب۔ دافع سوزش جگر و کلیہ اور امعاء مفرح قلب مخرج صفرا اور بول۔ مقوی ارواح ہے۔
فوائد:۔ ضعف دماغ و اعصاب میں مفید ہے۔ جگر و گردوں کو صاف کرتا ہے سینہ اور امعاء کی سوزش کو دور کر کے پیچش اور کھانسی کو دور کرتا ہے۔ منہ کی جلن کو دور کرتا ہے۔ دل کی حرارت کو دور کرتا ہے۔ دل میں مسرت و انبساط پیدا کرتا ہے۔ روح کمالے جیسی میں تسکین پیدا کرتا ہے۔ بلغم کو لطیف کرتا ہے۔ ابریشم کا کپڑا پہننے سے خارش دور ہوتی ہے اور جوئیں پیدا نہیں ہوتیں۔ جلا ہوا ابریشم خون بند کرتا ہے۔ زخم بھرتا ہے۔ بطور سرمہ آنکھ کی خارش دور کرتا ہے۔

ابرک

تعارف:۔ عربی میں طلق۔ ہندی میں بھوڈل۔ ایک چمکدار معدنی شے ہے جو ورق کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ آسانی سے ٹوٹ کر چمکدار ذرات میں بکھر جاتی ہے۔
رنگ و ذائقہ:۔ دو قسم کا ہوتا ہے۔ سفید اور سیاہی مائل اور بے مزہ ہوتا ہے۔
مزاج:۔ خشک سرد دوسرے درجے میں۔ اکثر کتب میں سرد خشک لکھا ہے۔ چونکہ خشکی غالب ہے اس لئے خشک سرد ہے۔
افعال و اثرات:۔ عضلاتی اعصابی یعنی عضلات میں تحریک، اعصاب میں

تحلیل اور غدد میں تسکین۔ اپنے کیمیاوی اثرات کی وجہ سے خون کی رطوبات کو خشک کر دیتا ہے اور اس میں برودت کا اثر بڑھ جاتا ہے۔ ابرک سیاہ میں سفید کی نسبت قوت زیادہ ہے۔

مزاج و افعال :۔ عضلاتی غدی۔ قابض۔ دافع سوزش اعصاب و دماغ۔ مسکن جگر اور مقوی کلیہ۔ دافع صفراء۔ دافع حرارت و حابس۔ قابض اور ممسک ہے۔

فوائد :۔ ضعف قلب اور عضلات کے لئے مفید ہے۔ دماغ اور اعصاب کی سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے۔ جگر کی گرمی کو دور کر کے اس کو تسکین دیتا ہے معدہ کو طاقت دے کر بھوک کو بڑھاتا ہے اور طاقت دیتا ہے۔ امعاء میں قوت دے کر اسہال کو روکتا ہے۔ مثانہ کی سوزش کو دور کر کے منی کے اخراج کو روک کر امساک پیدا کرتا ہے۔ ذیابیطس میں مفید ہے۔ نزلہ و زکام اور کھانسی و دمہ بلغمی تری ان میں مفید ہے۔ سیلان خون جسم میں کسی جگہ ہو اسے روکتا ہے۔ سیلان رطوبات کو روکتا ہے۔ اندرونی و بیرونی زخموں کو بھرتا ہے۔ چونکہ دافع حرارت اور حابس ہے۔ اس لئے ہر قسم کے بخاروں یہاں تک کہ سل و دق میں بھی مفید ہے بلغمی سرسام میں مفید ہے۔ اس کے مسلسل استعمال سے جذام، آتشک اور سوزاک میں فائدہ ہوتا ہے۔ مثانہ اور گردوں کو صاف کرتا ہے۔

استعمال :۔ ابرک ہمیشہ کشتہ کی صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ بیرونی طور پر اس کو بغیر کشتہ استعمال کر سکتے ہیں۔ چونکہ اس میں کیمیاوی طور پر سنکھیا اور پارہ دونوں کے اجزاء کو تسلیم کیا گیا ہے اس لئے اس کو اکسیر میں شمار کیا جاتا ہے بلغمی بخاروں میں تریاق تسلیم کیا گیا ہے۔ جریان اور سرعت انزال کے لئے انتہائی مفید مانا گیا ہے۔

کشتہ اول :۔ ابرک کو کشتہ کرنے میں اس امر کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے کہ

اس میں سے سنکھیا اور پارہ کے اجزاء ضائع نہ ہو جائیں۔ چونکہ دونوں ارواح میں شامل ہیں اس لئے حرارت پر ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس کا بہترین کشتہ آب گھیکوار میں تیار ہوتا ہے۔ ایک چھٹانک ابرک کو پانچ چھٹانک آب گھیکوار میں کھرل کر کے قرص بنالیں اور خشک کر کے گل کوزہ میں بند کر کے آٹھ دس سیر لکڑیوں کی آگ دیں۔ بہترین کشتہ تیار ہوتا ہے۔

مقدار خوراک:۔ ایک رتی سے چار رتی تک تازہ یا نیم گرم پانی سے استعمال کریں۔ غذا بھی اسی کے مطابق دیں۔

اہلی

تعارف:۔ اہلی کو عربی میں حب العرعر۔ فارسی میں تخم ہپل اور ہندی میں ہوبیر کہتے ہیں۔ یہ سرو کوہی کی قسم کا ایک بڑا درخت ہوتا ہے۔ جو خاردار ہوتا ہے۔ اس درخت کے پھل شکل و نسبہ یا جنگلی بیر کے برابر ہوتا ہے۔ اس کے دو اقسام ہیں۔ ایک قسم شکل سرو بلند اور اس کے پتے بھی شکل سرو کے ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کا درخت قد میں چھوٹا ہوتا ہے اور اس کے پتے شکل جھاؤ کے ہوتے ہیں۔ اس کے اندر کئی تخم پوشیدہ ہوتے ہیں۔ دوا میں پھل استعمال ہوتا ہے۔

رنگ اور ذائقہ اس کا رنگ ابتدا میں سرخی مائل سیاہ ہوتا ہے اور پختہ ہو جانے کے بعد اس کا رنگ بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔

مزاج:۔ خشک گرم دوسرے درجہ میں۔ کتب طبیہ میں گرم خشک لکھا ہے۔ جس شے میں ریاحی اجزاء اور خشکی غالب ہو وہ خشک گرم ہوتی ہے۔

افعال و اثرات عضلاتی غدی۔ یعنی محرک عضلات، محلل اعصاب اور مسکن غدد ہے۔ کیمیاوی اثرات کی وجہ سے

خون میں گرمی اور خشکی کے ساتھ حرارت پیدا کرتا ہے۔ اس کا روغن اپنے اثرات میں بیس گنا تیز ہوتا ہے۔

خواص محرک قلب حار۔ دافع اورام دماغ و اعصاب۔ مقوی جگر و گلیہ اور معدہ و امعاء ہے۔ قوی۔ محلل۔ مجفف رطوبات۔ مفتح سدد۔ کاسر ریاح۔ مدر بول۔ مدر حیض اور دافع بلغم ہے۔

فوائد قلب کی برودت کو دور کرتا ہے۔ اس کے فعل میں تیزی پیدا کرتا ہے۔ محلل ہونے کی وجہ سے دماغ و اعصاب کے اورام کو دور کرتا ہے۔ اس لئے فالج اور استرخائے عضلات میں مفید ہے۔ تنگی تنفس کو دور کرتا ہے۔ مفتح ہونے کی وجہ سے دافع ریاح ہے۔ ضعف معدہ و امعاء اور جگر و گلیہ میں مفید ہے۔

چونکہ یہ رحم کے عضلات میں تحریک پیدا کرتا ہے اس لئے مدر حیض ہے۔ لیکن اس کے مسلسل استعمال سے حمل خارج ہو جاتا ہے اور پیشاب میں خون آنے لگتا ہے۔

چونکہ اس کا استعمال بلغم اور جسم کی دوسری رطوبات کو روک دیتا ہے۔ اس لئے یہ جسم کے اندر تیزی پیدا کر کے کرم ہائے شکم کو مارتا ہے اور خارج کر دیتا ہے۔

اس کو بیرونی طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا ضماد اور اس کے روغن کا طلاء بھی اپنے اندر محلل اثرات رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ حار ہونے کے باعث جلد کی سیاہی اور داغ دھبوں کو دور کر دیتا ہے۔ اس کا روغن اپنے اثرات کے لحاظ سے بیس گنا طاقتور ہوتا ہے۔

سجّی

تعارف :- عربی زبان میں قلی۔ فارسی میں اشخار اور انگریزی میں برلایا کروڈ کاربونیٹ آف پوٹاس کہتے ہیں۔ ایک تیز قسم کی کھار ہے جو بعض بوٹیوں کو جلا کر بنائی جاتی ہے۔ یہ دو قسم کی ہوتی ہے (۱) لوٹا سجی (۲) سجی کھار۔ عام طور پر اول قسم کی ادویہ میں اور دوسری قسم صنعت میں استعمال ہوتی ہے۔

رنگت و ذائقہ :- سیاہ سفیدی مائل۔ بعض سیاہ سرخی مائل ذائقہ شور اور نہایت تیز ہوتا ہے۔

افعال و اثرات :- اعصابی غدی شدید۔ یعنی اعصاب میں شدید تحریک غدد میں تحلیل اور عضلات میں تسکین، کیمیاوی طور پر خون میں شدید کھاری پن پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے جسم میں رطوبات بڑھ جاتی ہیں۔

مزاج :- اطبا نے اس کو چوتھے درجے میں گرم اور چوتھے درجے میں خشک لکھا ہے۔ حیرت کا مقام یہ ہے کہ یہ کھار شدید قسم کی اعصابی محرک ہے جس سے جسم میں رطوبات اور بلغم کی پیدائش بڑھ جاتی ہے اور صفرا بننا بند ہو جاتا ہے۔ حرارت اور صفرا کے مسلسل اخراج سے موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے جالی اور اکالی ہونے کی وجہ سے اس کو گرم خشک کہا گیا ہے تو صحیح نہیں ہے۔ اکالی اور جالی تو تیزاب بھی ہیں لیکن وہ سب گرم خشک نہیں ہیں۔ اس کے استعمال سے جگر اور غدد میں تحلیل کے ساتھ ضعف پیدا ہو جاتا ہے اور دل کے فعل میں سستی اور حجم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

خواص :- دماغ و اعصاب کے لئے محرک شدید۔ بلکہ شدید جالی اور اکالی۔ مدر بلغم و رطوبات دافع سوزش جگر اور غدد۔ قاطع اور مخرج

صفرا۔ قلب اور عضلات میں سکون پیدا کرکے جسم میں ضعف پیدا کرتا ہے زیادہ مقدار میں جسم سُن ہو جاتا ہے۔ شدید مدر بول۔ مولد لعاب دہن۔ دافع حرارت جسم دافع ورم جگر اور طحال اور ہیجان بدن وغیرہ

فوائد:- چونکہ اعصاب و دماغ کے لئے محرک ہے اس لئے جب ان میں سکون اور بلغم کا غلبہ ہو تو ان میں تیزی پیدا ہو کر بلغم اور رطوبات کا اخراج کرتی ہے۔ جگر و غدد میں تحلیل کرنے سے جگر و طحال اور گردوں و غدد کی سوزش اور اورام میں یقینی دوا ہے کلب و عضلات میں خشکی ہو۔ قلب سکڑ گیا ہو یا جسم دبلا ہو گیا ہو تو یہ ایک کامیاب دوا ہے۔ جسم میں ہزابیت بڑھ گئی ہو یا خون میں دباؤ بڑھ گیا ہو یا جسم میں تناؤ پیدا ہو گیا ہو تو یہ دوا فوری طور پر اپنا اثر دکھاتی ہے انہی اثرات کی وجہ سے سوزاک، بندش بول اور گردہ و گردوں کی پتھری کے لئے بے حد مفید ہے۔ اسی حیثیت سے ہاضم اور مقوی معدہ ہے۔ بندش بول ورد گلا خشک کھانسی دمہ اور ذات الجنب کے لئے مفید ہے۔ زیادہ مقدار میں مدر کے ساتھ مسہل بھی ہے اور نقرس کے لئے بے حد مفید ہے۔

کھار کو زیادہ مقدار میں کھانے سے منہ اور حلق میں جلن اور گرمی محسوس ہوتی ہے، حلق کی جھلی متورم ہو کر سرخ ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی معدہ اور امعاء میں درد شروع ہو کر قے اور اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ بالکل ہیضہ والی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

بیرونی طور پر سوڈا کو گرانے کے لئے طلا کرتے ہیں برص و بہق اور خارش اور گنج پر لگاتے ہیں۔ بلکہ بعض گندے اور زہریلے زخموں پر لیپ کرکے ان کو بہلا دیتے ہیں۔ سرمہ میں ملا کر آنکھ کے اکثر سوزشی امراض کے لئے مفید ہے۔

جوکھار تعارف:۔ ہندی میں جوکھار بنگالی میں ایکشار اور انگریزی میں کاربونیٹ آف پوٹاش امپیور (غیر مصفا) کہتے ہیں جو عام طور پر جو کے پودوں کو جلا کر ان کی راکھ سے تیار کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو کے سبز پودوں کو کاٹ کر سکھا لیتے ہیں۔ پھر جلا کر راکھ کو کسی برتن میں ڈال کر پانی سے بھر کر اچھی طرح حل کر لیتے ہیں پھر دو دن تک رہنے دیتے ہیں پھر پانی کو نتھار کر لوہے کی کڑھائی میں ڈال کر خشک کر لیتے ہیں بس یہی جوکھار ہے۔ مقدار خوراک دو رتی سے ایک ماشہ تک اس کے افعال و اثرات اور خواص و فوائد بالکل وہی ہیں جو سجی کھار کے ہیں۔ البتہ اس کی اثر تیزی کم ہوتی ہے۔

سہاگہ تعارف:۔ عربی میں تنکار بورق۔ فارسی میں تنکار، بنگالی میں سوہاگہ اور انگریزی میں بورکس کہتے ہیں۔ یہ بھی ایک شدید قسم کی کھار ہے۔ جس کا رنگ سفید ہوتا ہے اس کی ڈلیاں آسانی سے ٹوٹ جاتی ہیں۔ یہ معدنی اور مصنوعی دو قسم کا ہوتا ہے۔ معدنی سہاگہ تبت و نیپال سے آتا ہے اور مصنوعی نمک و سجی اور بورواسی سے تیار کیا جاتا ہے معدنی سہاگہ جب تبت و نیپال سے آتا ہے تو چھوٹی چھوٹی چوکور ٹکڑوں کی صورت میں ہوتا ہے جسے کچا سہاگہ کہتے ہیں۔ جب یہ پک جاتا ہے تو بڑے بڑے ڈلے بن جاتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ تبت اور نیپال کی جھیلوں سے یہ حاصل کیا جاتا ہے یہ جھیلیں بہت بڑی بڑی ہیں۔ ایسی ایک جھیل کا ذکر یہیں بیجا نہ ہوگا۔ وہاں پر ایسی جھیلوں کا ایک سلسلہ موجود ہے ان کی تہ میں نمکین

چشمے ابلتے ہیں۔ جن کے پانی میں نمک کے ساتھ سہاگہ بھی ملا ہوتا ہے جو جھیل کے کنارے جم جاتا ہے جہاں سے مقامی تاجر جمع کر کے خام حالت میں منڈیوں میں لاتے ہیں۔ جہاں اس کو صاف کیا جاتا ہے۔

سہاگہ کی شکل بظاہر سفید نمک یا سفید پھٹکری سے ملتی ہے اور ذائقہ پھیکا کھاری ہوتا ہے یہ آگ پر رکھنے سے پھٹکری کی طرح پھیل کر کھیل ہو جاتا ہے اور کھلا رکھنے سے ہوا کے اثر سے گھل جاتا ہے۔ معدنی سہاگہ کو آگ پر رکھیں تو اس میں سے پانی نہیں نکلتا۔ مگر مصنوعی کو آگ پر رکھیں تو پانی بہتا ہے فرنگی طب میں جو لیڈ بورک استعمال ہوتا ہے وہ سہاگہ ہی سے تیار ہوتا ہے اور عام طور پر سوزش کو دور کرنے اور ورم کو تحلیل کرنے کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ آنکھ کی سوزش اور ورم کو دور کرنے کے لیئے اس کی ٹکور کرتے ہیں اور اس کو بطور سرمہ بھی استعمال کرتے ہیں۔

مقدار خوراک دو رتی سے ایک ماشہ تک اس کے افعال و اثرات اور خواص و فوائد بھی بالکل دیگر کھاروں کی طرح ہیں۔ البتہ اس میں سجی کھار سے زیادہ حرارت پائی جاتی ہے۔ مگر تیزی میں اس سے بہت کم ہوتا ہے۔

کھار اور نمک میں فرق:۔ ہر قسم کی کھار اعصابی غدی ہوتی ہے۔ مگر ہر قسم کا نمک اپنے افعال و اثرات غدی اعصابی ہوتا ہے۔ لیکن مختلف قسموں کی کھاروں اور نمکوں میں اپنے افعال و اثرات وجہ ان کی کمی بیشی ہوتی ہے۔

ایک سوال کا جواب:۔ تھوڑا عرصہ گذرا ایک نوجوان حکیم اندازاً پچیس تیس سال کی عمر ہوگی۔ غالباً ضلع لائل پور کا رہنے والا تھا

ملنے کے لئے آیا۔ان کے ساتھ ایک اور دوست بھی تھا۔انہوں نے مختلف سوالات کئے جن کے جوابات ان کو دے دیئے گئے۔ان کے سوالات میں ایک سوال یہ تھا کہ نمک کیسے تیار کرتے ہیں۔میں نے اس کو معروف طریقہ بیان کر دیا اس نے فوراً کہا یہ طریقہ تو کھار بنانے کا ہے۔مجھے نمک بنانے کا طریقہ درکار ہے۔مجھے اس کے سوال پر کچھ حیرت ہوئی اور اس کی بات میں سمجھ نہیں سکا۔میں نے اس کو کہا کہ اس سوال کا جواب پھر کسی وقت لے لینا۔اس نوجوان سے پھر ملاقات نہیں ہوئی۔اس کا جواب درج ذیل ہے۔

کھار کا معروف طریقہ ہم نے اس نمک کے بیان میں درج کر دیا ہے جب کسی شے کا نمک بنانا ہو تو پہلے اس کی کھار تیار کریں۔پھر جس قسم کا نمک بنانا ہو اس قسم کے تیزاب یا ترشی میں اس کھار کو حل کر کے اس کو آگ پر خشک کر لیں۔پس نمک تیار ہو جائے گا۔

یاد رکھیں کہ نمک کسی کھار اور ترشی کے مرکب سے تیار ہوتا مثلاً جیسے سوڈا کاسٹک کو ہائیڈروکلورک ایسڈ (ترشہ نمک) میں حل کرتے ہیں تو اس سے کھانے کا نمک بن جاتا ہے۔

افتیموں

تعارف:۔ اکاس بیل اور امر بیل کہتے ہیں ایک بوٹی ہے۔جس کی نہ جڑ ہوتی ہے اور نہ پتے ہوتے ہیں اس کی شکل زرد رنگ کے دھاگوں کی سی ہوتی ہے۔جس کی شاخیں بعض درختوں پر پھیلتی ہوتی ہیں۔اس کے بیجوں کو تخم کشوث کہتے ہیں۔جس درخت پر ڈال دی جائے چند دنوں میں اس پر سے جلد پھیل جاتی ہے اور اس کو رفتہ رفتہ فنا کرنا شروع کر دیتی ہے۔یہ دو قسم کی ہوتی ہے۔

ایک ہندی اور دوسری ولائتی کہلاتی ہے۔ افتیمون ولائتی اپنی شکل میں ہندی سے زیادہ باریک ہوتی ہے مگر اثر میں اس کی نسبت زیادہ قوی ہوتی ہے اس کے تخم بھی دوا کے طور پر مستعمل ہیں شکل و صورت میں تخم تربد کے مشابہ ہوتے ہیں۔

رنگت اور ذائقہ:۔ رنگت زرد سرخ ذائقہ تلخ اس میں خاص قسم کی بو ہوتی ہے تخم رنگت میں زرد سرخی مائل۔

افعال و اثرات:۔ غدی اعصابی مسہل، یعنی غدد میں تحریک، عضلات میں تحلیل اور اعصاب میں تسکین، کیمیاوی طور پر خون میں صفرا کو بڑھا دیتی ہے اور اس کا اخراج بھی شروع کر دیتی ہے۔ جسم میں حرارت کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ مزاج گرم تر گرمی تین اور خشک ایک حصہ ہوتی ہے۔ کیمیاوی طور پر ایک شدید کھار ہے۔ اس میں گندھک کے آثار پائے جاتے ہیں۔

خاص بات:۔ افتیمون اور اس کے تخموں کو دکشوت کا مسہل دوا کے لئے استعمال کرتے ہیں یاد رکھیں سودا کے لئے وہی شے مفید ہو سکتی ہے جو جسم میں صفرا پیدا کرے۔ ہم اس حقیقت پر روشنی ڈال چکے ہیں سودا کا اتفاقی مقام صفرا ہے۔ سودا کا علاج صفرا پیدا کرنا ہے یعنی عضلاتی تحریک کا علاج غدی تحریک ہے۔

خواص:۔ محرک جگر و غدد اور غشائے مخاطی۔ مولد صفرا ملین و مسہل سودا۔ محلل و مخرج سودا جالی و قاتل کرم۔ مدر حیض و منقی رحم ملطف اور کاسر ریاح مسکن اعصاب ہے۔

فوائد:۔ دماغی امراض اکثر سودا کے بگڑ جانے سے ہوتی ہیں یعنی کبھی سودا

میں زیادہ گاڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کبھی متعفن ہو کر جل جاتا ہے۔ اس لئے سودا کی اصلاح وہی دوا کر سکتی ہے جو یا تو خاصہ صفرا کو پیدا کر کے اس کا اخراج بھی کرے۔ اس مقصد کے لئے جو ادویہ پائی جاتی ہیں ان میں افتیمون ایک خاص دوا تسلیم کی گئی ہے۔ یہ صفرا کی پیدائش کے ساتھ ساتھ مسہل بھی ہے جسم میں صفرا، اور حرارت کی پیدائش کو بڑھانے کے لئے جگر و غدد اور غشائے مخاطی کو محرک شدید کی ضرورت رہتی ہے۔ جو یہ دوا بہت خوبی سے انجام دیتی ہے۔ پھر ساتھ ساتھ اعصاب اور دردوں میں تسکین دیتی ہے۔ عضلات کی تیزی کو فوراً ختم کر دیتی ہے جس سے درد سر دائمی۔ نزلہ دائمی درد گلا، درد دانت وغیرہ عضلاتی فالج ولقوہ اور تشنج ونقرس کے لئے بہت مفید ہے عضلاتی دانے پھوڑے اور سوزش و اورام کے لئے ایک یقینی دوا۔ دماغی خصوصاً سوداوی امراض میں ایک بھروسہ کی دوا ہے۔ اس کے علاوہ عضلاتی پرانی امراض کی ضروری دوا ہے۔ اسی وجہ سے معدہ و جگر اور طحال وغیرہ کے لئے اچھی دوا ہے۔ اس کے علاوہ مرگی و مالی خولیا اور خون میں سیاہی پیدا ہو جائے تو یہ ایک مفید دوا ہے۔

بیرونی طور پر پھوڑے پھنسیوں اور دردوں پر باریک کر کے آگ پر پکا کر استعمال کرنا بے حد مفید ہے۔ اسی طرح اس کا بھپارہ بھی مفید ہے۔ تلوں کے تیل میں جلا کر لگانے سے بھی بہت اچھا اثر کرتی ہے۔

مقدار خوراک:۔ ۲ ماشہ سے ۴ ماشہ تک

افسنتین

تعارف:۔ فارسی میں شیہ اور انگریزی میں "ابدفی ہیسا میری ٹاٹما" کہتے ہیں۔ اس کے اندر ایک خاص

جوہر ہوتا ہے۔ جس کو سنٹونین" کہتے ہیں۔ اطبا۔ اس کا عصارہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ ایک بوٹی ہے جس کے تنہ سے بہت سے شاخیں نکل کر پھیل جاتی ہیں۔ ان میں شاخوں کی کثرت پتوں سے پر ہوتی ہیں اس کا پھول بانوے کے پھول کی مانند ہوتا ہے۔ اس کے عین درمیان میں ایک قسم کی زردی ہوتی ہے۔ اور یہ بالآخر چھوٹے چھوٹے گول دانے ہو جاتے ہیں جن میں باریک بیج بھرے ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش:۔ کوہ ہمالیہ پر چار ہزار فٹ کی بلندی سے بارہ ہزار فٹ کی بلندی سے پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کشمیر، بلوچستان چترال اور افغانستان میں یہ پودا کوہ ہمالیہ کی نسبت زیادہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ پتوں اور شاخوں پر ملائم سفید رواں ہوتا ہے۔

رنگت و ذائقہ:۔ پھول سفید زردی مائل ذائقہ نہایت تلخ اور اس بوٹی کی بو نہایت تیز اور نامرغوب ہوتی ہے۔

افعال و اثرات:۔ عضلاتی غدی یعنی عضلات میں تحریک جگر غدد میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل، کیمیاوی طور پر خون میں ترشی حار پیدا ہوتی ہے جس سے صفرا کی پیدائش شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس میں تیزی قائم ہو جاتی ہے۔

خواص:۔ مقوی معدہ و امعاء اور قلب و عضلات۔ مولد حرارت و خون سوزش اعصاب و دماغ، مدر بول اور مدر حیض دافع بخار، خصوصاً عفونتی بخار۔ قاتل کرم وغیرہ۔

افسنتین اپنے مزاج کے لحاظ سے ایک خاص قسم کی مقوی دوا ہے۔ اس کے اثرات و افعال بہت حد تک کچلہ سے ملتے جلتے ہیں۔

تقویت معدہ و امعاء اور قلب و عضلات کے لئے ایک دوا خصوصاً مزمن امراض میں ایک دعوے کی دوا ہے۔ اس کے استعمال سے رفتہ رفتہ تقویت اور حرارت جسم میں بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ بلغم خشک ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور ریاح کا اخراج ہونے لگتا ہے ساتھ ساتھ جگر و طحال اور گردوں و غدد میں تقویت و حرارت بڑھنے لگتی ہے دماغ اور اعصاب میں سوزش اور جلن ہوتی ہے۔ وہ دور ہو جاتی ہے اس دوا میں یہ خوبیاں شاید اس لئے ہیں کہ اس میں شدید قسم کی تلخی کے ساتھ انتہائی قبض پائی جاتی ہے۔ یہی دونوں خوبیاں کچلہ میں پائی جاتی ہیں۔ انہی افعال و اثرات کے تحت دائمی دردسر دل کے دردوں رعشہ فالج، لقوہ اور استرخا کے لئے بے حد مفید ہے اس کے مسلسل استعمال سے جب تقویت عضلات پیدا ہو جاتی ہے۔ تو بواسیر کے لئے بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس کا بھپارہ عصبی دردوں کے لئے مفید ہے۔

فرنگی طب میں افسنطین کے ٹنکچر ایکسٹریکٹ اور سپرٹ کی شکل میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے تجزیہ کے مطابق اس میں جوہری کافور اور رال کے خاص اجزا پائے جاتے ہیں۔ افسنطین کے یہ مرکبات مقوی معدہ دید رحیض اور پرانے بخاروں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں فرنگی طب میں اس کا ایک جوہر (الکائیڈ) تیار کیا گیا ہے جس کو سنٹونین (SANTONINE) کہتے ہیں اس دوا کو فرنگی ڈاکٹر رات کو کھلا کر صبح کو کسٹر آئل کا جلاب دے دیتے ہیں۔ اس سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ لیکن یہ اثر وقتی ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد پھر کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ سنٹونین میں زہریلے اثرات ہوتے ہیں اس

لئے اس سے دور رہنا ہی بہتر ہے اس کی جگہ افسنطین کے مسلسل استعمال سے کرم شکم نہ صرف مر جاتے ہیں بلکہ آئندہ کے لئے ان کی پیدائش ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہے۔ اور ساتھ ساتھ جسم میں طاقت اور خون پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے تقویت جسم اور مولد حرارت وخون کے لئے افسنطین ایک خاص دوا ہے۔ اس کے مرکبات شربت و عرق اور سفوف و حبوب کی شکل استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ مقدار خوراک ۲ ماشہ سے پانچ ماشہ تک۔

افیون

تعارف :- عربی میں لبن الخشخاش فارسی میں شیر کوکنار انگریزی میں اوپیم (Opium) کہتے ہیں۔ عام طور پر پوست کے نام سے مشہور بوٹی کا رس ہے۔

پوست (کوکنار) کا پودا پانچ فٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ ایک مشہور اور معروف پودا ہے۔ یہ پودا پاکستان کے تقریباً ہر حصے میں پایا جاتا ہے یہ خود رو نہیں ہے۔ بلکہ کاشت کیا جاتا ہے۔ اس پودے کو انگریزی میں پاپاورس اور وائٹ پپی کہتے ہیں۔ یہ پودا پہلے پہل ایشیائے کوچک میں پیدا ہوتا تھا۔ مگر اب دنیا کے اکثر حصوں میں ملتا ہے۔ خاص طور پر ہندوستان، ایران، یونان، چین اور مصر و یورپ میں بکثرت ہوتا ہے اس کے ثمر کو کوکنار، پوست، اور ڈوڈا کہتے ہیں۔ جو شکل میں بیضوی دو تین انچ قطر میں ہوتا ہے۔ اوپر کنگرہ دار ٹوپی نیچے گردن ہوتی ہے کوکنار کے اندر نارنگی کی طرح باریک دیواریں ہوتی ہیں۔ ان خانوں میں باریک اور سفید بیج ہوتے ہیں جن کو خشخاش کہتے ہیں۔ کوکنار میں تو شدید نشہ ہوتا ہے مگر دانوں میں برائے نام نشہ ہوتا ہے۔

اسی پھل (کوکنار) کو جب وہ خام حالت میں ہوتا ہے۔ تو اس میں شام کے وقت شگاف لگا دیتے ہیں جن سے دودھ کے رنگ کا رس نکلتا ہے جو دوسری صبح تک جم جاتا ہے۔ اس کو کھرچ کر اکٹھا کر لیتے ہیں پھر اس کو خشک کر لیتے ہیں یہی خام افیون ہے اور قابل استعمال ہے۔

رنگت و ذائقہ:۔ افیون عام سرخی مائل سیاہ، ڈوڈا سفید خاکستری مائل، پھول لال اور سفید رنگ، خوش نما ہوتے ہیں خشخاش کا رنگ سفید بھورا اور سیاہ ہوتا ہے۔ افیون کا ذائقہ تلخ کوکنار کا ذائقہ کسیلا اور خشخاش کا مزہ قدرے شیریں ہوتا ہے۔

افعال و اثرات:۔ عضلاتی اعصابی شدید زہر یعنی عضلات میں شدید تحریک، غدد میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل، کیمیاوی طور پر خون میں کھاری پن بڑھ جاتا ہے۔ اور جسم میں رطوبات اور بلغم میں زیادتی ہو جاتی ہے۔

مزاج:۔ چوتھے درجے میں سرد اور چوتھے درجے میں خشک۔

مقدار خوراک:۔ نصف چاول سے چار چاول تک۔

خاص افعال و اثرات:۔ ایک ہی قسم کے افعال و اثرات اور مزاج کی بہت سی ادویہ و اغذیہ اور اشیاء ہوتی ہیں مگر ہر ایک میں اپنی مخصوص شکل و رنگت اور بو و ذائقہ کی وجہ سے اپنی افعال اثرات اور مزاج میں بہت نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ فرق افعال و اثرات اور مزاج میں تو نہیں ہوتا۔ البتہ ان میں کمی بیشی اور تقویت میں پایا جاتا ہے بعض ادویہ اپنے افعال

واثرات میں اس قدر تیز اور شدید ہوتی ہیں کہ وہ فوراً تمام جسم میں سرایت کرکے خون میں پہنچ جاتی ہیں اوران کے افعال واثرات اس قدر جلد متاثر کرتے ہیں کہ انسان پر غیر معمولی اثر ہوتا ہے اور اکثر نتیجہ موت ہوتا ہے۔ ایسی ادویہ کو زہر کہتے ہیں۔ ایسی زہریلی ادویہ جماداتی و نباتاتی اور حیوانی وغیرہ ہر قسم کی ہوسکتی ہیں اور جو دوا اتنی ہی تیزی اور شدت سے زہر کے افعال واثرات کو باطل اور رفع کردے اس دوا کو تریاق کہتے ہیں۔

یہ حقیقت ذہن نشین کرلیں کہ جو مرکبات زہروں سے تیار کئے جاتے ہیں، ان کو اکسیر کہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر اکسیر ادویات کو بے پروائی سے استعمال کیا جائے۔ تو پھر اس کے زہریلے اثرات نقصان پیدا کردیتے ہیں۔ جیسے روزانہ زندگی میں فرنگی زہریلی ادویات نقصان دہ ثابت ہو رہی ہیں۔

خواص: مسکن ومخدر اور شدید منوم۔ مغلظ رطوبات قابض حابس الدم مانع اسقاط حمل۔ دافع سوزش قاطع صفراء، دافع خشونت ومسمن بدن۔ سوزش جگر وگردہ اور مثانہ مسکن اوجاع اور سوزش امعاء دافع حمیات مزمن۔

افیون ایک عمومی مسکن ومخدر اور شدید منوم ہے۔ ہر قسم کے دردوں اور سوزش اور ورم کی تکلیف میں استعمال کی جاتی ہے بلکہ شدید حالتوں میں یہاں تک کوشش کی جاتی ہے۔ کہ مریض کو نیند آجائے۔ اور جب بھی تکلیف کے ساتھ بیدار ہو تو اس کو افیون کھلا کر پھر سلا دیا جاتا ہے۔ یہ گناہ صرف عوام ہی نہیں کرتے بلکہ فرنگی ڈاکٹروں میں مارفیا کا بھی استعمال ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ طریقہ علاج نہ صرف غلط ہے بلکہ خطایانہ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے بلکہ علامات اور تحریک کے مطابق علاج کرنا چاہیئے۔ نہیں تو مریض ضائع ہو جائے گا۔ یا خراب ہو کر قابو سے باہر ہو جائے گا۔ جو معالج کے لئے باعث بدنامی ہے۔

یاد رکھیں کہ درد اور سوزش کا علاج تسکین و تحذیر (شدید تسکین) ہوتا ہے یا تحلیل سے ہو سکتا ہے اور یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ تسکین و تحذیر میں جسم خصوصاً مقام تکلیف میں رطوبات کا اضافہ ہو کر وہاں تسکین و تحذیر کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن تحلیل کی صورت میں وہاں پر بذات خود دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ جس سے وہاں پر تحلیل ہوتی ہے نتیجۃً تسکین و تحذیر اور ورم رطوبات و بلغم اور سردی و تغزیہ قلب سے پیدا ہوتے ہیں اور تحلیل و بیداری خشکی و گرمی اور صفرا افراط تمکب سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس قانون کے تحت ہی افیون تسکین و تحذیر اور تنویم پیدا کر کے درد و سوزش دور کرتی ہے۔

یدن اور اس کے اجزاء اور مرکبات سے جس میں رطوبات و بلغم کی پیدائش نہ صرف شدت سے بڑھ جاتی ہے بلکہ فوراً گاڑھی ہو کر جم جاتی ہے۔ اس کے اس عمل سے اس قدر تبرید پیدا ہو جاتی ہے کہ عضلات و اعصاب کے افعال میں تسکین و تحذیر اور تنویم و قبض شدید کا غلبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

افیون شدید قسم کی حابس الدم اور قاطع صفرا ہے۔ ہم کئی بار اپنی کتب و رسائل میں لکھ چکے ہیں۔ کہ جب جسم میں رطوبات و بلغم کی زیادتی ہوتی ہے۔ تو خون کا اخراج جسم سے بند ہو گا۔ اور جب کسی حصہ

جسم یا مخرج سے رطوبات کا اخراج بند ہوگا تو یقیناً وہاں سے خون کا اخراج ہوگا۔ اخراج اور بندشِ خون کا یہ قانون یاد رکھ لیں۔ افیون بندشِ خون کے لئے اکسیر ہے یہ حقیقی طور پر قابض اور حابس نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ عمل کثرتِ برودت اور یبوست سے ہوتا ہے۔

چونکہ افیون کے اثرات سے رطوبات کی زیادتی و خون کی بندش اور درد و سوزش میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے اسقاطِ حمل میں نہایت مفید ہے۔ اسی طرح زنانی حیض میں کمی تریاق کا حکم رکھتی ہے اسی اصول کے تحت بول الدم اور نکسیر میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے اور اسی طرح ناک، منہ اور پھیپھڑوں میں کسی جگہ سے خون آتا ہو تو فوری طور پر رک جاتا ہے۔ چونکہ مسکن گردہ جگر اور مثانہ ہے اس لئے ان کے درد و سوزش اور اورام میں یقینی دوا ہے۔

حمیات غدی پرانے بخار، جو غدی سوزش سے پیدا ہوتے ہیں۔ جس سے جسم میں ہلکا ہلکا بخار یا حرارت رہتی ہے۔ اس مقصد کے لئے افیون ایک تسلی بخش دوا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اس کے استعمال میں احتیاط ضروری ہے۔

کوکنار کوکنار (ڈوڈہ) میں افعال و اثرات افیون کے بالکل مطابق ہیں۔ لیکن اس سے بہت کم ہیں۔ البتہ اگر کوکنار کا ست تیار کر لیا جائے۔ تو وہ بہت حد تک افیون کے قائم مقام بن جاتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ حسب ضرورت کوکنار کو چار گنا پانی میں بھگو رکھیں۔ صبح آگ پر جوش دیں۔ جب پانی نصف رہ جائے تو اس کو محفوظ کر کے رکھ لیں پھر اسی کوکنار کو چار گنا پانی

میں بھگو رکھیں اور جرح حسب دستور بصفت پانی خشک کر لیں۔ اس طرح تین بار کریں۔ تینوں پانی اکٹھے کر کے آگ پر خشک کر لیں بس یہی ست کوکنار ہے۔

مقدار خوراک:۔ ایک چاول سے چار چاول تک مناسب بدرقہ کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں۔

خشخاش:۔ خشخاش کے اندر بھی افیون کے افعال و اثرات پائے جاتے ہیں۔ لیکن بے حد کم ہیں۔ اس کی زیادہ مقدار سے وہی اثرات و افعال رونما ہو جاتے ہیں۔ بہر حال مخدر اثرات ہیں اس میں شدت پیدا کرنے کے لئے اس کا خمیرہ بنا لیتے ہیں۔ جو معروف ہے۔

مقدار خوراک:۔ ایک ماشہ سے چھ ماشہ تک دے سکتے ہیں۔

استعمال:۔ طب میں افیون و کوکنار و خشخاش کے جس قدر مرکبات ہیں ان میں ان کے نقصان کو روکنے کی کوشش کی گئی ہے جو بہت حد تک کامیاب ہے لیکن بہتر ہے کہ اس کی تحریک کے مطابق ادویہ اور اغذیہ ہونی چاہئیں اور مقدار خوراک کم سے کم ہونی چاہیے۔ بے شک فائدہ کم ہو یا دیر میں ہو۔ مگر نقصان کسی صورت نہ ہونا چاہیے اور اس کا استعمال مسلسل بھی نہیں ہونا چاہیے تاکہ مریض عادی نہ ہو جائے۔ دو چار دن کے بعد روک دینا ضروری ہے۔

اقاقیا عربی میں اقاقیا۔ فارسی میں عصارہ ببول انگریزی میں ایکسٹرکٹ آف اکیشیا کہتے ہیں۔ ایک قسم کا عصارہ ہے جو درخت کیکر یا کیکر کی قسم کے درخت کی پھلیوں

پھولوں اور پتوں سے تیار کیا جاتا ہے اور پھر اس کو خشک کر لیا جاتا ہے۔
کہتے ہیں کہ مصر میں ایک خاردار درخت ہے جس کا نام شنط یا سبط مشہور ہے جس کے پھل کو قرظ کہتے ہیں۔ اس کا یا اس کے پتوں کا رُب تیار کر لیتے ہیں۔ اس کو اقاقیا کہتے ہیں۔ یہ درخت کیکر کی قسم کا ہوتا ہے۔ دونوں کے اثرات تقریباً ایک ہی جیسے ہوتے ہیں جو خشک شکل میں بازار میں فروخت ہوتا ہے۔

اقاقیا بنانے کا طریقہ:۔ پوست کیکر تازہ یا پانچ دس سیر لے کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنالیں یا باریک کونپلیں یا پھول یا پھلیاں لے لیں۔ کوٹ کر پانی میں بھگو دیں۔ ایک شب روز کے بعد آگ پر اس قدر پکائیں کہ پانی نصف رہ جائے۔ پھر چھان کر پانی خشک کریں۔ جب قوام شہد کی طرح غلیظ ہو جائے تو سانچوں میں بھر لیں بس تیار ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اقاقیا کو اہنی برتنوں میں تیار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ مٹی کے برتنوں میں تیار کرنا چاہیئے۔ سائنسی تحقیقات میں کیکر کی چھال میں ایسا جوہر ثابت کیا گیا ہے جو مازو کی طرح سخت قابض اور حابس ہوتا ہے۔ اس کو اقاقیا کا بدل مانا جاتا ہے۔

رنگت و ذائقہ:۔ اقاقیا سیاہ و سرخی مائل۔ پھلیاں زرد سفیدی مائل۔ پھول تیز زرد۔ ذائقہ بدمزہ تلخی مائل۔ گوند پھیکا سفید سرخی مائل درخت کیکر سیاہ سرخی مائل۔ ذائقہ پھیکا ہوتا ہے۔ مقام پیدائش مصر و عرب اور برصغیر پاک و ہند۔

افعال و اثرات:۔ عضلاتی اعصابی یعنی عضلاتی محرک غدد میں تسکین، اور اعصاب میں تحلیل۔ کیمیاوی طور پر خون میں کھار کو پیدا

کے ساتھ گاڑھا پن اور سوداویت کی پیدائش ہو جاتی ہے جاذب اور حابس رطوبات ہے۔

مزاج :۔ سرد خشک دوسرے درجہ میں۔

مقدار خوراک :۔ ایک ماشہ سے ڈیڑھ ماشہ تک

خواص :۔ جاذب رطوبات وحابس خون، مجفف، رادع، قابض، دافع سوزش و اورام قاطع حرارت اور صفرا ہے۔

فوائد :۔ رادع ادویات کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں کہ ان میں سردی اور شدید گماد کی وجہ سے رطوبت کا اخراج جاری رہتا ہے اور خشکی کی وجہ سے رطوبات جذب بھی ہوتی رہتی ہیں۔ یہ بھی انہی ادویہ میں سے ایک رادع دوا ہے۔ اس کے استعمال سے منہ کے دانے و زخم، آنکھوں کی سوزش سوزشی اور خونی اسہال بلکہ جسم کے ہر عضو کے خون کو اندرونی اور بیرونی طور پر روکتا ہے اور رطوبات کو جذب کرتا ہے۔ اسی طرح سوزش مثانہ اور سیلان میں بھی مفید ہے آنتوں کی رطوبات کو جذب کر کے اخراج مقعد کے لئے بے حد مفید ہے۔ اسی اصول پر عضو سوختہ کے لئے تسکین کا باعث ہے۔ اس میں جو سیاہی پائی جاتی ہے۔ وہ بالوں کو سیاہ کرنے کے لئے بھی استعمال کی جاتی ہے۔ ایسی دواؤں کے اثرات میں یہ خوبی ہے کہ ان سے رفتہ رفتہ پرانی اور نئی سوزش اور اورام ختم ہو جاتے ہیں۔ انگلیوں کے سروں پر جو ورم اور سوجن ہو جاتی ہے جس میں شدت سے درد ہوتا ہے۔ اس پر اس کا لیپ کرنا باعث تسکین اور دافع ورم ہے۔ اسی طرح جو مسوڑھوں پر اس کا لیپ ان کو مضبوط کرتا ہے۔ یاد رکھیں کہ پرانے اسہال کے لئے ایک یقینی دوا ہے۔

بے خطا قابض اور جاذب ہے اس لیے پرانے زخموں کے لیے بے حد مفید ہے۔

اگر تعارف:۔ عربی میں عود غرقی۔ فارسی میں عود سندھی سندھی میں اگر کاٹھی سنسکرت میں اگرو اور انگریزی میں اکیولیریا اگالوچا اور ایگل وڈ بھی کہتے ہیں۔

شناخت:۔ ایک لمبا چوڑا درخت ہوتا ہے جس کی شاخیں لمبی اور پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس کی چھوٹی شاخیں بہت ملائم ہوتی ہیں جیسے ریشم اس کی چھال پتلی مضبوط اور ہموار ہوتی ہے۔ اندر کی چھال جب صاف کی جاتی ہے۔ تو سفید چمڑہ کی طرح مضبوط ہوتی ہے اسی وجہ سے آسام کے قدیم فرمان روا اس پر کتابیں اور دستاویزات لکھا کرتے تھے۔ اس درخت کے پتے ساڑھے تین انچ تک لمبے اور چمک دار ہوتے ہیں اس کے پھل امرود جیسے نرم ہوتے ہیں جو دو انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ جو باہر کی طرف سے مخملی اور اندر کی طرف سے گھنے بالوں والے ہوتے ہیں یہ ایک پھولدار سدا بہار درخت ہے یہ لمبائی میں ساٹھ سے سو فٹ تک لمبا ہوتا ہے۔ اس درخت کی لکڑی سفید نرم اور ہموار ہوتی ہے جب تازہ کاٹی جاتی ہے تو اس میں سے خوشبو آتی ہے۔ پرانے درختوں کی اندرونی ساخت میں ایک سیاہ رنگ کی بے ڈھنگی سخت لکڑی ہوتی ہے جس میں سے شہد کی سی خوشبو آتی ہے اس لکڑی کے جلنے سے خوشبو آتی ہے ان میں سے بہتر وہ ہے جس میں کئی گرہیں ہوں اور پانی میں ڈوب جائے اسی کو عود غرقی کہتے ہیں۔

مقام پیدائش:۔ عود کا درخت ہمالیہ کے مشرقی علاقوں

میں خاص طور پر بھوٹان دآسام اور سلہٹ کی پہاڑیوں میں پایا جاتا ہے۔ سلہٹ کا عود بہترین خیال کیا جاتا ہے جو سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور ہلکے رنگ والی لکڑی سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ یہ سخت وزنی اور چکنا ہوتا ہے۔ آگ پر دیر تک قائم رہتا ہے۔ یہ نیلگوں اور سفیدی سے پاک ہوتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ:۔ درخت کی لکڑی سیاہ اور بعید بدمی پھل سیاہ اور پھول سفید درخت کے ہر حصہ میں خوشبو ذائقہ تلخ تیز۔

افعال و اثرات:۔ غدی اعصابی مقوی، غدی تحریک، عضلاتی تحلیل اور اعصاب میں تسکین کیمیاوی طور پر خون میں حرارت اور طبعی صفراء پیدا ہوتا ہے۔ جو ترشی اور تیزابیت کا تریاق ہے۔

مزاج:۔ دوسرے درجے میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک۔

خواص:۔ مقوی غدد جگر۔ مولد حرارت و صفراء حابس۔ ملطف تلخ مقیئیہ وہمی۔

فوائد:۔ چونکہ محرک غدد جگر اور مولد حرارت اور صفراء ہے۔ اس لئے اعضائے رئیسہ کے لئے مقوی ہے۔ اول یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ جب غدد جگر میں اعتدال کے ساتھ تحریک ہوتی ہے تو اعتدال کے ساتھ حرارت پیدا ہوتی ہے۔ جو باعث تقویت ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ جب کسی ایک مفرد عضو میں تقویت پیدا ہوتی ہے۔ تو اسی نسبت سے دیگر مفرد اعضاء میں بھی رفتہ رفتہ تقویت ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور خاص طور پر جو عضو تقویت میں جو حرارت پیدا ہوتی ہے۔ وہ دیگر مفرد اعضا کی نسبت بہت زیادہ تقویت

کا باعث ہوتی ہے۔ بلکہ دافع زہر و مقوی خون اور معاون جوانی ہوتی ہے بلکہ اعادہ شباب ہوتی ہے۔

اگر :۔ چونکہ ناطف اور ملینیہ ہے اس لئے لطیف ہونے سے جسم میں بہت جلد سرایت کرجاتا ہے۔ اور حرارت و لطافت اور ملطف ہونے کی وجہ سے بحد مقوی اعضائے رئیسہ ثابت ہوتا ہے تمام مفرد اعضاء میں تقویت کی وجہ سے معدہ و امعاء اور شش و مثانہ کو قوت دیتا ہے۔ اور اپنی اثرات کی وجہ سے وہ منفخ ہے۔ اور مجاری کے سدے کھولتا ہے اور جسم کی اندرونی اور بیرونی عفونت کو رفع کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا چبانا منہ کی بو کو دور کرکے خوشبو پیدا کر دیتا ہے اس کو منجن میں بھی شامل کر لیا جاتا ہے جس سے دانتوں اور مسوڑھوں کو تقویت پہنچتی ہے۔ ماسخورہ میں بھی مفید ہے۔ اپنی حرارت و تقویت اور لطافت کی وجہ سے پرانے نقرس، عرق النساء اور فالج میں ایک یقینی دوا ہے۔ چونکہ ہر مقوی شے کا رجوع القباض کی طرف ہوتا ہے اس لئے مزمن ضعف معدہ اور امعاء اور اعصاب میں تقویت ہوتا ہے۔

اگر کی لکڑی سے ایک قسم کا روغن بھی نکلتا ہے۔ اس کا استعمال بھی دوا کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اس کی لکڑی کی بو سے مکھی مچھر وغیرہ دور بھاگتے ہیں۔ لکڑی کا سفوف بدن پر ملنے سے جوئیں مرجاتی ہیں کمروں میں چھڑکنے سے جوئیں کھٹمل اور پسو وغیرہ دور ہو جاتے ہیں اس درخت میں سے گوند بھی نکلتی ہے جو خوشبودار ہوتی ہے۔ اس کے اندر بھی اسی قسم کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ البتہ اس میں تقویت اور

تفریح کی قوت زیادہ ہے۔ اس کو عام طور پر مفرح حارہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

جن امراض میں اگر زیادہ مفید ہے وہ ہیں۔ سوزش عضلات اور تومش کے امراض و علامات وغیرہ اس لئے سوزش معدہ و امعاء اور شش و مثانہ میں بے خطا علاج ہے۔ اس لئے شدید پیاس جی متلانہ پیچش، کھانسی اور احتلام میں اعتماد کی دوا ہے۔ انہی اثرات کے تحت رعشہ اور اعصابی بار دامراض میں مفید ہے۔ ان امراض میں اس کا مشہور و معروف مرکب جوارش عود استعمال کیا جاتا ہے جوارش کا تعلق جگر (غدد) کے ساتھ ہوتا ہے۔

ریاح کا اخراج اور روح میں لطافت ہمیشہ صالح صفرا اور حرارت سے پیدا ہوتی ہے۔ جس سے قلب میں فرحت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ایسی ادویات میں سے ایک دوا ہے۔

اسی طرح یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ عورت کے پیٹ میں بچے کی نشوونما اور تربیت کے لئے حرارت کی بہت ضرورت ہوتی ہے اس لئے عورت کا تعلق زیادہ تر غدی تحریک سے ہوتا ہے جو ادویہ رحم میں تقویت کا باعث ہوتی ہیں ان میں اگر کو خاص مقام حاصل ہے اس لئے یہ محافظ حمل اور حاملہ کے لئے مفید ترین دوا ہے۔ ایسی چند ادویہ کا ذہن میں رکھنا اچھے معالج کے لئے ضروری ہے۔

الائچی تعارف:۔ عربی میں قاقلہ، فارسی میں ہیل بوا، بنگالی میں ایلاچ اور انگریزی زبان میں کارے مم کہتے ہیں ایک درخت کے پھل ہیں۔ تقریباً ہر علاقہ میں مشہور و ملتی ہے جو دوا

کے علاوہ کثرت سے غذا اور پان میں استعمال کی جاتی ہے۔ بلکہ گرم مصالحہ کا ایک جزو قرار دے دیا گیا ہے۔

اقسام:۔ الائچی دو اقسام کی ہوتی ہے۔ ایک قسم چھوٹی الائچی کہلاتی ہے۔ جس کے اوپر کا پوست سفید سبزی مائل اور اس کے اندر سیاہی مائل چھوٹے چھوٹے تخم بھرے ہوتے ہیں۔ جن کا مزہ کسی قدر تلخ و تیز اور خوشبو مرغوب قسم کی ہوتی ہے۔

دوسری قسم بڑی الائچی کہلاتی ہے اس کا بیرونی پوست سرخ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ اس کے اندر کے تخم بھی سیاہی مائل ہوتے ہیں ان کا مزہ بھی کسی قدر تلخ و تیز اور خوشبو مرغوب ہوتی ہے۔

مقام پیدائش:۔ مالابار، مدراس، میسور، کورگ، ٹراونکور (جنوبی ہند) اور لنکا دارجلنگ اور جنوبی نیپال کے علاقے الائچی کی پیدائش کے لئے خاص طور پر مشہور ہیں۔

رنگت اور ذائقہ:۔ چھوٹی الائچی کے چھلکے کا رنگ سفید سبزی مائل اور تخم قدرے سیاہی مائل ہوتا ہے۔ ذائقہ تلخ و تیز اور ٹھنڈا خوشبودار ہوتا ہے۔ بڑی الائچی کے چھلکے کا رنگ سرخ سیاہی مائل ہوتا ہے ذائقہ تلخ و تیز اور کم خوشبو رکھتی ہے۔

افعال و اثرات:۔ چھوٹی الائچی اعصابی غدی یعنی اعصابی محرک غدی۔ محلل اور عضلاتی مسکن ہے۔ خون میں کیمیاوی طور پر کھاری پن کے ساتھ اس میں رقت اور لطافت پیدا کرتی ہے۔ بڑی الائچی اعصابی عضلاتی یعنی اعصابی محرک غدی محلل اور عضلاتی مسکن ہے۔ خون میں خصوصیت رقت اور لطافت پیدا کر دیتی ہے۔

مزاج :- چھوٹی الائچی تو تیسرے درجے میں اور گرم پہلے درجے میں پائی جاتی ہے۔ یونانی کتب میں چھوٹی الائچی کو گرم دوسرے درجے میں اور خشک بھی دوسرے درجے میں لکھا ہے اور بڑی الائچی کو گرم پہلے درجے میں اور خشک تیسرے درجے میں لکھا ہے۔ لیکن دونوں مزاج غلط ہیں کیونکہ ان کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

سمجھنا چاہیئے کہ جب دوائیں کھاری پن زیادہ ہو اور ترشی بالکل نہ ہو تو وہ ہمیشہ تر ہوتی ہے۔ جب تری زیادہ ہو تو گرمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل ہے کہ جس دوا کے کھانے سے جسم میں صفرا پیدا نہ ہو اور مواد میں کمی یا خشکی پیدا نہ ہو تو وہ کبھی بھی گرم و خشک تسلیم نہیں ہو سکتی۔ چھوٹی بڑی الائچی کو جس قدر دل چاہیئے کھا لیں مگر ان سے نہ صفرا پیدا ہوگا اور نہ ہی جسم گرم ہوگا۔ بلکہ جسم ٹھنڈا اور پانی پانی ہو جائے گا۔ بلکہ کافور کے سے اثرات وافعال ظاہر ہوتے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر یونانی کتب میں کافور کو بھی گرم اور بعض میں معتدل لکھا ہے اور بہت کم میں سرد لکھا گیا ہے۔ مزاج میں گرمی و سردی اور تری و خشکی کے ساتھ کھاری و ترشی اور نمکین ذائقوں میں یقینی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

مقدار خوراک :- چھوٹی الائچی نصف ماشہ سے ایک ماشہ تک اور بڑی الائچی ایک ماشہ سے تین ماشے تک۔

خواص :- مدر رطوبات، مرطب۔ ملطف۔ دافع ریاح ملین ہاضمہ۔ مفرح۔ دافع حرارت و بخار اور مقوی۔

غلط فہمی :- طب میں اکثر ادویہ کے خواص کے سمجھنے میں بہت

سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طب کی اصطلاحات کو صحیح طور پر ذہن نشین نہیں کرایا گیا۔ یہی غلط فہمی الائچی کے متعلق بھی ہے اس کو ہاضم و مفرح اور مقوی لکھا گیا ہے۔ مگر اس کے استعمال میں اکثر غلطیاں کی جاتی ہیں۔ اس لیے ہم نے اپنی اکثر کتب میں اصطلاحات کی تشریح لکھی ہے۔

ہاضم :۔ عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ کتب علم الادویہ میں جن ادویہ کو ہاضم لکھا ہے وہ ہر حیثیت سے بالخاصہ ہاضم ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ ہر دوا کا اپنا ایک مزاج ہے اور اس کے مخصوص افعال ہیں۔ وہ اپنے افعال و مزاج کے مطابق اعضاء اور خون پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً گرم امراض کے لیے سرد ادویہ اور تر کے لیے خشک ادویات ہی مفید ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح ہاضمہ کی خرابی کا تعلق جن اعضاء سے ہے ان کا درست کرنا صحیح علاج ہے۔ یہ نہیں ہے کہ کوئی ہاضم چورن جس میں بہت ادویہ نمک سے لے کر ترشی اور کھار تک جمع کر لیا گیا ہو استعمال کر لینے سے ہاضمہ درست ہو۔ ہاضمہ کا تعلق منہ سے مقعد کی نالی تک ہے اس میں معدہ و امعاء جگر و طحال اور لبلبہ وغیرہ شریک ہیں۔ ہاضمہ کی ادویات تجویز کرنے میں مزاج کے ساتھ ہر عضو کی رعایت ضروری ہے۔ پھر کبھی بھی کوئی نسخہ ناکام نہیں ہوتا۔

اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ فرنگی طب کی بے اصولی اور فرنگی ڈاکٹروں کے عطائیانہ علاج نے ہاضم اور مقوی معدہ ادویات کو بغیر مزاج اور اعضاء کو مدنظر رکھے دنیا بھر میں غلط ادویہ کا ایک سیلاب پھیلا دیا ہے جو بے حد مضر اور سرعت سے امراض اور موت کا باعث

بن رہا ہے ان میں ٹی بی اور ہارٹ فیلور کو خاص دخل ہے۔ صرف اتنا لکھ دینا کہ فلاں دوا ہاضم اور معدہ کے لئے مفید ہے کافی نہیں ہے کیونکہ ہر عضو میں اعصاب بھی ہیں۔ اور غدد و عضلات بھی ہیں۔ ان سب کے افعال جدا جدا ہیں۔ اس لئے ہاضم کی خرابی کی صورتیں بھی مختلف ہیں۔ جب تک ان کو مدنظر نہ رکھا جائے ہاضمہ درست نہیں ہو سکتا۔ فرنگی طب اس علم سے بالکل واقف نہیں ہے

مفرح اور مقوی:۔ جب طبی کتب میں مفرح ادویہ اور اغذیہ پر نظر پڑتی ہے جو مفرح قلب کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں تو یہ صحیح ہے کہ مفرح قلب کے لئے ہونی چاہئیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ طبی کتب میں اور اطباء کے معمول میں بھی مفرح قلب ادویہ کو مقوی قلب کی صورت میں دیئے جاتے ہیں۔ یعنی قلب کے فعل میں تیزی پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ ہر مفرح دوا اور غذا ہمیشہ مقوی دماغ اور اعصاب ہوتی ہے جس سے قلب کی حرارت سے دوران خون اور حدت کم ہو جاتی ہے۔ اعصاب پر تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ یا اعتدال پیدا ہو کر تقویت پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے کسی مفرح قلب شے کو مقوی قلب سمجھ کر استعمال نہیں کرنا چاہیئے یہی وجہ ہے۔ کہ بعض لوگ تقویت قلب کی خاطر زیادہ سے زیادہ مفرح قلب اشیاء استعمال کرتے ہیں لیکن اس سے فائدہ کی بجائے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

فوائد:۔ الائچی چونکہ محرک اعصاب اور مولد رطوبت ہے اس لئے اس کا ہاضم ہونا اعصابی تحریک اور کمی رطوبات کے تحت ہے اور جن مریضوں کے جسم میں رطوبات کی زیادتی ہوگی تو الائچی کے استعمال

سے ان کے ہاضمہ میں زیادہ خرابی ہو جائے گی۔ اسی طرح جن کے جسم میں رطوبات کی زیادتی ہوگی ان کو الائچی کے استعمال سے نہ کوئی فرحت معلوم ہوگی اور نہ ہی مسرت ہوگی بلکہ دل زیادہ سے زیادہ گھٹتا رہے گا۔ اور پریشانی بڑھ جائے گی۔ دوسرے معنوں میں جن کے جسم میں صفراویت کی زیادتی ہو ان کو الائچی مفید ہے لیکن جن کے جسم میں کھاری کی زیادتی ہو ان کو الائچی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے۔ انہی اثرات کے تحت یہ مفرح دل، ہاضم اور دافع خشونت و بدبو دہن ہے۔ اس کے منہ میں رکھنے ہی لعابی غدد فوراً رطوبت پیدا کرنا شروع کر دیتے ہیں درد شکم اور سوزش معدہ کے لئے بے حد مفید ہے۔ جگر اور گردوں کے ادرار کے لئے اکسیر ہے۔ اور دافع بخار ہے اس کو مقوی ادویات میں استعمال کرنا مفید نہیں ہے۔

السی

تعارف: عربی میں بزرالکتان، فارسی میں تخم کتان بنگالی میں تیسی سنسکرت میں یدگندھا اور انگریزی میں لینڈ کہتے ہیں ایک پودے کے تخم ہیں۔ جو ایک گز تک بلند ہوتا ہے اس کا تنا شاخیں اور پتے باریک ہوتے ہیں۔ پھل غلاف نخود کے برابر تخموں سے بھرا ہوتا ہے۔ یہ تخم چھوٹے چھوٹے چمکدار چپٹے بیضوی اور قدرے لمبے نوکدار ہوتے ہیں یہی تخم اور ان سے نکالا ہوا روغن دوا کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش:۔ پاک و ہند، مصر، روس، ہالینڈ اور انگلستان۔

رنگت اور ذائقہ:۔ تخم سرخ سیاہی مائل اور پھول لاجوردی روغن السی زردی مائل اور ذائقہ پھیکا۔

مقدار خوراک:۔ پانچ ماشے سے ایک تولہ تک۔

افعال و اثرات:۔ عضلاتی اعصابی یعنی عضلاتی محرک اعصابی محلل اور غدی مسکن کیمیاوی طور پر خون میں ترشی اور گاڑھا پن پیدا ہوتا ہے۔

مزاج:۔ خشک دوسرے درجے میں اور سرد پہلے درجے میں ہوتی ہے اور روغن خشک تیسرے درجے میں اور گرم پہلے درجے میں ہوتا ہے۔

خواص:۔ نفاخ، منضج بلغم، محلل اورام، مسکن اوجاع، مخرج بلغم، تقی مولد ریاح اور ملین ہے۔

فوائد:۔ محلل اورام، ملین اعضاء، منضج اخلاط اور مسکن اوجاع ہونے کی وجہ سے تقریباً تمام طبی کتب میں السی کو گرم تر اور بعض نے گرم خشک لکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ السی گرم ہے۔ اور نہ ہی تر ہے۔ تر لکھنے کی وجہ ایک یہ بھی ذہن میں آتی ہے۔ کہ چونکہ السی میں سے ایک قسم کا روغن بھی نکلتا ہے۔ اس کی تری کی وجہ سے اس کو تر لکھ دیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ بہت سے روغن سرد بھی ہیں اور خشک بھی ہیں جیسے کا ہو ایک قسم کا روغن ہے۔ وہ سرد بھی ہے اور خشک بھی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جو شے محلل و ملین اور منضج اور مسکن ہو اس کا گرم ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ افعال صرف خون اور دیگر اخلاط کے ہیں۔ کسی شے کے نہیں ہیں مثلاً۔ وادویہ اور اغذیہ کا کام یہ ہے کہ وہ خون اور دیگر اخلاط کو مختلف اعضاء کی طرف اکٹھا کر دیتی ہے۔ جن سے وہاں پر ان کے افعال و اثرات اور خواص ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یعنی جس مقام پر خون اکٹھا ہو جائے۔ وہاں پر محلل و منضج کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس مقام پر صفرا اکٹھا ہو جائے

وہاں پر سوزش اور اکال کی سی حالت قائم ہو جاتی ہے۔ جس مقام پر بلغم اکٹھی ہو جائے۔ وہاں ملین و مسکن کے اثرات و افعال میں گرم سرد کی کوئی قید نہیں بلکہ ہر مزاج میں یہ صورت ظاہر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہر مزاج کی اشیاء ادویہ اور اغذیہ مختلف اعضا پر اثر انداز ہوتی ہیں، اور اخلاط کو مختلف اعضا کی طرف تقسیم کر دیتی ہیں۔ اس تحقیق سے نہ صرف اخلاط کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ نظریہ مفرد اعضا کی تحقیق ہوئی ہے جس سے مفرد اعضا، اور انسجہ اور (ٹشوز) کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جو شے دوا اور غذا جس عضو پر اثر انداز ہوتی ہے۔ وہاں پر تحریک پیدا کر دیتی ہے۔ اس تحریک کے بعد کے عضو میں تحلیل ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد کے عضو میں تسکین ہوتی ہے۔ یہی صورت السی کی بھی ہے۔ یہ عضلات میں تحریک یعنی نفخ و ریاح اور خشکی کی حالت پیدا کر دیتی ہے جس سے وہاں پر خشکی اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اعصاب میں تحلیل ہو جاتی ہے یعنی وہاں پر محلل و منضج کی صورت قائم ہو جاتی ہے۔ یعنی وہاں پر خون اکٹھا ہو کر وہاں کی سوزش اور درد کو ختم کر دیتا ہے۔ اور وہاں کے مواد پختہ ہو کر اعتدال پر آجاتے ہیں اور جگر و گردوں اور غدد میں بلغم اکٹھا ہو جاتا ہے جس سے وہاں تحلیل اور گرمی کے اثرات دور ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح السی کے افعال و اثرات اور خواص ظاہر ہوتے ہیں۔ اس تحریک کی دیگر اشیا و ادویہ اور اغذیہ کے بھی یہی افعال و اثرات اور خواص ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ السی اور اسی تحریک کی دیگر ادویہ مثلاً نارجیل وغیرہ کے استعمال سے اعصابی سوزش و ورم اور پھوڑے پھنسیاں دور ہوتی ہیں۔

اگر عضلاتی و غدی صورتیں ہوں تو مفید نہیں ہے۔ بعض معالج السی کی پلٹس کو تیز کرنے کے لئے اس پر رائی کا سفوف چھڑک دیتے ہیں۔ رائی کی تحریک بھی عضلاتی ہے مگر اس میں کچھ حدت ہے اس لئے اس کی تحریک عضلاتی غدی بن جاتی ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ عضلاتی تحریک میں رطوبات اور بلغم خشک ہو جاتی ہے۔ اور مواد پختہ ہو کر باہر اخراج پاتا ہے اسی طرح بھی سرکہ میں ملا کر جسم پر لیپ کرتے ہیں۔ سرکہ کی بھی یہی تحریک ہے اس مرکب کے طلا کرنے سے چھائیں داد پھوڑے بغلیہ دور ہو جاتے ہیں۔

اندرونی طور پر بھی یہی اثرات و افعال اور خواص پائے جاتے ہیں۔ اس کے استعمال سے رطوبت اور بلغم خشک اور گاڑھا ہو کر باہر نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ بلغمی کھانسی۔ بلغمی دمہ اور گلے کی اعصابی سوزش میں بے حد مفید ہے۔ شہد میں اس کا جوشاندہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

روغن السی سے بہت زیادہ تیز ہے اور اثرات میں شدید ہے اکثر بیرونی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اعصابی جلدی امراض میں مفید ہے اسی مقصد کے لئے مرہموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ روغن السی اور چونے کے ہم وزن پانی میں مرہم تیار کر کے جلے ہوئے مقام پر لگانا بے حد مفید ہے فوراً درد و سوزش ختم ہو جاتی ہے اور زخم خشک ہو جاتے ہیں۔

امرود

ایک مشہور پھل ہے۔ شیریں، ترشی مائل لذیذ و خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اس کثرت سے استعمال ہوتا ہے کہ تقریباً ہر موسم میں مل جاتا ہے۔ عوام اس کے قتلوں پر نمک، مرچ اور لیموں چھڑک کر کھانا بہت پسند کرتے ہیں۔ چاٹ کا ایک جزو خیال کیا جاتا ہے۔

مقام پیدائش: پاکستان اور ہندوستان کا امرود اپنی لذت اور اپنے ذائقہ کی وجہ سے دنیا بھر میں بہت مشہور ہے۔

اقسام: امرود دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک سفید زردی مائل اور دوسرا سفید سرخی مائل اور کچا امرود سبز رنگ کا ہوتا ہے۔

لذت اور ذائقہ: پختہ زرد سفیدی مائل اور سفید سرخی مائل، خام سبز پختہ شیریں اور خوش ذائقہ۔ خام کسیلا اور پھیکا ہوتا ہے۔

مزاج: امرود زرد سفیدی مائل تر دوسرے درجے میں اور گرم پہلے درجے میں سفید سرخی مائل تر دوسرے درجے میں، سرد پہلے درجے میں اخام سرد خشک پہلے درجے میں ہوتا ہے۔

مقدار خوراک: نیم پاؤ سے نیم سیر تک کھا سکتے ہیں۔

افعال و اثرات: زرد سفیدی مائل اعصابی غدی یعنی اعصابی محرک غدی تحلیل اور عضلاتی تسکین ہے۔ خون میں کیمیاوی طور پر نمکیات پیدا ہوتا ہے۔ سفید سرخی مائل اعصابی عضلاتی یعنی اعصابی محرک غدی تحلیل اور عضلاتی تسکین ہے۔ کیمیاوی طور پر کھاری نمک کے ساتھ کچھ ترشی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ غذا سے دوائی ہے۔

خواص: مفرح، پختہ ملین خام قابض۔ ہاضم۔ مولد رطوبات و بلغم محرک و مقوی دماغ اور اعصاب۔

فوائد: کسی شے کی جتنی اقسام اور حالتیں ہوں اس کے خواص و فوائد اور افعال میں بھی ضرور فرق ہوتا ہے۔ یہی صورتیں امرود میں بھی پائی جاتی ہیں۔ زرد سفیدی مائل اعصابی غدی ہوتا ہے جس سے رطوبات اور بلغم کی پیدائش کے ساتھ ساتھ حرارت کی پیدائش کچھ نہ کچھ کم رہتی ہے

یا دوسرے لفظوں میں حرارت کی وجہ سے اعصاب میں تیزی ہوتی ہے۔ خفیف سرخی مائل اعصابی اضلاقی ہے جس سے رطوبات اور بلغم کی پیدائش میں اس قدر شدت ہوتی ہے کہ اس سے غلظت اور ترشی پیدا ہوجاتی ہے دوسرے لفظوں میں حرارت کی پیدائش ختم ہوجاتی ہے۔ جہاں تک خام امرود کا تعلق ہے وہ عضلاتی اعصابی ہے اس میں سردی و غلظت اور ترشی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ قابض ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں پختہ امرود ملین ہوتا ہے۔

ملین و ہاضم: کسی شے کا ہاضم و ملین ہونا اس شے کی اپنی خصوصیت نہیں ہوتی بلکہ اس کے اپنے اثر و افعال کی کسی مفرد اعضاء پر شدت ہوتی ہے کبھی اس شے کے افعال و اثرات میں شدت اور مقدار کی زیادتی ہوتی ہے۔ اور کبھی عضو میں کمزوری ہوتی ہے۔ اور یہ افعال و اثرات کبھی اعصاب پر ہوتا ہے اور کبھی عضلات و غدی پر ہوتا ہے جس مفرد عضو کے افعال و اثرات میں شدت و تیزی ہوگی اسی کے عمل سے ہاضم اور ملین کی صورت پیدا ہوگی یہ کبھی نہیں ہوگا کہ ہمیشہ ہر قسم کی اشیاء کسی ایک ہی مفرد عضو پر ایک جیسا عمل ہو کہ ہاضم اور ملین کی صورت پیدا ہوجائے اس لئے ہر مرض اور علامت کے لئے مختلف اقسام کے ہاضم و ملین اور مسہل اشیاء و اغذیہ اور ادویہ پائی جاتی ہیں۔

عمل کا فرق: ہر مفرد عضو کے افعال دو قسم کے ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر عضو میں دو کیفیات ہوتی ہیں یعنی اس کا مزاج گرم تر ہوگا یا گرم خشک اور سرد تر ہوگا یا سرد خشک یا اس طرح سمجھ لیں۔ کہ اس کا مطلق عمل مشینی ہوتا ہے اور دوسرا کیمیاوی ہوتا ہے۔ اس لئے

ادویہ وا غذیہ اور ادویہ میں بھی یہی تشنجی اور کچھاؤ کی علامات پائے جاتے ہیں۔

اعصاب میں بھی دو مزاج پائے جاتے ہیں کبھی ان میں گرمی تری ہوتی ہے۔ اور کبھی سردی تری۔ بلکہ یوں کہیں تری گرمی اور تری سردی۔ کیونکہ اعصاب کی فطرت میں رطوبات اور بلغم پیدا کرنا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس کی غذا میں بلغم کے اجزاء شریک ہوتے ہیں۔ جب اعصاب میں تری گرمی ہوتی ہے۔ تو رطوبات کی پیدائش ہوتی ہے اور اس کا اخراج بند ہوتا ہے۔ یعنی خون سے جدا ہو کر جسم میں اکٹھی ہوتی ہیں اور جب تری سردی ہوتی ہے۔ تو رطوبات کی پیدائش کے ساتھ ساتھ اس کا اخراج بھی جاری رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے غدد (جگر) میں گرمی خشکی ہوتی ہے تو صفراء کی پیدائش کے ساتھ اس کا اخراج بند ہوتا ہے اور اس کی گرمی تری کی صورت میں صفراء کی پیدائش کے ساتھ ساتھ اخراج بھی ہوتا ہے۔ یہی صورتیں عضلات (دل) کے مزاج میں بھی پائی جاتی ہیں۔

ایسی صورتیں مرض ہیضہ میں صاف نظر آتی ہیں۔ یعنی کبھی قے اور اسہال کے ساتھ رطوبات کا اخراج ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ جب نہیں ہوتا تو اس کو بند ہیضہ کہتے ہیں۔ جو بہت خطرناک ہوتا ہے جس میں جسم شل ہو کر موت واقع ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیں کہ اعصابی اغذیہ کے کثرت استعمال سے اکثر ہیضہ ہو جاتا ہے۔ ان میں امرود بھی شریک ہے اور اعصابی اغذیہ کے ساتھ پانی زیادہ پینے سے بھی ہیضہ کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے امرود کے بعد پانی پینا منع ہے۔ امرود مفرح پھل ہے۔ مگر مفرح کی صورت وہی ہے۔ جو ہم اوپر

کے خواص میں لکھ چکے ہیں۔ جن لوگوں میں رطوبت و بلغم کی کمی ہو ان کے لئے نعمت ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے مقوی دماغ اور اعصاب، ہے جگر اور گردوں کی سوزش کے لئے یقینی غذائی دوا ہے امرود شیریں بہت عمدہ ملین ہے۔ مگر نزلہ و زکام، کثرت بول اور دل کے ڈوبنے میں زیادتی کر دیتا ہے۔ ترشی کے ہمراہ اس کا استعمال نقصان کو کم کر دیتا ہے۔

املتاس

تعارف :۔ عربی میں خیار شنبر، فارسی میں خیار چنبر، بنگالی میں سونالو اور انگریزی میں کیشیا کہتے ہیں۔ املتاس ایک بلند درخت ہے جس کا تنہ زیادہ بڑا نہیں ہوتا چھوٹی شاخیں فٹ ڈیڑھ فٹ لمبی جن پر چار آٹھ جوڑوں تک پتے لگے ہوتے ہیں جو شکل میں جامن کے پتوں سے ملتے جلتے ہیں۔ یہ پتے ماہ پھاگن میں گر جاتے ہیں۔ اور چیت و بیساکھ میں نئے نکل آتے ہیں۔ ساتھ ہی پانچ پانچ پنکھڑی والے سنہری زرد پھولوں کا عموماً ہاتھ بھر لمبا خوشہ نکلتا ہے۔ کبھی کبھی یہ پھول خزاں کے موسم میں دوبارہ بھی نکل آتے ہیں۔ یہ پھول سنہری رنگ کے ہوتے ہیں۔ ان پھولوں کی بہار ایسی خوشنما ہوتی ہے کہ درخت دور سے نہایت خوبصورت زرپوش معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو سنسکرت میں ہیم پشپت سورنگ۔ سور ناننگ، سورن بھوشن، ارج درکھس کے خوشنما پھولوں کی بدولت ہی یہ نام رکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

ان پھولوں میں سے پہلے چھوٹی چھوٹی سبز رنگ کی پھلیاں نکلتی ہیں جو رفتہ رفتہ ڈیڑھ دو فٹ لمبی ہو جاتی ہیں پختہ ہو جانے پر ان پھلیوں کا رنگ بھورا سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہ پھلیاں ایک انچ قطر کی گول اور

اور دونوں طرف جوشمہ کے مقامات پوسیدہ ہے پہلو میں دو صاف لکیریں ہوتی ہیں اور اندر آڑے پہلو میں بہت سے خانے ہوتے ہیں۔ ہر ایک خانے میں صاف اور چپٹا بھنوری بھورے رنگ، کا سرخی مائل بیج مسور کا سا ہوتا ہے ان خانوں کی دیواروں کے اردگرد سرخی مائل سیاہ رنگ کا گودا چپٹا ہوتا ہے۔ لزوجت دار اور دوبتلی آوری یہی گودا اس میں سب سے کارآمد چیز ہے۔ اگرچہ اس کے پھولوں سے گلقند بھی بنائی جاتی ہے۔ اس کی چھال سے سرخ رنگ نکلتا ہے۔ جب پھلیاں پک جاتی ہیں تو اس کے اندر کے بیج پیسہ کے برابر ہو جاتے ہیں جس کا وزن اور حجم آج کل کی اٹھنی کے برابر ہوتا ہے۔ جو دراصل مغز الماس ہوتا ہے۔ مغز فلوس خیارشنبر کہلاتا ہے مغز گودا پھول کے علاوہ بیرونی چھلکا جو پوست الماس کہلاتا ہے دوا کے طور پر مستعمل ہے۔ پوست الماس کا چھلکا خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے۔ درخت کی لکڑی بھی بڑی سخت ہوتی ہے۔ جو رنگت میں سرخ ہوتی ہے۔ لیکن کاٹنے پر سیاہ ہو جاتی ہے اس کی نرم شاخیں ریشم کی طرح ملائم ہوتی ہیں اور پھول زرد رنگ کے بڑے بڑے اور خوشبودار ہوتے ہیں۔ جو گچھوں کی شکل میں لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔

مقام پیدائش:۔ پاک و ہند میں اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے۔ اکثر سرد مقامات پر پانی کے کنارے پایا جاتا ہے۔ میدانی علاقہ سے کر کوہ ہمالیہ میں تین ہزار فٹ کی بلندی تک پیدا ہوتا ہے۔ پنجاب اور یوپی میں بعض لوگ اپنے باغات میں خوبصورتی کے لئے لگا لیتے ہیں اگر اس کو تجارتی بنیادوں پر لگایا جائے تو بے حد مفید تجارت ہے۔

رنگت اور ذائقہ:۔ درخت کی لکڑی سیاہ سرخی مائل پھلیاں

بھی سیاہ سرخی مائل۔ اندرونی ٹکیاں اور گودا سیاہ پھول سنہری، ذائقہ گودا اور ٹکیاں شیریں بدمزہ اور بو ناگوار۔ مقدار خوراک پھلیاں ایک تولہ سے پانچ تولے تک، پھول وچھال اور شاخیں و پوست زیادہ مقدار میں بھی دے سکتے ہیں۔

مزاج :۔ گرم تر۔ اکثر نے اس کو اول درجے میں گرم تر اور بعض نے معتدل لکھا ہے۔ یاد رکھیں کہ اکثر گرم تر مزاج میں اختلاف رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ گرم پہلے درجے میں اور تر بھی پہلے درجے میں۔ لیکن گرمی کی نسبت تری زیادہ ہے۔

افعال و اثرات : اعصابی غدی ملین۔ یعنی اعصابی محرک۔ غدی محلل اور عضلاتی مسکن۔ کیمیاوی طور پر خون میں کھاری پن اور رقت پیدا ہوتی ہے۔

خواص :۔ مقی ومدر اور ملین۔ محلل کبد و گردے اور غدد مسکن قلب و دافع حرارت اور جوشش خون ہے۔ اس کے علاوہ مخرج صفرا بھی ہے فوائد :۔ گرم تر ادویہ اور اغذیہ و دیگر اشیاء سے جگر، گردے اور دیگر غدد و غشائے مخاطی کی سوزش و ورم اور درد میں مفید ہوتی ہیں لیے امراض و علامات جن کا تعلق ان غدد و غشائے مخاطی سے ہوتا ہے۔ ان میں املتاس یقینی دوا ہے۔ خاص طور پر ورم و سوزش اور درد اعضاء میں گلے سے لے کر امعاء اور مثانہ تک خصوصی دوا ہے۔ یرقان اور درد جگر جب کہ صفراء کا اخراج بند ہوتا ہے یہ یقینی دوا ہے۔ نقرس ایک مشکل مرض ہے اس کی صورت بھی یرقان اور درد جگر کی صورت ہی ہے۔ اس لیے اس میں بھی املتاس بے خطا دوا ہے۔ اس سے ایسے اسہال آتے ہیں جس

جس میں بلغم کے ساتھ صفراء بھی خارج ہوتا ہے۔ یہ ایسا لطیف ملین ہے جو حاملہ عورتوں کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ بعض اطباء نے اس کو مناسب ادویہ کے ساتھ ہر خلط کا مسہل لکھا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ خالص صفراء کا اخراج ہی ہوتا ہے۔

بعض اطباء نے اس کو وجع المفاصل کے لئے مفید لکھا ہے یہ غلط ہے کیونکہ وجع المفاصل اور نقرس دونوں مختلف امراض ہیں۔ اسی طرح بعض اطباء نے اس کو احتباس حیض کے لئے مفید لکھا ہے۔ یہ بھی غلط ہے بلکہ عسر حیض کے لئے مفید ہے۔ بعض نے اخراج جنین و اخراج مشیمہ اور ولادت کو آسان کرنے کے لئے مفید لکھا ہے لیکن یاد رکھیں کہ ادرار حیض کی صورت نہیں ہے۔ بلکہ عسر حیض کی صورت میں اخراج جنین و اخراج مشیمہ اور ولادت میں آسانی پیدا کی جا سکتی ہے۔ ان ہی مقاصد کے لئے اس کے پھولوں کی گلقند اور تمام پھلیوں کا مربہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اس کے پوست کے بھی یہی خواص ہیں۔ البتہ اس میں رطوبت کی کچھ کمی پائی جاتی ہے۔ اس لئے یہ اپنے اثرات میں کچھ تیز ہے۔ انہی مقاصد کے لئے بیرونی طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

املتاس کا رُب بھی تیار کیا جاتا ہے۔ اور رُب السوس کے نام سے بکتا ہے۔ یاد رکھیں۔ اصل السوس اس کا بہترین بدل ہے۔

املی

تعارف:۔ عربی اور فارسی میں تمر ہندی۔ بنگالی میں املی سندھی میں گدامڑھی اور انگریزی میں ٹمے رندس انڈیکا کہتے ہیں۔ املی کا درخت بہت بڑا اور سدا بہار ہوتا ہے۔ اس کا چھلکا سیاہ اور کھردرا ہوتا ہے۔ پتیاں املتاس کی پتیوں کی طرح گھنی پہ آمنے سامنے

لگتی ہیں۔ اور ایک ڈنڈی پر دس سے پندرہ جوڑے تک ان پتیوں کے لگتے ہیں۔ اس کے پھول گرمیوں کے موسم میں نکلتے ہیں۔ اس کی پھلیاں تین سے چھ انچ تک لمبی ابتداء میں کیکر کی پھلیوں کے مشابہ ہوتی ہیں پکنے کے بعد بادامی رنگ کی ہوجاتی ہیں۔ پھلی کا چھلکا پتلا اور سخت ہوتا ہے ہر پھلی کے اندر چار سے بارہ تک بیج ہوتے ہیں۔ ان بیجوں کے چاروں طرف ترش اور رس دار گودا ہوتا ہے۔ یہی گودا زیادہ تر ادویات میں مستعمل ہوتا ہے اس کے علاوہ اس کے تخم بھی ادویہ میں استعمال ہوتے ہیں۔ املی دوا، اور غذا میں کثرت سے استعمال کی جاتی ہے۔ اکثر شربتوں اور لیمن وغیرہ کی بوتلوں میں اس کا ست استعمال ہوتا ہے جس کو ٹاٹرک ایسڈ کہتے ہیں۔ اس کے تخم میں قلیل مقدار میں ایک روغن بھی پایا جاتا ہے۔

مقام پیدائش:۔ سلیمان بن حسان نے کہا ہے کہ املی یمن، ہندوستان اور سوڈان میں پیدا ہوتی ہے۔ بصرہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ پاکستان میں بھی کہیں کہیں پائی جاتی ہے لیکن پنجاب کی آب و ہوا اس کے لئے موافق نہیں ہے۔

رنگت اور ذائقہ:۔ رنگت سرخ سیاہی مائل اور خام حالت میں سبز ہوتی ہے۔ اس کے تخم بھی سرخ سیاہی مائل ہوتے ہیں۔ ذائقہ ترش ہوتا ہے۔

مزاج:۔ سرد درجہ اول، خشک درجہ دوم میں ہوتا ہے۔

مقدار خوراک:۔ ۲ تولہ سے پانچ تولہ تک۔

افعال و اثرات:۔ عضلاتی اعصابی یعنی عضلاتی محرک، اعصابی محلل اور غدی مسکن۔ خون میں کیمیاوی طور پر ترشی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اخلاط میں طبعی اور خالص سودا کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ تخم املی کے بھی یہی اثرات

ہیں۔ ترشی نہ ہونے سے اثر نہیں ختم ہے۔

خواص :۔ مولد سودا، دافع قے۔ مسہل بلغم۔ مقوی قلب اور معدہ و امعاء، مغلظ بلغم، مقوی غواب دافع بخار بلغمی اور دافع پیاس ہے۔

فوائد :۔ ترشی جسم و خون کا ایک اہم اور موثر جزو ہے۔ بلکہ زندگی اور کائنات کا ایک لازمی عنصر ہے۔ گویا اس کے بغیر نہ صرف جسم و خون بلکہ زندگی اور کائنات نامکمل ہیں۔ سمجھنا چاہیے کہ اس کائنات اور زندگی میں جس قدر بھی اشیا ہیں چاہے وہ مادہ کی شکل میں غذا دوا اور زہر ہوں یا محلول اور ہوا کی صورت میں پائی جائیں وہ سب تین حالتوں تین ذائقوں اور تین رنگوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ تین حالتیں۔ (۱) کھار (۲) ترشی (۳) نمک ہے۔ نمک بھی دراصل کھار اور ترشی کا مرکب ہے۔ اور ترشی بھی کھار میں خمیر کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ کھار کا رنگ سفید آسمانی ترشی کا رنگ سرخ اور نمک کا رنگ زرد تحقیق کیا گیا ہے۔ یعنی جب خون میں کھاری پن زیادہ ہو تو قارورہ سفیدی مائل ہوتا ہے۔ جب ترشی زیادہ ہو تو سرخ ہوتا ہے اور جب خون میں نمک کے اثرات زیادہ ہوں تو قارورہ کا رنگ زرد ہوتا ہے۔

ترشی دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول خشک، جیسے املی انار ترش اور بہر کہ وغیرہ جن کو ہم عضلاتی اعصابی کہتے ہیں۔ دوم مزاج گرم خشک جیسے کوئی اچار۔ انگور اور تیزاب گندھک وغیرہ جن کو ہم عضلاتی غدی کہتے ہیں ترشی کے موثر جزو کو ماڈرن میڈیکل سائنس میں وٹامن سی کہتے ہیں۔ لیکن ہم نے اس کے جن دو اقسام کی تحقیق کی ہے۔ وہ اس تحقیقات اور ان کے افعال و اثرات کے فرق سے بے خبر ہے۔

جاننا چاہیے کہ ترشی کے افعال و اثرات میں بڑی بڑی غلط فہمیاں ہیں۔ ہر طبی کتب نے یہ غلطیاں کی ہیں اور یہاں تک کہ جناب حکیم کبیر الدین نے علم الادویہ نفیسی کے ترجمہ میں بھی یہ غلطی کی ہے کہ املی مسہل صفرا ہے جو کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ جب طب کا یہ قانون ہے کہ ترشی کا مزاج سرد خشک ہے اور سرد خشک اشیاء سودا پیدا کرتی ہیں۔ اور سودا کبھی بھی صفراء کا مسہل نہیں ہو سکتا۔ بلغم کا مسہل تو ہو سکتا ہے کیونکہ بلغم غلیظ ہو کر ہی سودا بنتا ہے اگر ہم ترشی کا مزاج گرم خشک بھی قرار دے دیں جیسا کہ ہم نے تحقیق کیا ہے تو بھی گرم خشک مزاج مولد صفرا ہوتا ہے۔ مسہل صفرا نہیں بن سکتا۔ اس لئے اس غلط فہمی کو ضرور مدنظر رکھیں جو صدیوں سے طبی کتب میں چلی آتی ہے۔ اس لئے املی مولد سودا مغلظ بلغم اور مسہل بلغم ہے۔

دوسری غلط فہمی املی کے متعلق یہ ہے کہ اس کو مفرح تسلیم کیا گیا ہے کیفیت مفرح کے متعلق ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ جب تک کوئی دوا یا غذا دل اور عضلات میں تسکین پیدا نہ کرے اس وقت تک وہ مفرح نہیں بن سکتی۔ املی محرک عضلات اور قلب ہے اور ترشی کے مسلسل استعمال سے قلب اور عضلات میں سوزش پیدا ہو کر گھبراہٹ اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے املی کو مفرح کہنا غلط ہے۔ البتہ لذیذ کہا جا سکتا ہے۔

تیسری غلط فہمی یہ ہے۔ کہ اس کو صفراوی بخاروں کے لئے مفید لکھا گیا ہے۔ جب یہ سودا کی پیدائش بڑھاتی ہے۔ اور بلغم کا اخراج اور اس کو غلیظ کرتی ہے تو صفراوی بخاروں کے لئے کیسے مفید ہو سکتی ہے۔ البتہ بلغمی بخاروں کے لئے ضرور مفید ثابت ہوتی ہے۔

چوتھی غلط فہمی یہ ہے کہ املی پیاس کو تسکین دیتی ہے یہ اس لئے

کہ اس کو قاطع صفراء تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہم لکھ چکے ہیں کہ املی کا قاطع اور مخرج صفرا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جہاں تک پیاس کا تعلق ہے وہ بھی کبھی صفرا سے نہیں ہوتی بلکہ بلغم کی تیزی (اعصابی عضلاتی) اسے لگتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں جب جسم میں کھاری پن بڑھ جاتا ہے۔ تو پیاس میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برف کے استعمال سے پیاس بڑھ جاتی ہے۔ اس کا علاج سوزش اعصاب کو ختم کرنا ہے۔ جو ترشی، طبعی سوداء سے ختم ہو جاتی ہے۔ جس کو ہم عضلاتی اعصابی کہتے ہیں جو ترشی اور املی کا مزاج ہے۔ اس سے دوران خون اعصاب و دماغ میں تیز ہو جاتا ہے۔ جہاں پہ تحلیل ہو کر سوزش اعصاب ختم ہو جاتی ہے اور پیاس بجھ جاتی ہے۔ یہی پیاس کا راز اور علاج ہے۔ عضلاتی محرک ہونے کی وجہ سے یقینی طور پر مقوی قلب و مقوی معدہ اور مخرج لزوجیت اور بلغم ہے۔

اسی طرح یہ امر بھی ذہن نشین کر لیں کہ قے بھی جسم میں کھاری اثرات بڑھ جانے کی وجہ سے آتی ہے۔ اس کا باعث بھی بلغم کا بڑھ جانا ہے جس کو ہم اعصابی اعضلاتی تحریک کہتے ہیں۔ اس کا علاج بھی ترشی کے استعمال سے کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے املی قے میں مفید ہے۔

تخم املی کے افعال و اثرات اور مزاج بھی وہی ہے جو املی کے ہیں یعنی عضلاتی اعصابی۔ لیکن ترشی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے فوائد میں بہت کمزور ہے۔ البتہ سوختہ کرنے سے ان میں کچھ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کو زیادہ تر جسم میں قبض اور علس کے لئے استعمال کرتے ہیں ان میں غذائیت بھی پائی جاتی ہے۔

آم

تعارف :۔ عربی میں انبج ۔ فارسی میں آنبہ ۔ انگریزی میں مینگو کہتے ہیں ۔ ایک مشہور اور عام پھل ہے جو پاک و ہند میں کثرت سے پایا جاتا ہے ۔ اس کے درخت کو باغوں کی صورت میں لگایا جاتا ہے ۔ اس کے درخت کو باغوں کی صورت میں لگایا جاتا ہے ۔ اس کے باغ بہت طویل و عریض ہوتے ہیں ۔

دراصل آم نہ صرف من بھاتا پھل ہے ۔ بلکہ ملک کی بہت بڑی دولت ہے ۔ اور آم اور ان کے مرکبات دیگر ممالک کو بھی بھیجے جاتے ہیں آم کی دو بڑی اقسام ہیں (۱) دیسی (۲) قلمی پھر ان کی بے شمار اقسام ہیں ۔ قلمی بہت پسند کیا جاتا ہے ۔ قلمی میں ذیل کی قسمیں پائی جاتی ہیں لنگڑا ، دوسہری ، سفیدہ ، انور رٹول اور سہارن پوری وغیرہ یہ سب بے حد شیریں اور لذیذ ہوتے ہیں ۔

آم موسم گرما کا امرت پھل ہے ۔ اس کا شیریں رس واقعی آب حیات ہے ۔ اپنی طاقت اور غذائی اجزاء کی وجہ سے یقیناً تمام پھلوں کا بادشاہ ہے ۔ لیکن اپنے علاقے میں اس کثرت سے پیدا ہوتا ہے کہ غریب سے غریب بھی پیٹ بھر کر کھاتا ہے ۔ بلکہ بعض مقامات پر خودرو بھی پیدا ہو جاتا ہے ۔ ایسے آم کو رانی آم کہتے ہیں ۔ اس کا ذائقہ دل پسند ہوتا ہے ۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ہر ذائقہ کا آم مل جاتا ہے ۔ تیز میٹھا ، معتدل میٹھا ، ہلکا ، میٹھا تیز میٹھا ساتھ ہلکی ترشی کھٹ مٹھا ۔ انتہائی ترش اور ان سب کے بین بین بھی ذائقے مل جاتے ہیں ۔ عام طور پر پختہ پھل میٹھا اور خام ترش ہوتا ہے ۔

درخت آم :۔ آم کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے اور سدا بہار درخت

ہے۔ تمام سال سرسبز رہتا ہے۔ اس کے پھل کے علاوہ اس درخت کے تمام اجزا ادویہ میں مستعمل ہیں۔ آم کی چھال، پتے، پھول، گٹھلی اور گوند وغیرہ سب اپنی اپنی جگہ مفید ہیں۔

رنگت اور ذائقہ:۔ پختہ زرد سفیدی یا سرخی مائل شیریں یا شیریں ترشی مائل۔ بعض سبز لیکن اندر سے زرد سفیدی یا سرخی مائل خام سبز رنگ اور ترش تیزی لئے ہوئے پھول، گوند اور گٹھلی سفیدی مائل۔ چھال بھوری سیاہی مائل اور پتے سبز ہوتے ہیں۔

مزاج:۔ پختہ آم شیریں گرم دتر دوسرے درجے میں، خام آم ترش گرم اور گٹھلی سرد خشک ہوتی ہے۔

مقدار خوراک:۔ بقدر ضرورت پیٹ بھر لیں۔ باقی اجزا ماشہ سے ایک تولہ تک۔

افعال و اثرات:۔ پختہ شیریں آم غدی اعصابی مقوی یعنی غدی محرک۔ عضلاتی محلل اور اعصابی مسکن خام ترش آم عضلاتی غدی پھول گوند اور پتے اور چھال اعصابی غدی اور گٹھلی عضلاتی اعصابی کیمیاوی طور پر خون میں حرارت کی پیدائش بڑھ جاتی ہے اور خون میں رقت پیدا ہو جاتی ہے۔

خواص:۔ مقوی گردے، جگر اور غدد۔ مولد حرارت و رطوبات مسمن بدن۔ ہاضم، ملین، مقوی باہ، خام مقوی معدہ و قلب اور مسکن اعصاب تمام طبی کتب میں خام و ترش آم کا مزاج سرد خشک لکھا ہے۔ لیکن ہم نے اس کا مزاج گرم خشک (عضلاتی غدی) لکھا ہے۔ ہم نے املی کے خواص میں لکھا تھا۔ کہ ترشی دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) سرد تر ترشی جیسے املی

کی ترشی ہوتی ہے۔ (۲) گرم ترشی جیسے اچار اور کشمش کی ترشی وغیرہ
آم کی ترشی بھی گرم ترشی ہوتی ہے۔ دلیل یہ ہے۔ کہ ہر گرم شئے کی ترشی بھی
اپنے اندر حرارت رکھتی ہے۔ اگر اس میں حرارت نہ ہو تو اس شئے میں
حرارت پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہی صورت ایسے میٹھے آم کی بھی ہے۔ جس میں
ترشی بھی پائی جاتی ہے۔ یقیناً اس کا مزاج گرم خشک (غدی عضلاتی)
ہوتا ہے۔ ایسے آم کھانے سے خون کی بجائے جسم میں صفرا، پیدا ہوتا ہے
ہر پختہ آم کو گرم تر خیال کر لینا صحیح نہیں ہے۔
بعض کتب نے خام و ترش آم کو لوچُکے ضرر کو دور کرنے کے لئے
نہایت مفید لکھا ہے۔ واقعی مفید ہے۔ جس کے دو طریقے بیان کئے ہیں
(۱) خام آم کو چھیل کر قاشیں بنا کر پانی میں بھگو دیں۔ جب پانی میں
ترشی پیدا ہو جائے۔ تو اس کو میٹھا کر کے پلائیں (۲) خام آم کو گرم خاکستر
میں دبا دیں۔ جب وہ پختہ ہو کر نرم ہو جائے تو اس کو نچوڑ کر میٹھا ملا کر
لو زدہ مریض کو پلائیں۔ بہت جلد آرام آ جاتا ہے یعنی جب دھوپ
میں گرمی کی شدت سے غش آ جائے جسے انگریزی میں سن سٹروک کہتے
ہیں، اس کے لئے بہت مفید ہے۔
غلط فہمی :۔ خام آم کا رس جس کو گرم خاکستر میں پختہ کر کے نکالا گیا ہو
ضرب شمسی (سن سٹروک) کے لئے یقیناً مفید ہے۔ لیکن اس مقصد کے
لئے ضروری نہیں ہے کہ آم کی ترشی ہی ہو۔ کوئی بھی گرم ترشی ہو یقیناً مفید
ہے۔ جیسے منقیٰ کو پانی میں پیس کر گرم کریں۔ پھر تازہ کر کے پلا دیں آم
کی تخصیص اس لئے ہے۔ کہ لو سخت گرم موسم میں لگتی ہے اور اس موسم
میں آموں کی کثرت ہوتی ہے۔ آسانی سے مل جاتے ہیں اور ان کا رس

بھی نکل آتا ہے۔ بہرحال گرم ترشی کے خواص ہیں سے ایک تحقیقات لکھ دی ہے۔ تاکہ ضرورت کے وقت اس سے کام لیا جاسکے اور اس کے اثرات وافعال کا پورا علم ہو جائے۔ یاد رکھیں کہ سرد ترشی مسکن جگر و غدد ہے۔ مگر گرم ترشی کا اثر ان میں حرارت پیدا کر دیتا ہے۔

پختہ شیریں آم میں کافی مقدار گندھک اور مٹھاس کی ہوتی ہے جس سے خون میں کافی مقدار حرارت کی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا اخراج گردوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ اگر زیادہ آم کھا لیئے جائیں تو بعض اوقات پیشاب میں جلن پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ دودھ کی لسی پی لی جائے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جب بھی آم کھائے جائیں تو لسی ضرور پی جائے۔ جب تک پیشاب میں جلن نہ ہو لسی ہرگز نہ استعمال کریں۔ اس طرح آم سے جو غذائیت اور طاقت پیدا ہوتی ہے وہ ضائع ہو جاتی ہے آم کھا کر چائے بھی پی جا سکتی ہے جس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے۔

آم کے پھول و پتے اور گوند و چھال وغیرہ گلے سے لے کر آنتوں کے غدد کی سوزش تک میں مفید ہیں جو شاندہ اور سفوف وغیرہ کی صورت میں دے سکتے ہیں۔ زحیر اور ورم امعاء کے لئے تسلی بخش دوا ہے۔

آم چونکہ موسم گرما کا پھل ہے۔ اس کا دوسرے موسم میں ملنا بے حد مشکل ہے۔ اس لئے اطباء نے اس کے چند مرکبات تیار کر لئے ہیں جو بوقت ضرورت کام دیتے ہیں۔ امرس وانچور اور اچار و مربہ وغیرہ اور آجکل آم کی میٹھی چٹنی، مینگو سکواش وغیرہ روزانہ کے استعمال کی چیزیں ہیں۔ جو ہر موسم میں مل جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ آم کی گٹھلی ہر موسم میں مل سکتی ہے۔ اس کو آگ میں جلا کر اس کی گری نکال کر سفوف بنا

لیں۔ مقوی معدہ و امعاء اور ان کی کمزوری سے جو اسہال آتے ہیں ان کے لئے بے حد مفید ہے۔

انار تعارف :۔ عربی میں رمان، فارسی میں انار، سندھی میں دار ڑھو بنگالی میں واڑم یا ڈالم اور انگریزی میں پومی گرینیٹ کہتے ہیں۔ ایک مشہور پھل ہے۔ اس کا پودا پانچ چھ فٹ تک بلند ہوتا ہے اس کی ٹہنیاں اس قدر نازک ہوتی ہیں کہ وہ اس کے پھل کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتیں اور اکثر ٹوٹ جاتی ہیں یا جھک جاتی ہیں۔ اکثر باغات میں لگایا جاتا ہے۔ ضروری پھلوں میں شمار ہوتا ہے۔

ذائقہ کے لحاظ سے یہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ شیریں ترش اور کھٹ مٹھا تینوں استعمال ہوتے ہیں اور دوا کے طور پر ان کے علاوہ انار کا چھلکا انار دانہ گل انار اور انار کی چھال بھی استعمال ہوتی ہے۔ دوا کے طور پر تازہ انار اور اس کے رس کے علاوہ شربت انار اور رُب انار بھی استعمال کیا جاتا ہے وزن کے لحاظ سے نصف پاؤ سے نصف سیر تک ہوتا ہے۔

مقام پیدائش :۔ انار گرم موسم کا پھل ہے۔ اور گرم علاقے میں پیدا ہوتا ہے۔ پاک و ہند میں اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے۔ دیگر گرم علاقوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ بلکہ ایک عالمی پھل ہے قرآن حکیم میں انار کا ذکر ہے۔

رنگت اور ذائقہ :۔ انار کا چھلکا بھورا زردی مائل۔ گل انار سرخ تازہ دانے سفید۔ گلابی اور سرخ شوخ ہوتے ہیں۔ ذائقہ چھلکا، چھال، اور گل انار پھیکا کھچی مائل۔ تازہ دانے شیریں۔ ترش اور کھٹ میٹھے۔ تینوں ذائقوں میں پایا جاتا ہے۔ اور جن دانوں میں رس بھرا ہو اور دانے نرم ہوں وہ بہترین انار کہلاتا ہے۔

مزاج:- انار شیریں تر دوسرے درجے ہیں۔ اور گرم پہلے درجہ میں انار ترش سرد دوسرے درجے میں تر اور پہلے درجہ میں خشک ہوتا ہے۔

مقدار خوراک:- آب انار نصف پاؤ سے نصف سیر تک چھلکا و چھال اور گل انار ۲ ماشہ سے ایک تولہ تک۔

افعال و اثرات:- انار شیریں اعصابی غدی مقوی یعنی اعصابی محرک، غدی محلل اور عضلاتی مسکن اسی طرح انار ترش عضلاتی اعصابی۔ کھٹ میٹھا اعصابی ہیں۔ کیمیاوی طور پر خون میں کھاری پن پیدا ہوتا ہے اور اخلاط میں طبعی اور خالص بلغم کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔

خواص:- انار شیریں مفرح قلب، مقوی اعصاب۔ دافع سوزش جگر و گردے مدر بول اور مخرج صفرا، تپدش خون بواسیر بول بالدم، قے الدم، نکسیر وغیرہ خونی سے دافع حیات غدد خصوصاً تپ دق میں بے حد مفید ہے۔ انار ترش مقوی معدہ و امعاء اور قلب دافع سوزش جگر اور گردے مدر بول۔ چھال و چھلکا اور گل انار مقوی معدہ و امعاء دافع کرم امعاء اور اسہال مزمن وغیرہ اچھی قابض مقوی دوا ہیں۔

فوائد:- قرآن حکیم میں انار کو جنت کا پھل کہا گیا ہے اگرچہ اس انار کو جنت کے انار سے کوئی مناسبت نہیں ہے تاہم ایک مشابہت ضرور ہے قرآن حکیم نے جن اشیاء کو بیان کیا ہے ان کے خواص و فوائد اور افعال و اثرات کا ضرور پتہ چلتا ہے۔

سورہ رحمٰن میں انار کے متعلق اس طرح ذکر ہے۔ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ اس آیت کریمہ میں انار کو پھل لکھا ہے پہلے نخل کا ذکر ہے۔ بعد میں رمان کا ذکر ہے اگر ہم غور کریں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نخل

کا موسم آتا ہے اور پھر رمان کا موسم آتا ہے۔ اسی طرح اگر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر نخل کے کثرت استعمال سے جو خراب اور تکلیف دہ علامات جسم انسان میں پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی سوزش بول زنجیر خونی گھبراہٹ قلب وغیرہ اگر ان علامات کے لئے رمان کو استعمال کیا جائے۔ تو ان علامات کے لئے رمان کو استعمال کیا جائے۔ تو ان کو یقینی آرام کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ گویا نخل اور رمان کو پہلے اور بعد میں استعمال کر کے دونوں کے خواص و فوائد کو بیان کر دیا ہے پھر دونوں کو نعمت کہا ہے۔ ویسے بھی اس دنیا میں ہر شے نعمت ہے اور ساتھ ہی انس و جن دونوں کو تاکیداً کہا ہے کہ فبای الاء ربکما تکذبن یعنی تم دونوں اللہ تعالے کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے)

ان خواص و فوائد سے زیادہ بہتر انار کے افعال و اثرات کیا ہو سکتے ہیں۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین کر لیں کہ انار کے تمام اجزاء اپنے افعال و اثرات میں بہت حد تک ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ البتہ بنیادی، تحریکات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

انجبار

تعارف:۔ ایک درخت کی جڑیں ہوتی ہیں جو ملک شام میں ہوتا ہے۔ یہ درخت تقریباً قد آدم ہوتا ہے۔ شاخیں باریک ہوتی ہیں۔ جڑیں کھردری اور بے ڈھنگی ہوتی ہیں۔ جب اس کے پھول گر جاتے ہیں تو اس پر چھوٹے چھوٹے غلافت نمودار ہوتے ہیں جن میں باریک تخم بھرے ہوتے ہیں۔ علاج میں عام طور پر اس کی جڑیں یا اس کا چھلکا دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ:۔ جڑھ سرخ سیاہی مائل اور پھول بھی سرخ ہوتے ہیں۔ ذائقہ پھیکا کسیلا ہوتا ہے۔

مزاج:۔ پہلے درجے میں خشک سرد ہوتا ہے۔ بعض نے دوسرے درجے میں لکھا ہے۔

مقدار خوراک:۔ چھ ماشے۔

افعال واثرات:۔ عضلاتی اعصابی مقوی۔ یعنی عضلاتی محرک اعصابی محلل اور غدی مسکن ہے۔ کیمیاوی طور پر بلغم میں گاڑھا پن پیدا کرتا ہے اور اخلاط میں سوداکی مقدار بڑھ جاتی ہے۔

خواص:۔ قابض۔ مغلظ رطوبات۔ مقوی معدہ اور رطوبات ابدیش خون۔ دافع جوشش خون مسکن صفرا اور حرارت

فوائد:۔ عام طور پر اطباء اور حکماء نے اس کے فوائد متضاد لکھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کی نہ تحقیق کی ہے اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اکثر مفرد ادویہ اور اغذیہ کا یہی حال ہے۔

حکیم محمد کبیرالدین صاحب اپنی کتاب علم الادویہ نفیسی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "اسہال دموی بول الدم، بول المدۃ اور نفث الدم کثرت حیض اور ہر ایک عضو کے سیلان خون کو روکنے کے لئے بکثرت استعمال ہے۔ پرانے دستوں کے لئے بھی مستعمل ہے خواہ خونی ہوں خواہ غیر خونی جراحات سے سیلان خون کو روکنے کے لئے بطور ذرور وہ بھی استعمال کی جاتی ہے۔"

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جو دوا یا غذا جب کسی عضو سے خون کی آمد کو بند کر دے گی جس سے خون کا دباؤ کم ہو جاتا ہے یہ نا ممکن ہے کہ ایک ہی

دوا بندش خون بھی کرے اور حابس بھی ہو یہ تو ہو سکتا ہے کہ اپنی شدت سردی سے رطوبات کو گاڑھا کرے اور ان کا اخراج بند کر دے۔

اسی طرح اسہال اور زحیر دو مختلف امراض ہیں دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ اسہال لانا زحیر کا علاج ہے کیونکہ اسہال ہمیشہ سردی سے اور سوزش اعصاب سے آتے ہیں۔ اور زحیر یعنی پیچش گرمی اور سوزش جگر سے ہوتی ہے۔ اس لئے کوئی ایک دوا دونوں کے لئے مفید نہیں ہو سکتی یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خون ہمیشہ زحیر میں آتا ہے اسہال میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے زحیر خونی تو ہو سکتی ہے۔ مگر اسہال دموی کبھی نہیں ہو سکتے۔

انجبار کو افعال میں حابس خون اور قابض لکھا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ حبس ہمیشہ رطوبات میں ہوتا ہے اور خون میں نہیں ہو سکتا ہے۔

یاد رکھیں کہ جس عضو سے خون آرہا ہو وہاں اگر حبس رطوبات کر دیا جائے۔ تو خون کے آنے میں شدت ہو جائے گی۔ اسی طرح قبض میں رطوبت اور مواد تو رک سکتے ہیں مگر خون نہیں رک سکتا۔ بلکہ قبض کی صورت میں زیادہ آتا ہے۔ بہر حال کسی دوا کے متضاد فوائد تسلیم کرنا علاج میں مشکل پیدا کر دیتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ جو ادویہ و اغذیہ خشک اور سرد ہوتی ہیں وہ جسم میں سودا پیدا کرتی ہیں بوجہ اپنی انتہائی سردی کی وجہ سے بلغم کو غلیظ کر دیتا ہے۔ جس سے ایک طرف تو رطوبات جم جاتی ہیں اور دوسری طرف وہ خون کو وہاں سے واپس کر دیتی ہیں۔ جس کو رادع کہتے ہیں۔ اس طرح دونوں عمل بیک وقت ہو جاتے ہیں۔

یہ بات بھی ذہن سے نکال دیں کہ سوداوہ خلط ہے جو جل چکی ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ سوداؔ میں سردی کی شدت ہے۔ جس کو ابھی تک گرمی کا کوئی اثر نہیں ملا ہے۔

یا در کھیں کہ جلی ہوئی خلط رطوبات کو غلیظ نہیں کر سکتی کیونکہ جو ادویہ اور اغذیہ جل چکی ہیں ان کے اجزا منتشر ہو جاتے ہیں۔ منجمد نہیں رہ سکتے وہ رطوبات کو کیسے غلیظ کر سکتے ہیں اور خون کی تیزی کو کیسے روک سکتے ہیں۔

انجذاب عضوی عضلات ہے اور اندرونی اور بیرونی طور پر اپنی سردی خشکی کی وجہ سے تقویت کا باعث ہوتی ہے۔ رطوبات کو غلیظ کر کے خون میں تیزی کو روکتی ہے۔ اس کا اثر تمام جسم پر پڑتا ہے۔ خون کسی حصہ جسم سے آرہا ہو رک جاتا ہے۔ یہ خون ناک و منہ سینہ و پیٹ اور پیشاب و پاخانہ کہیں سے بھی آرہا ہو رک جاتا ہے۔ کھانے کے علاوہ اگر بیرونی طور پر بھی استعمال کیا جائے۔ تو بھی خون بند کر دیتا ہے۔ اگر عضلات ڈھیلے بھی ہو گئے ہوں تو بھی اس کا لیپ مفید ہوتا ہے۔

چونکہ عضوی سے قابض ہوتی ہے۔ اس لئے اندرونی اور بیرونی طور پر عضلات میں تقویت کا باعث ہوتی ہے۔ عضلات معدہ و امعاء کے قوی ہونے اور اسہال بند ہو جاتے ہیں اور دیگر عضلات میں بھی تقویت اور انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے تیل میں ملا کر اس کی مالش بھی عضلات میں تقویت دیتی ہے۔ بلکہ فن طب میں یہ کثیر المنافع دوا خیال کی جاتی ہے۔ اس لئے کثیر الاستعمال ہے۔

اندرجو

تعارف:- عربی میں لسان العصافیر فارسی زبان میں کنجشک ہندی میں اندرجو بنگالی میں اندرجو انگریزی میں تیلی چیری سیڈ کہتے ہیں۔ اندرجو کُڑا نامی درخت کے بیج ہیں جو اس کی پھلیوں سے نکلتے ہیں۔ جو شکل میں لمبوترے ہوتے ہیں پھلیاں گول فٹ ڈیڑھ فٹ لمبی ہوتی ہیں۔ ان کے ایک سرے پر دو ڈھیں کا گچھا سا ہوتا ہے۔ پھلی کو ڈالی سے توڑنے پر دودھ نکل آتا ہے۔ اس کا درخت بیس سے تیس فٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ اس کا تنا سیدھا اور موٹائی میں تین چار فٹ کے قریب ہوتا ہے۔ اس کی چھال دبیز ہلکی اور کڑوی ہوتی ہے اس کے پرانے پتے ماگھ میں گر پڑتے ہیں۔ چیت بیساکھ میں نئے نکل آتے ہیں اس میں چیت سے جیٹھ تک پھول آتے ہیں۔ اور برسات میں پھلیاں نکلتی ہیں جو پھاگن میں خشک ہو جاتی ہیں۔ پھول سفید رنگ کے چنبیلی کے ہم شکل ہوتے ہیں۔ مگر ان میں خوشبو نہیں ہوتی اس کی چھال کو کُڑا چھال یا کُڑا مک اور انگریزی میں کرچی بارک کہتے ہیں۔ فرنگی طب نے اس میں ایک کھار (الکلائڈ) برآمد کی ہے جس کا نام کونسی سین ہے۔

اقسام:- ذائقہ کے لحاظ سے اندرجو کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تلخ اور دوسری شیریں صرف تلخ کے مقابلہ میں کہا جاتا ہے ورنہ پھیکی ہوتی ہے۔ درخت کالا کُڑا کے تخم اندرجو تلخ کہلاتے ہیں۔ اس کی پھولوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور سفید کُڑا کے تخم شیریں ہوتے ہیں۔ اس کی پتیاں سبز رنگ کی ہوتی ہیں۔

پیدائش:- ہندوستان کے خشک جنگلوں اور ہمالیہ کے گرم حصوں میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔ ان کے خاص مقامات ریاست جموں و

ہم، یوپی، دہلی، ہند اور راجپوتانہ کے گرم وخشک مقامات پر چار ہزار فٹ کی بلندی تک ملتے ہیں۔ لاہور شہر کے لارنس گارڈن رجناح باغ) میں بھی اس کے چند درخت ہیں۔ انگریزی دواساز کمپنیوں کا تیار شدہ بیال رب نکوئڈ ایکسٹرکٹ آیت کرچی ا بازار میں دستیاب ہے۔

رنگت و ذائقہ :۔ اندر جو کی ایک قسم تلخ اور دوسری شیریں کہلاتی ہے۔ چھال بھوری سیاہی مائل پھول سفید چنبیلی کی مانند، دودھ سفید۔ اس کا شیریں ذائقہ دراصل پھیکا ہوتا ہے۔ جو تلخ کے مقابلے میں شیریں کہلاتا ہے

مزاج :۔ اندر جو تلخ گرم خشک درجہ اول، مقدار خوراک دو رتی سے ایک ماشہ تک اندر جو شیریں گرم تر درجہ دوم مقدار خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ تک۔

افعال واثرات :۔ اندر جو شیریں اعصابی غدی یعنی محرک اعصاب محلل غدد اور مسکن عضلات اندر جو تلخ اور اس کی چھال اپنے اثرات میں اندر جو شیریں سے بہت زیادہ شدید ہیں۔ کیمیاوی طور پر صفراء کی پیدائش اور اس کے اخراج کو جاری رکھتی ہیں جس سے صفراوی زہر خارج ہو کر اس میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جگر کی سوزش رفع ہو جاتی ہے عضلات گرم کرتا ہے۔

خواص :۔ مولد و مخرج صفراء دافع سوزش اندر، مدر بول بندش حیض و خون اپول و بواز رپیش خونی و بواسیر دافع ریاح جگر وگردوں اور مثانے کی پتھری کو توڑ کر خارج کرتا ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کو مارتا ہے۔

فوائد :۔ اندر جو ہندی دواہے ویدک کتب میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اگر اس کا نام اندر دیوتا کے نام پر ہے تو وہ بارش کا دیوتا ہے۔

بارش اگرچہ نکھار کے قریب ہے مگر اندر جو میں حس حرارت کا اثر ہے۔ وہ بارش کے پانی میں نہیں ہے البتہ لفظ رچ (جو دراصل ریح ہے جس کے معنی ہوا ریشہ) کے ہیں۔ ممکن ہے پانی کی گرمی کو ظاہر کرتا ہو۔ بہرحال اندر جو میں اس دوا کے افعال و اثرات پائے جاتے ہیں۔ لیکن ویدوں نے اس کے افعال و اثرات لکھنے میں غلطیاں کی ہیں۔ سب سے بڑی غلطی یہ کی ہے کہ اس کو وات، پت، کف تینوں دوشوں کا ناشک کرنے والا لکھا ہے قابل غور بات یہ ہے کہ جب ہر غذا اور دوا کسی نہ کسی ایک دوش کو رفع کرتی ہے بلکہ اس کے مقابلہ میں دوسرا دوش پیدا کرتی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ تمام دوشوں کو ناشک کر دے۔ پھر پیدا کیا کرتی ہے۔ جیسے طب میں کہا جاتا ہے کہ فلاں دوا اور غذا تمام اخلاط کو ختم کر دیتی ہے۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ جو اغذیہ اور ادویہ صفرا کی پیدائش اور اس کے اخراج میں اعتدال پیدا کرتی ہیں۔ ایورویدک میں ان کے متعلق ایسا ہی لکھا گیا ہے۔

یاد رکھیں کہ جن بوٹیوں میں دودھ نکلتا ہے۔ اور ان میں کھار پائی جاتی ہے۔ ان میں بڑی خوبیاں پائی جاتی ہیں جیسے آک اور تھوہر وغیرہ ایسی بوٹیاں ہی کشتہ بنانے اور اکسیر تیار کرنے کے کام آتی ہیں۔ ایسی ادویہ پرانی اور پیچیدہ امراض میں اعتماد کے ساتھ استعمال کی جا سکتی ہیں۔

اندر جو میں بڑی بھی خوبیاں ہیں۔ اس کے استعمال سے معدہ کی سوزش رفع ہو جاتی ہے۔ معدہ و امعاء اور جگر، گردوں کے ورم، امراض خصوصاً پرانی اور خونی پیچش ہمیشہ کے لئے دور ہو جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ پھوڑے بخار، خصوصاً تپ دق، سل اور مرگی جیسے امراض میں اعتماد کی دوا ہے۔

ایسی ادویہ کے دودھ کے خواص قریب قریب شہد و گھی اور دودھ سے ملتے جلتے ہیں ایسی اشیا جگر و گردوں کے زہر کو دور کرتی ہیں۔

انڈا

تعارف:۔ عربی میں بیضہ یا کیاں۔ فارسی میں تخم مرغ اور انگریزی میں انگ EGG کہتے ہیں۔ انڈا سے مراد مرغی کا انڈا ہے۔ اس کے علاوہ بطخ اور دیگر پرندے بھی انڈے دیتے ہیں۔ ان کے خواص ان جانوروں کے خواص کے مطابق ہوتے ہیں مختلف قسم کی مرغیاں مسلسل انڈے دیتی ہیں۔ ایک بار سات یوم سے لے کر دس یوم تک انڈے دیتی ہیں باقی وقت کڑک میں گزارتی ہیں۔ بعض مرغیاں مسلسل انڈے دیتی ہیں۔ کڑک میں وقت نہیں گزارتیں ایسی مرغیاں عموماً ولایتی ہوتی ہیں۔

یادداشت:۔ انڈا ایک مقوی علاج اور خالص غذا ہے۔ یہ دوا نہیں ہے۔ اس میں اجزائے لحمیہ پوری مقدار اور پوری حرارت میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس کو اجزائے لحمیہ (پروٹین) کا بہترین مرکب سمجھا جاتا ہے۔ بکرے کے گوشت میں حرارت اس سے کم ہوتی ہے گائے کے گوشت میں بکرے کے گوشت سے بھی حرارت کم ہوتی ہے اس کے برعکس اڑنے والے پرندوں کے گوشت اور انڈے میں مرغی کے گوشت اور انڈے سے بھی حرارت زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے تیتر بٹیر تلیر اور چڑیا وغیرہ۔ لیکن پانی کے پرندوں کے گوشت اور انڈے کی گرمی مرغی کے گوشت اور انڈے کی گرمی سے کم ہوتی ہے جیسے بطخ مرغابی اور دیگر آبی پرندے وغیرہ۔

رنگت اور ذائقہ:۔ انڈے کے اندر دو جز پائے جاتے ہیں ایک

جزو کو سفیدی اور دوسرے کو زردی کہتے ہیں۔ انڈے کی بیرونی سطح عموماً سفید ہوتی ہے۔ انڈے کی زردی ذائقہ کے اعتبار سے بے ذائقہ اور سفیدی قدرے نمکین ہوتی ہے۔ یہ صورت خام حالت میں ہوتی ہے پکانے کی صورت میں دونوں جز بے ذائقہ ہوتے ہیں۔

مزاج:- سفیدی سرد خشک مائل بہ حرارت ہوتی ہے۔ اور زردی گرم خشک دوسرے درجے میں اور گرم پہلے درجے میں ہوتی ہے۔

مقدار خوراک:- ایک انڈے سے چھ انڈے تک۔

افعال واثرات:- سفیدی عضلاتی اعصابی اور زردی عضلاتی غدی یعنی محرک عضلات مقوی اعصاب ازیادتی کی صورت میں محلل اعصاب اور مسکن غدد ہے۔ کیمیاوی طور پر جسم میں صفراء پیدا ہوتا ہے۔ زیادتی کی صورت میں گردوں میں تسکین کے ساتھ پتھری بننی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے پیشاب کی نالی میں جلن پیدا ہو جاتی ہے۔ سفیدی میں چونے کے اجزاء زیادہ پائے جاتے ہیں اور زردی میں چونے کے ساتھ گندھک کے اجزاء بھی ہوتے ہیں۔

خواص:- محرک ومقوی عضلات اور قلب۔ مقوی ومحلل اعصاب مقوی اور مسکن غدد۔ اعتدال کے ساتھ تینوں اعضاء کے لئے مقوی قوت کی صورت قائم رہتی ہے زیادتی کی صورت میں ضعف اعصاب اور سوزش عضلات اور انقباض غدد ہو جاتا ہے مولد صفرا مولد حرارت مشتہی ہے۔ مولد خون صالح۔ جیسا کہ مریض قلیل مقدار میں کھانے سے بھی زیادہ مقدار میں خون پیدا ہوتا ہے۔ اس کا فضلہ گویا برائے نام ہوتا ہے مقوی معدہ اور امعاء قابض ہے۔ مصفی خون اور مولد جوش باہ ہے۔

کا موصلہ بھی خاص ہے۔ بندش بول اور بندش طمث ہے۔

فوائد:۔ یہ ایک غلط فہمی چلی آتی ہے کہ انڈے کی سفیدی میں تسکین کی قوت ہے اور زردی میں تسکین کی قوت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے بیرونی استعمال میں انڈے کی سفیدی کی نسبت دافع سوزش قوت زیادہ ہے اور دوسری غلط فہمی یہ چلی آتی ہے۔ کہ سفیدی سرد تر اور زردی گرم تر ہے۔ لیکن لیکن حقیقت یہ ہے کہ سفیدی اور زردی دونوں میں چونے کے اثرات پائے جاتے ہیں اور وہ خشک ہے اس لئے دونوں میں خشکی پائی جاتی ہے اور اسی لئے بھی اس میں خشکی زیادہ ہے کیونکہ انڈا مولد صفرا ہے اور خون میں حدت پیدا کرتا ہے۔

انڈا ایک بہترین قسم کی مقوی غذا ہے۔ خاص طور پر دائمی نزلہ وزکام، دائمی ریشہ اور ذیابطیس کے لئے بے حد مفید ہے۔ اعصابی بخاروں اور اعصابی اسہال میں بھی بے حد مفید ہے۔ اس کے استعمال سے دل میں بے حد طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اور خون میں حرارت بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے کثرت استعمال سے دماغ کی طرف خون کا دباؤ شدید ہو جاتا ہے۔ اور وہاں سے نزلہ اور ریشہ خشک ہو جاتے ہیں۔ اس کے استعمال سے جسم میں بہت جلد گوشت پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے لیکن اس کے کثرت استعمال سے بواسیر ہو جانے کا خدشہ بڑھ جاتا ہے بڑھاپے میں بے حد مفید ہے جوانوں میں ضرورت کے مطابق استعمال کرائیں ورنہ احتلام میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔

یاد داشت :- موجودہ سائنس نے انڈے اور خاص طور پر اس کی زردی کو خشک کر کے دوا کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

عام طور پر غذا میں تقویت کے لئے اس کا حلوہ استعمال کیا جاتا ہے لیکن اکثر دمہ کے مریضوں کے لئے نیم برشت انڈے کا استعمال کیا جاتا ہے۔ سوزش معدہ اور امعاء کی صورت میں اس کو شہد میں ملا کر نیم گرم کر کے استعمال کرنا بہت مفید ہے۔

انڈے کا چھلکا :- اس میں کیلشیم فاسفیٹ بہت بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اس کا کشتہ اعلیٰ درجے کا عضلاتی مقوی ہے جو دائمی نزلہ و زکام ارتقیہ، دمہ رطب، ضعف قلب، کثرت بول اور ذیابیطس میں بے حد مفید ہے۔ اس کے علاوہ دافع جریان اور مقوی باہ بھی ہے۔

اس کی مقدار خوراک ایک رتی سے چار رتی تک ہے اسے جلنے کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے پانی کے ساتھ بھی دے سکتے ہیں نیم برشت انڈے میں اس کا استعمال بے حد مفید ہے بلکہ معجزہ نما اثرات ظاہر ہوتے ہیں اس طریق پر اس کا استعمال مندرجہ بالا امراض میں نہایت ہی مفید ہے بلکہ ان امراض میں تریاق کا کام کرتا ہے۔

انزروت، تعارف :- عربی میں انزروت، فارسی میں انجدک کہتے ہیں۔ اس کا مشہور نام ماس خورہ ہے یہ ایک نباتاتی گوند ہے۔ اس کے درخت کو عربی میں ساکہ کہتے ہیں۔ یہ ایک خاردار درخت ہے یہ زیادہ تر ترکستان اور فارس سے آتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ :- اس کا رنگ سرخ، زردی مائل اور ذائقہ

دکا تنخ ہوتا ہے۔

مزاج :- خشک تیسرے درجے میں گرم دوسرے درجے میں۔

مقدار خوراک :- نصف ماشہ سے ایک ماشہ تک

افعال و اثرات :- عضلاتی غدی ملین۔ یعنی عضلات میں تحریک غدد میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل۔ کیمیاوی طور پر خون میں صفراء اور گرمی خشکی پیدا کرتی ہے۔

خواص :- محرک قلب، مولد صفراء ملین دکاسر ریاح، مجفف، قروح جاذب، دافع بلغم اور رطوبات اور محلل اورام ہے۔

فوائد :- اندروت کو عام طور پر آنکھ کان اور ناک اور جسم کے زخموں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اندرونی طور پر کھانے سے بھی اتنا ہی مفید ہے جتنا کہ بیرونی طور پر استعمال کرنے میں مفید ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ ایک طرف تو بلغم اور رطوبت کی پیدائش کو روکتا ہے اور دوسری طرف بلغم اور رطوبت کو پاخانے کے راستے خارج کرتا ہے۔ اور خون میں کیمیاوی طور پر ایک ایسی لذوجیت پیدا کرتا ہے جس سے اندر کے پرانے زخم بھرنا شروع ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کی یہ خوبی بھی ہے کہ جس جگہ ورم ہو وہاں پر دوران خون کو تیز کر کے حرارت پیدا کر دیتا ہے اور ورموں کو تحلیل کر دیتا ہے۔ خصوصاً جوڑوں کے اورام اور عرق النساء کے لئے مفید ہے کیونکہ یہ محرک عضلات ہے زخموں کو دور کرنے میں بے حد مفید ہے اس سلسلہ میں دانتوں کا ماسخورا پیٹ درد اور گلے کا کینسر (سرطان) قابل ذکر ہیں۔ اس

کے لئے خاص بات یہ ہے کہ چونکہ یہ ایک قسم کی گوند ہے۔ اس لئے جس دوا میں شامل کی جاتی ہے اس کی گولی بہت سہولت سے بن جاتی ہے۔ یہ ایک نہایت یقینی موثر دوا ہے اس لئے اس کا استعمال خصوصاً آنکھ کے پھنسیوں میں اور کان اور ناک کے زخموں میں اور مسوڑھوں کے متعفن زخم کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور اندرونی طور پر بھی اس کا استعمال ہر قسم کے عضلاتی زخموں میں جب کہ ان میں پیپ پڑ گئی ہو بے حد مفید ہے۔

انگور

تعارف:۔ عربی میں عنب بنگالی میں داکھ اور انگریزی میں گریپ کہتے ہیں یہ ایک مشہور میوہ ہے جو تمام دنیا میں پایا جاتا ہے۔ انگور رنگت و ذائقہ اور خصوصیت کے لحاظ سے کئی ایک اقسام کا ہوتا ہے۔ رنگت میں زرد۔ سبز اور سیاہ رنگ میں پایا جاتا ہے۔ ذائقہ میں بہت میٹھا کم میٹھا اور ترش پائے جاتے ہیں بعض انگور میں تخم نہ ہوں اور بہت میٹھا ہو۔ وہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔ اس میں وزن کے لحاظ سے بھی دو اقسام ہیں ایک چھوٹا اور ایک بڑا۔ جب ان کو خشک کر لیا جاتا ہے تو چھوٹے کو کشمش اور بڑے کو منقیٰ کہتے ہیں۔ خشک ہونے پر کئی سال تک خراب نہیں ہوتا۔

مقام پیدائش:۔ یہ عام طور پر علاقہ سرحد، بلوچستان کشمیر، قندھار اور افغانستان میں پیدا ہوتا ہے۔ چمن کا انگور اپنی خصوصیت کے لحاظ سے خوش رنگ شیریں اور لذیذ ہوتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ:۔ رنگت اور ذائقہ کے لحاظ سے تین اقسام

زرد سبز اور سیاہ - ذائقہ میں شیریں کم میٹھا اور ترش ہوتے ہیں۔ خام انگور سبز سخت اور انتہائی ترش ہوتا ہے۔ کشمش اور منقی کا رنگ عام طور پر اشواتی سبز اور پیلا ہوتا ہے اور ذائقہ انگور کی قسم کے مطابق ہوتا ہے۔

مزاج :- تازہ شیریں گرم اور تر خام سرد خشک کشمش اور منقی خشک گرم یعنی گرم ایک حصہ اور خشک دو حصے۔

مقدار خوراک :- حسب ضرورت۔

افعال و اثرات :- تازہ شیریں غدی اعصابی عضلاتی، اعصابی غدی، عضلاتی، غدی، کیمیاوی طور پر جسم میں حرارت اور صفرا پیدا کرتا ہے۔ مجموعی طور پر عضلات میں تحریک، غدد میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل پیدا کرتا ہے۔

خواص :- مقوی قلب، ملین، مولد حرارت، مولد خون، مقوی باہ، مشتہی ہیں اور جسم میں فربہی پیدا کرتا ہے۔ ایک انتہائی مقوی غذائی دوا ہے۔

فوائد :- انگور ایک قابل اعتماد غذائی دوا ہے۔ اس کے استعمال سے دل میں انتہائی تحریک اعصاب میں تقویت اور غدد میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ مسلسل استعمال سے دائمی قبض کو نافع ہے۔ کشمش اور منقی کے استعمال سے یہی اثرات زیادہ طاقت سے پیدا ہوتے ہیں کشمش اور منقے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر بخار جسم کے اندر ہو تو ان کے استعمال سے بخار باہر آجاتا ہے اس سے جو شراب تیار کی جاتی ہے وہ دنیا بھر میں بہترین قسم کی شراب شمار ہوتی ہے۔ اور وہ اثرات کے لحاظ سے بھی وہی عمل رکھتی ہے۔ جو کشمش اور منقے کا ہے۔

اسلام میں شراب حرام ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ انگور کی شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ شراب کے مسلسل استعمال سے خون میں کیمیاوی طور پر ایک ایسا زہر پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے گوشت میں خمیر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ پھول جاتا ہے۔ ایسی صورت میں شراب کے استعمال سے جسم میں گرمی پیدا ہونا ختم ہو جاتی ہے۔ دل کی حرکت بالکل کمزور ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ انسان مر جاتا ہے۔

بہر حال انگور کشمش اور منقی مقویات میں شمار ہوتے ہیں ان کی طاقت کا اثر ہمیشہ کے لئے قائم رہتا ہے۔ ان کے استعمال سے نہ ہی جسم میں زہر پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی گوشت میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ ہی خون میں تعفن پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی خوراک ہے جو ہر موسم میں دل کی تحریک، دماغ کی تقویت اور جگر کی حرارت کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے۔ اس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

اس کا سرکہ بھی تیار کیا جاتا ہے۔ جو تمام سرکوں سے بہتر شمار ہوتا ہے جس کے اثرات خاص انگور کے مطابق ہیں۔ یعنی عضلاتی اعصابی اور غذا کے ساتھ سرکہ استعمال کرنا دل کی تقویت کے لئے مفید ہے۔ یاد رکھیں کہ سرکہ میں غذائیت نہیں رہتی صرف دوائیت کی ہوتی ہے۔ اس کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ سکون قلب کے لئے مفید ہے۔

انناس

تعارف:۔ ایک مشہور پھل ہے جس کو بنگلی میں انناس اور انگریزی میں پائن ایپل کہتے ہیں اس کا پودا کیوڑہ کے پودے سے مشابہ ہوتا ہے اسی کے مانند پتے ہوتے ہیں۔ پتوں کے درمیان شاخیں نکلتی ہیں اور ان پر پھل لگتے ہیں

جن کو اناناس کہتے ہیں۔ اس پر موٹا سا چھلکا ہوتا ہے جس پر ابھار در ابھار بنے ہوتے ہیں۔ اس چھلکے کو اتارنے کے بعد اندر زرد رنگ کا گودا ہوتا ہے جو کھایا جاتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ: اناناس باہر سے سرخ سبزی مائل اور اندر سے زرد رنگ کا ہوتا ہے ذائقہ شیریں۔ ترشی مائل خام ترش ہوتا ہے۔ اس کا مقام پیدائش ہندوستان ہے۔

مزاج:۔ گرم پہلے درجہ میں تر دوسرے درجہ میں اور خام سرد خشک ہوتا ہے۔

خوراک:۔ آدھ پاؤ سے نصف سیر تک لے سکتے ہیں۔

افعال و اثرات:۔ پختہ غدی اعصابی، غدی محرک، عضلاتی محلل اور اعصابی مسکن، خام غدی عضلاتی ہوتا ہے۔ کیمیاوی طور خون میں صفرا پیدا ہوتا ہے۔

خواص:۔ محرک جگر و گردہ۔ مقوی قلب، مولد صفرا، اور بول۔ مسکن اعصاب، مدر حیض اور مسقط جنین ملین، قاطع سودا اور مخرج بلغم، مدر بول اور پتھری، معرق، مفرح اور ایک لذیذ غذا سے دوائی ہے۔

فوائد:۔ جناب حکیم محمد کبیر الدین صاحب نے اپنی کتاب الادویہ مخزن مفردات میں اناناس کا مزاج سرد تر دوسرے درجے میں لکھا ہے۔ اور افعال میں مسکن صفرا لکھا ہے۔ لیکن ساتھ ہی مدر بول و حیض گردہ و مثانہ سے سنگ اور ریگ کو خارج کرنے میں مستعمل ہے۔ بعض کتب میں اس کو مخرج جنین لکھا ہے۔

حیرت کا مقام ہے کہ جو دوا مدر حیض اور مخرج جنین ہو وہ کیسے

سردتر اور مسکن صفرا ہو سکتی ہے۔ دنیا بھر میں کوئی بھی ایسی سرد تر دوا نہیں ہے جو مدر حیض اور مسقط حمل ہو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

جہاں تک اس کے مفرح اور مقوی قلب ہونے کا تعلق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اناس بڑی اعلیٰ قسم کی قاطع سودا دوا ہے جس سے قلب میں تقویت پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ جگر و گردوں اور غدد میں تری اور حرارت پیدا ہو جاتی ہے ابھی اس صفت میں واحد پھل ہے موسم گرما میں اس کا شربت بھی تیار کیا جاتا ہے جو اپنے خواص کے لحاظ سے مخصوص مقام رکھتا ہے۔ اس کا مربہ بھی تیار کیا جاتا ہے جو بند ڈبوں میں بازار میں عام ملتا ہے اور ہر موسم میں قابل استعمال ہے۔

انیسوں

تعارف :۔ عربی میں انیسون۔ فارسی میں بادیان رومی بنگالی میں موری اور انگریزی میں اینی سانی کہتے ہیں

اس کے گول لمبوترے اور بیضوی شکل کے تخم ہوتے ہیں جو بادیان سے قدرے چھوٹے ہوتے ہیں یہ نہایت ہی قدیم یونانی ادویہ میں سے ایک دوا ہے۔ یہ ایک مشہور ترین قسم کی دوا ہے اور اس کا پودا بادیان کی طرح کا ہوتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ :۔ اس کی رنگت زرد سبزی مائل ہوتی ہے۔ اور ذائقہ خوش گوار قدرے تلخ اور تیز ہوتا ہے۔

مزاج :۔ گرم دوسرے درجہ میں اور خشک پہلے درجہ میں۔

مقدار خوراک :۔ ۳ سے ۵ ماشہ تک۔

افعال و اثرات :۔ غدی اعصابی یعنی۔ غدی تحریک عضلاتی تحلیل اور اعصابی تسکین کیونکہ یہ صفرا اور حرارت پیدا کرتی ہے۔

جس سے خون کے اندر تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔

خواص :- محرک جگر و گردہ۔ مولد صفراء کاسر ریاح۔ قاطع سوداء بحرج بلغم۔ مدر بول وحیض۔ مفتت سنگ وریگ گردہ اور مثانہ کو خارج کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مسقط حمل ہے۔

فوائد :- بہت کم ایسی ادویات ہیں جو خالص صفراء پیدا کریں اور اس طرح صفراء اور حرارت پیدا ہو کر جسم کے خوفناک امراض کو دور کر دے ان میں سے ایک انیسوں بھی کامیاب دوا ہے جب جگر و گردے ٹھنڈے ہو جائیں۔ معدہ میں ریاح و ترشی کی زیادتی ہو عضلات میں سوزش سے درد ہو تو یہ ایک کامیاب دوا ہے سوداوی امراض میں یقینی اور بے خطا دوا ہے پرانی کھانسی دمہ اور بلغمی انجماد خون کے لئے مفید ترین دوا ہے۔ بندش بول وحیض کے لئے روزانہ استعمال ہونے والی دوا ہے ہم ریاحی دردوں کے لئے فوری اثر کرنے والی دوا ہے۔ ہیضہ و مروڑ میں بے حد مفید ہے۔ اس میں سے روغن بھی نکالا جاتا ہے۔ جو مندرجہ بالا امراض میں اندرونی اور بیرونی طور پر تریاق کا کام کرتا ہے۔ اس دوا، اور اس کے مرکبات کا ہر مطب میں تو کیا بلکہ ہر گھر میں رکھنا نہایت ضروری ہے۔

یاد رکھیں کہ جیسی ادویات ہیں سونٹھ و فلفل سیاہ اور فلفل دراز کے پائے کی دوا ہے۔ اس کے استعمال سے فوراً صفراء اور حرارت کی پیدائش شروع ہو جاتی ہے جس سے جسم خصوصاً عضلات میں سوزش، درد اور ورم اور بخاروں کے لئے اعتماد کی دوا ہے۔

اجود | تعارف:۔ عربی میں بزر الکرفس اور فارسی میں کرفس کہتے ہیں۔ اجوائن کی ایک قسم میں شمار کرتے ہیں کیونکہ اس کا ذائقہ اور بو اس کے مشابہ ہوتی ہے مگر اجود کا بیج اجوائن دیسی سے کسی قدر موٹا ہوتا ہے۔ بعض اجود کو یاہینا کرفس سے ایک جدا گانہ دوا خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ اجود کا دانہ اجوائن دیسی کے دانے سے دو چند موٹا ہوتا ہے اور کرفس کا دانہ اجود سے چار گناہ بڑا ہوتا ہے۔ اور ان ہر سہ اجناس کی ظاہری رنگت بھی مختلف ہوتی ہے۔ البتہ جنسی لحاظ سے اس کو اجوائن دیسی اور کرفس کی ایک ہی قسم خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے اطبا جملہ افعال و اثرات میں اجوائن دیسی کے مشابہ خیال کرتے ہیں اور جہاں اجوائن میں اس کو شریک کرتے ہیں۔

اجود کے پودے بھی اجوائن کی طرح ہوتے ہیں اور پاک و ہند میں ہر جگہ کاشت کیے جاتے ہیں۔ کسان انہیں کھیتوں میں بوتے ہیں۔ خصوصاً پنجاب کے پہاڑوں اور مغربی گھاٹ پر بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اس کی کاشت بھی اجوائن کی طرح ہوتی ہے۔ اجوائن کی طرح اس کی شاخوں پر بھی بڑے بڑے چھتے لگتے ہیں جن میں اس کا بیج ہوتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ | اجود کا رنگ سبزی مائل ہونے کے باعث اجوائن کے دانوں سے باسانی پہنچانے جاتے ہیں۔ ذائقہ چرپرہ تلخی مائل ہوتا ہے تیزی اور خوشبو میں اجوائن سے کم تند ہوتی ہے۔ مزاج گرم خشک دوسرے درجے میں۔

افعال و اثرات | غدی عضلاتی یعنی غدی میں تحریک۔ عضلات میں تحلیل اور اعصاب میں تسکین۔ کیمیاوی طور پر خون میں صفرا اور حرارت پیدا ہوتی ہے

خواص | مسمن و مجفف جگر۔ مسکن دماغ و اعصاب۔ جالی منفتح کاسر ریاح۔ مدر حاد مقاتل کرم اور دافع تعفن۔

فوائد: ضعف جگر، گردے اور معدہ و امعا کے لئے بے حد مفید ہے۔ جو ادویہ سہل امعاء میں سوزش پیدا کر دیتی ہیں ان کے لئے اچھی مفید ہے۔ جگر اور گردوں سے پتھری کا اخراج کرتی ہے اور ان میں تحریک پیدا کرتی ہے عضلات میں تحلیل پیدا کر کے پسینہ لاتی ہے بخاروں میں مفید ہے۔ جسم کو گرم کر کے حرارت غریزی کو بڑھاتی ہے بندش حیض اور سردی سے بند شدہ بول کو جاری کرتی ہے عسر کی پیدائش سے دفع تعفن اور قاتل کرم ہے۔ بدہضمی و نفخ اور قے و اسہال کے لئے بہترین کی دوا ہے نقرس اور ہیضے کے لئے یقینی دوا ہے۔ آنکھوں کے سرد امراض میں مفید ہے درد جسم و درد پہلو جو سردی کی وجہ سے ہوں کے لئے اس کا استعمال مفید ہے اسی طرح ہچکی اور تپلی اچھلنے میں مفید ہے

اخروٹ | **تعارف:** عربی میں جوز، فارسی میں گردگان اور چہار مغز کہتے ہیں ایک قسم کا خشک پھل (میوہ) ہے جس کا مغز بہت نرم ہوتا ہے مگر اس کا چھلکا بہت سخت ہوتا ہے۔ مغز اور چھلکا دونوں گول ہوتے ہیں اس کی ایک قسم کاغذی اخروٹ کی ہوتی ہے جس کا چھلکا ہاتھ سے دبانے سے ٹوٹ جاتا ہے اخروٹ دانے ملذاتی ہے۔ مغز میں ایک قسم کا فراری روغن ہوتا ہے جس میں بے حد تیزی ہوتی ہے اس لئے جب کچھ زیادہ کھایا جائے تو منہ و زبان اور گلے میں سوزش ہو جاتی ہے۔

رنگت اور ذائقہ | چھلکا خام حالت میں سبز اور پختہ ہونے پر خاکی ہو جاتا ہے مغز سفید خاکی مائل ہوتا ہے۔ مغز چرب خشک مگر بہت لذیذ ہوتا ہے۔ **مزاج** گرم دوسرے درجے میں اور خشک پہلے درجے میں۔ بعض ان کے روغن کی وجہ سے گرم تر بھی لکھتے ہیں یاد رکھیں کہ گرم تر شے سے منہ و زبان اور گلے میں سوزش نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ گرم خشک ہے۔

افعال و اثرات | غدی عضلاتی یعنی غدی میں تحریک۔ عضلات میں تحلیل

اور اعصاب میں تسکین۔ کیمیائی طور پر خون میں صفراء اور حرارت پیدا کر کے حرارت عزیزی کی مدد کرتا ہے یعنی حار عزیزی ہے یعنی ایسی شے جو حرارت عزیزی کی مدد کرے۔ اس لئے محافظ جوانی اور اعادہ شباب میں مفید ہے۔

خواص :- مقوی خواص ظاہری و باطنی اور روح و نفس۔ مولد حرارت صالح مشتہی و مبہی، ملین و مقوی معدہ و امعاء اور گردہ و مثانہ۔ محلل اور جالی۔ ایک بے حد لذیذ میوہ ہے۔ مولد شیر و منی اور محرک باہ۔ مخرج حیض اور مقوی رحم۔

خصوصی تاکید :- اخروٹ دوائے غذائی ہے اور اس میں روغنیت شامل ہے اس لئے اس میں حرارت پیدا کرنے کے لئے دو اثرات ہیں۔ اول یہ خود غدد میں تحریک دے کر حرارت پیدا کرتا ہے۔ دوسرے اس کے غذائی اجزاء حرارت میں تبدیل ہو جاتے ہیں جو نشو و نما کا باعث بنتی ہے۔

فوائد :- ضعف گردہ و مثانہ اور جگر کو دور کر کے جسم میں حرارت اور قوت پیدا کرتا ہے۔ اس کا اثر دل و دماغ پر خاص طور پر محسوس ہوتا ہے۔ بعض حکما ادویہ و اغذیہ کو جسم میں مشابہت کی وجہ سے ان کے بالخاصہ افعال و اثرات کو انہی کی مناسبت سے بیان کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے چونکہ اخروٹ خصوصاً اس کے مغز کی شکل بالکل دماغ کے ساتھ ملتی ہے۔ اس لئے یہ خصوصیت کے ساتھ مقوی دماغ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ غدی تحریک کی وجہ سے اور حار عزیزی ہونے کی وجہ سے دماغ کے غدی پردے دغشائے مخاطی ایسی تحریک دینے سے دماغ اور اعصاب کے لئے بے حد مقوی بن جاتی ہے اس لئے معدہ و امعاء میں مشتہی اور ملین اثر کرتا ہے۔ گردوں کو تقویت دینے کی وجہ سے ضعف باہ کے لئے خاص شے ہے۔ اسی طرح اس کا مولد منی ہونا بھی تقویت باہ کے لئے مفید ہے۔ اپنے انہی اثرات کی وجہ سے عورتوں کے لئے بھی اخروٹ خاص

شے ہے۔ جسم میں خون پیدا کرتا ہے۔ خون کو تقویت دیتا ہے پستانوں میں غدد پیدا کر کے ان میں خوبصورتی پیدا کرتا ہے۔ ماہواری کو باقاعدہ کرتا ہے۔ سیلان الرحم کو ختم کر دیتا ہے۔ عورتوں میں ایک نئی زندگی اور جوانی پیدا کرتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ عورت کے رحم میں تنگی اور تقویت پیدا کرتا ہے۔

مرد اور عورت دونوں کے خواص ظاہری اور باطنی میں تیزی اور روح و نفس میں نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ سردیوں میں اس کا غذا کے بعد استعمال صحت اور قیام جوانی کے لئے بے حد مفید ہے۔

اجوائن خراسانی | التعارف :۔ عربی میں بنج اور تخموں کو بذرالبنج اور سیکران بھی کہتے ہیں چونکہ خراسان کی پیداوار ہے اور وہاں سے آتی ہے اس لئے خراسانی کہلاتی ہے۔ لیکن کشمیر سے گڑھوال تک پہاڑی علاقہ میں کافی مقدار میں پیدا ہوتی ہے یہ پودا کشمیر کے علاقہ میں اور دیگر بنجر زمین میں پانچ ہزار سے نو ہزار کی بلندی پر پایا جاتا ہے یہ پودا وہاں پر عام ہوتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ پودے پر روئیں دار پتے بیضوی شکل پانچ انچ کے قریب لمبے ہوتے ہیں اس کا پودا اور پتے بھی اجوائن دیسی کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اور اسی کی مانند اس کی شاخوں پر بھی چھتے سے لگتے ہیں۔ جب وہ چھتے پک جاتے ہیں تو مقامی باشندے ان کو کوٹ کر دانے نکال لیتے ہیں۔ جو دیسی اجوائن کچھ بڑے ہوتے ہیں۔ پھولوں کی رنگت کے لحاظ سے اجوائن خراسانی تین قسم کی ہوتی ہے (۱) سفید (۲) سرخ (۳) سیاہ۔ عام طور پر سفید پھولوں والی ہوتی استعمال ہوتی ہے۔ بعض سرخ کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن سیاہ کو زیادہ سمی اور قاتل ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ

ہے کہ تینوں اقسام کی اجوائن خراسانی یہی اثر ہی رکھتی ہے۔ اس کا استعمال انتہائی ضرورت اور شدید امراض میں ہی کرنا چاہیئے اور کچھ آرام کے بعد استعمال ترک کر دینا چاہیے۔

یاد رکھیں کہ ہر قسم کی زہریلی ادویات سے دور رہیں جب تک دیگر ادویہ سے علاج ہو سکتا ہے۔ زہریلی ادویہ کو کبھی استعمال نہ کریں یہ بھی یاد رکھیں کہ مخدرات اور منشیات کے فوائد عارضی اور نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اجوائن خراسانی کی ماہیت میں اطباء کو عموماً اختلاف ہے۔ اس اختلاف کی بنا اس کے ناموں ہی سے شروع ہوتی ہے۔ جیسا کہ عربی محاورہ میں بار بار کا کاف جیم سے بدل جاتا ہے اس لئے بزرالبنج سے تخم بھنگ مراد ہو سکتی ہے تمام ادویہ کے تحقیقاتی مشاہدات سے بلحاظ خواص و اثرات تخم بھنگ اور اجوائن خراسانی آپس میں ملتی جلتی ضرور ہیں لیکن ماہیت میں ایک دوسرے سے جدا۔ اس اصلی اختلاف پر محققین علم الادویہ نے کسی ایک عمود (؟) میں اختلاف کیا ہے اور کاربیخی واقعات بھی ان اختلافات کے شاہد ہیں۔ لہذا کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں دوائیں ابتداء سے مشکوک رہی ہیں بہر کیف اس الجھن سے نکلنے کے لئے۔ اور علم الادویہ کی صحیح ترجمانی کی غرض سے اجوائن خراسانی کو بھنگ خراسانی کہنا درست ہوگا اور بزرالبنج کو تخم خراسانی کہتے ہیں۔

رنگ و ذائقہ	سفید و سیاہ اور سرخ۔ مزہ تیز اور تلخ ہوتا ہے۔
افعال و اثرات	اعصابی عضلاتی شدید یعنی اعصاب میں تحریک، اغذیہ میں تحلیل

اور عضلات میں تسکین دیتی ہے اور کیمیاوی اثرات کی وجہ سے خون میں حرارت اور رطوبت کی کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے

مزاج: سرد تر۔ تیسرے درجے میں۔

خواص :۔ اوّل اول محرک دماغ و اعصاب۔ دافع سوزش جگر و کلیہ اور غدد امعاء و مثانہ۔ دافع صفراء اور مسکن قلب ہے اور بعد میں جب رطوبت جسم پر کثرت سے ترشح پا جاتی ہیں تو مسکن و مخدر اور منوم اثر کرتی ہے۔ انتہائی حالتیں میں مجفف اور دافع مواد ہے

فوائد :۔ ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی دردوں میں تسکین دیتی ہے۔ شدید قسم کی سوزش جگر و کلیہ اور غدود اور اورام میں انتہائی مفید ہے۔ اس لئے سوزش نزلہ زکام و درد سر اور کھانسی و درد سینہ شدید کے لئے مفید ہے۔ درد معاء خصوصاً پیچش اور زحیر خونی کے لئے از حد مفید ہے۔ اسی طرح نقرس اور عرق النساء کے لئے اندرونی اور بیرونی طور پر بطور مالش مفید ہے۔ اس کا روغن مالش کے علاوہ درد کان اور درد دانت میں ایک کامیاب دوا ہے مخدر اور مسکن اثر کی وجہ سے سرعت انزال کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ ایک اچھی ممسک دوا ہے گردوں اور مثانہ میں جب سنگ اور ورم کی وجہ سے شدید درد ہو تو یہ ایک مجرب کی دوا ہے۔

مقدار خوراک :۔ ایک رتی سے چار رتی تک اور مرکبات میں چار رتی سے ایک ماشہ تک استعمال ہو سکتی ہے۔

افیون خراسانی کو کثیر مقدار میں استعمال کرنے یا عرصہ تک متواتر کھاتے رہنے سے اس کے مضر اثرات ظاہر ہوتے شروع ہو جاتے جن میں اسہال و در خناق و درد سر جنون و مالیخولیا، سبات و اختلاط عقل اور ثقل سماعت و ضعف بصر پیدا ہو جاتا ہے۔ اعضا مسترخی ہو جاتے ہیں۔ بدن سرد، اور رنگت زرد ہو جاتی ہے۔ مریض گفتگو کرنے پر قادر نہیں رہتا۔ اگر بہت جلد علاج کی صورت نہ کی جائے تو تھوڑے عرصہ میں ہلاک ہو جاتا ہے ایسی

صورت پیش آئے تو شہد آب گرم میں یا گھی دودھ پلا کر بار بار قے کرائیں۔ جب معدہ صاف ہو جائے تو عضلاتی غدی ملین یا مسہل دیں۔ اگر انتہائی کمزوری ہو جائے تو عضلاتی غدی مقوی استعمال کرائیں۔ ابتدائی حالت میں عضلاتی اعصابی ملین یا مسہل مفید ہو سکتے ہیں۔ اس کی ابتدائی خراب علامات میں منہ سے جھاگ کا آنا۔ زبان کا متورم ہو جانا۔ آنکھوں کی سرخی۔ سانس کی تنگی اور نشہ کی حالت وغیرہ لاحق ہوا کرتی ہے۔

زہر خوردہ مریض کی دوا کے لئے بکری کا نیم گرم دودھ شہد سے میٹھا کر کے دیں۔ شوربہ گوشت نیم گرم استعمال کرائیں۔ یاد رکھیں کہ مریض کو اس وقت تک نیند نہ کرنے دیں جب تک اس کی صحت کا پورا پورا یقین نہ ہو جائے۔ پھر خیال رکھیں کہ مخدرات بغیر انتہائی ضرورت کے دینا منع ہے۔

اندرائن

تعارف: عربی میں حنظل۔ فارسی میں خربوزہ تلخ۔ اردو میں تمہ۔ بنگالی میں اندراین اور انگریزی میں کالوسنتھ کہتے ہیں۔ یہ خودرو جنگلی بیل ہے جس کے پتے خربوزہ کی بیل کی طرح ہوتے ہیں اس کا پھل بھی بالکل خربوزہ کی شکل و صورت کا ہوتا ہے۔ لیکن اس سے بہت چھوٹا اندازہ سیب کے برابر ہوتا ہے اور بھی کئی جنگلی پھل اس شکل و صورت کے ہوتے ہیں مگر اس کی شناخت یہ ہے کہ یہ گیند کی طرح بالکل گول ہوتا ہے البتہ جب خشک ہو جاتا ہے تو پچک جاتا ہے۔ تازہ حالت میں اس کا گودا اس کے چھلکے سے بڑی مشکل سے جدا ہوتا ہے جو رس سے بھرا ہوتا ہے۔ خشک حالت میں اس کے گودے کو جدا کر لیا جاتا ہے جس کو شحم کہتے ہیں۔ اکثر یہی شحم دوا میں مستعمل ہے۔ بعض اطباء اور ویدا اس کے تخم بھی بعض امراض میں استعمال کرتے ہیں اس کے چھلکے کو استعمال نہیں کرتے لیکن ہماری تحقیقات یہ ہے کہ اس کے تمام اجزاء چھلکا و

شحم اور تخم وغیرہ ایک ہی قسم کے اثرات رکھتے ہیں اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ خشک حالت میں تمام پھل کو کوٹ کر سفوف بنا لینا چاہیے اور دوا کے طور پر استعمال کرنا چاہیے۔ تازہ صورت میں اس کا رس و تخم اور چھلکے استعمال کئے جا سکتے ہیں اس کا رب تیار کر لیتے ہیں اس کے چھلکے کو بھی رگڑ دینا چاہیے۔ بلکہ رس نچوڑ لینے کے بعد جو کچھ بچ جائے اس کو بھی خشک کر لینا چاہیے۔ اس میں بھی بہت کچھ اس کا اثر ہوتا ہے۔ اس کا کوئی جزو بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

پیدائش:۔ پاکستان میں اس کی باقاعدہ کاشت نہیں ہوتی اس کی خودرو بیلیں اکثر جنگلوں اور ریگستانوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ میلوں اس کے پھل پھیلے ہوتے ہیں۔ پاکستان کے شمال مغربی و وسطی اور جنوبی علاقوں میں کثرت پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب و سندھ اور ساحل کار منڈل میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس کا پھل موسم سرما میں پکتا ہے اور ماہ دسمبر اور جنوری میں تازہ پھل بازار میں آجاتا ہے جو بہت کم عرصہ رہتا ہے۔ عام طور پر خشک حالت میں سارا سال بازار میں مل سکتا ہے۔ بیرونی ملک سے تجارت کی صورت میں اس کا گودا (شحم) یا رب فروخت ہوتا ہے اور ادویہ میں یہی مستعمل ہے۔

رنگت اور ذائقہ:۔ تازہ پھل زرد رنگ کا ہوتا ہے جس میں سبز رنگ کی چھوٹی چھوٹی خربوزہ کی طرح دھاریاں ہوتی ہیں۔ خشک ہونے پر اس کا رنگ زرد سرخی مائل ہو جاتا ہے۔ تخم سرخ زردی مائل ہوتے ہیں۔ پھول زرد ہوتے ہیں اس کے تمام اجزا کا ذائقہ سخت تلخ ہوتا ہے اور بہت عرصہ تک اس کی تلخی دور نہیں ہوتی۔ تلخی تکلیف دہ ہے۔

مزاج:۔ عام طور پر اس کا مزاج گرم خشک تیسرے یا چوتھے درجے میں گرم اور دوسرے درجے میں خشک لکھا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر گرم زیادہ

اور خشک کم ہو تو گرم خشک نہیں بن سکتا۔ بلکہ گرم تر ہونا چاہئے لیکن اس میں خشکی اس کی گرمی سے بہت زیادہ ہے اس کا مزاج بھی مسلہ طور پر گرم خشک ہے اس لئے گرم دوسرے درجے میں اور خشک تیسرے درجے میں ہے۔ اگر ایسا تسلیم نہ کیا جائے تو مولد صفرا نہیں بن سکتا۔

مقدار خوراک: تازہ ایک ماشہ سے تین ماشہ تک اور خشک دو رتی سے ایک ماشہ تک۔

افعال و اثرات: عضلاتی غدی مسہل ہے یعنی عضلاتی محرک، اعصابی محلل اور غدی مسکن ہے۔ کیمیاوی طور پر ترشی بڑھا کر اس کو صفرا میں تبدیل کرتا رہتا ہے خواص: محرک و مقوی قلب و عضلات۔ محلل اعصاب جاذب رطوبات۔ مخرج بلغم و سودا مسہل۔ بلغم و سودا۔ مولد حرارت۔ دافع نزلہ و زکام اور بخار بارد۔ مدر طمث۔ مخرج جنین اور دافع کثرت بول۔

فوائد: اکثر معالج اندرائن کو مسہل اور مدر طمث وغیرہ بارد علامات میں استعمال کرتے ہیں اور اس کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اندرائن انتہائی محرک اور مقوی قلب و عضلات ہونے کے ساتھ ساتھ مسہل بلغم اور سودا بھی ہے۔

اس کی طاقت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ کچلہ کے مقابلے کی مقوی و محرک قلب و عضلات دوا ہے لیکن کچلہ ایک زہر قاتل ہے۔ مگر اندرائن میں زہریلی علامات کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ چونکہ یہ جاذب رطوبات اور مخرج و مسہل بلغم اور سودا ہے۔ اس لئے جسم میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے اور گاہے کثرت استعمال سے پیچش ہو جاتی ہے اور جس کا علاج مکھن کا استعمال ہوتا ہے۔ اگر تقلیل کی صورت میں استعمال کیا جائے تو بے حد مقوی قلب ہے اس کا مقابلہ عنبر اور دیگر اسی

قبیل کی ذریعے سے کیا جا سکتا ہے۔ گویا قلب کی تقویت کے لئے بڑے اعتماد کی دوا ہے۔ بلغمی اور سوداوی امراض مثلاً مرگی۔ رعشہ۔ فالج لقوہ وجع المفاصل اور عرق النساء کے لئے یقینی دوا ہے۔ گویا مطب کے لئے ایک اکسیری اور انتہائی سستی دوا ہے۔ فرنگی طب اس کے استعمال سے پورے طور پر واقف نہیں ہے اس کو اندرونی طور پر بھی بطور تفریحیہ استعمال کیا جا سکتا ہے اس کے استعمال میں اس امر کا خیال رکھیں کہ یہ دواء خالص استعمال نہ کریں۔ بلکہ ہم وزن قبیل دوا کے ساتھ استعمال کرائیں۔ کیونکہ اندر سوزش ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ شہد یدطب کے خارہا کو پیا اور تجربات میں حنظل کی طرح مسہل میں شریک ہے

اتیس

(تعارف) ہندی میں اس کا نام چتیس اور سنسکرت میں اس کو اتی وشا کہتے ہیں۔ انگریزی میں اکونائٹ ہیٹرفالیم کہا جاتا ہے۔ ایک بوٹی کی جڑ ہے۔ جو ہمالیہ کے ساتھ ہزار سے پندرہ ہزار فٹ کی بلندی پر کثرت پائی جاتی ہے۔ اور گنگابل اور امرناتھ واقع کشمیر میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔ اس کی ڈنڈی سیدھی پتوں والی ایک انچ سے ۱۲ انچ تک لمبی ہوتی ہے۔ اس کے نیچے سے اوپر تک شاخیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ پتے دو سے چار انچ چوڑے پنجوی شکل کے اور گول ہوتے ہیں پھولوں کے گچھوں میں کافی پھول ہوتے ہیں۔ اور نیچے سے بے ترتیبی سے لگے ہوتے ہیں۔ یہ پھول تقریباً ایک انچ لمبے ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ روشن نیلا یا سبز مائل نیلگوں ہوتا ہے۔ اور ان میں اودے اور ارغوانی رنگ کی دھاریاں پڑی ہوتی ہیں۔ پھلیاں پانچ انچ لمبی ہوتی ہیں اور نیچے کی طرف کو جھکی ہوتی ہیں۔ اس کی شکل مخروطی۔ بقدر چھوہارہ ہوتی ہے اور بیش سے مشابہت رکھتی ہے۔ اس لئے اس کو انگریزی میں اکیوناٹ کہتے ہیں لیکن اس میں زہر بالکل نہیں ہوتا گویا بغیر زہر کے میٹھا زہر ہے۔

رنگ و ذائقہ: جڑیں باہر سے خاکی اور اندر سے سفید رنگ کی ہوتی ہیں۔ اس کا ذائقہ نہایت تلخ ہوتا ہے۔

مزاج: خشک دوسرے درجے میں۔ سرد پہلے درجے میں ہوتا ہے۔

افعال و اثرات: عضلاتی اعصابی یعنی عضلاتی تحریک۔ اعصاب میں تحلیل اور غدد میں تسکین۔ کیمیاوی اثرات کی وجہ سے رطوبات کو خشک کرتا ہے۔

خواص: انتہائی قابض و ممسک اور مقوی عضلات باہ۔ دافع سوزش اعصاب و دماغ اور مقوی اعصاب۔ دافع رطوبت۔ مخرج بلغم۔ قاتل کرم وغیرہ

فوائد: ضعف معدہ و امعاء اور پرانے اسہالوں میں مفید ہے۔ نوبتی بخاروں میں بے حد مفید ہے اور اکثر کونین سے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ بلغمی کھانسی میں اکثر فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ آنتوں سے کرم نکالتا ہے۔ اکثر زہروں کا تریاق ہے۔ بے حد خشک ہونے کی وجہ سے مقوی باہ اور ممسک ہے۔ ایک قسم کا ٹانک مقوی ہے اور امراض سینہ کی کمزوری میں مقوی ثابت ہوا ہے۔ چونکہ عضلاتی محرک ہے اس لئے نزف الدم کے لئے بھی مفید ہے۔ خصوصاً بچوں کے لئے زود اثر ہوتا ہے۔

مقدار خوراک: ایک ماشہ اور جوشاندہ میں تین ماشہ سے پانچ ماشہ تک لیں۔

اٹنگن

تعارف: دوا میں تخم مستعمل ہیں۔ ایک بوٹی کے تخم ہیں۔ جو مغز تخم کشنیز سے مشابہ ہیں۔ درخت چھوٹا اور چار پتوں والا ہوتا ہے۔ پتوں میں کلی اور اس کلی میں دو عدد بیج ہوتے ہیں۔

رنگ اور ذائقہ: رنگ خاکی اور ذائقہ میٹھا اور بدمزہ ہوتا ہے

مزاج: تیز گرم اول درجے میں ہوتا ہے۔

افعال و اثرات: اعصابی غدی یعنی اعصابی محرک، غدی محلل اور عضلاتی مسکن

کیمیائی اثرات کی وجہ سے رطوبات کو جذب کر کے اخراج کرتے ہیں۔ ان میں ایک قسم کی اسفنجی کیفیت پائی جاتی ہے۔ یعنی جب ان میں پانی پھر دیا جاتا ہے تو وہ ابھار پکڑ جاتے ہیں۔ گویا رطوبات کا جذب کرنا اس کا خاصہ ہے۔

خواص: مقوی اعصاب۔ دافع سوزش غدد و مقوی باہ۔ مغلظ منی جاذب رطوبات وغیرہ

فوائد: چونکہ جاذب رطوبات ہیں اس لئے سرعت انزال اور سیلان الرحم میں مفید اور مغلظ منی ہیں۔ ہلکا محرک اعصاب ہونے کی وجہ سے مقوی باہ اور رحم ہیں۔ سوزش غدد میں بے حد مفید ہیں اس لئے ممسک ہیں چونکہ غدد میں تسکین دیتے ہیں اس لئے گردوں کی سوزش اور پیشاب کی جلن میں مفید ہیں۔

مقدار خوراک: تین ماشہ سے پانچ ماشہ تک۔

اجوائن دیسی

تعارف: عربی میں کمون ملوکی۔ فارسی میں نانخواہ، سنسکرت میں یوانکا۔ انگریزی میں پٹیلی سیڈ کہتے ہیں۔ اس کا پودا ڈیڑھ فٹ کے قریب اونچا ہوتا ہے، پتے چھوٹے چھوٹے، ڈنک دار، پھول سفید اور گچھوں میں ہوتے ہیں جن میں چھتوں کی شکل کے خوشے لگتے ہیں۔ جب یہ خوشے پک جاتے ہیں تو انہیں کوٹ کر اجوائن نکال لی جاتی ہے۔ اجوائن کے دانے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ پاک و ہند، ایران اور مصر میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔

رنگ و ذائقہ: رنگ زردی مائل بھورا۔ ذائقہ چرپرا۔

مزاج: گرم خشک تیسرے درجے میں۔

افعال و اثرات: غدی عضلاتی یعنی غدد میں تحریک، عضلات میں تحلیل اور اعصاب میں تسکین۔ کیمیائی طور پر خون میں صفراء اور حرارت پیدا ہوتی ہے۔ مقوی روح و حواس اور محرک نفس ہے۔

خواص: مسمن جگر، محلل قلب، مسکن دماغ، مجفف، مفتح سدہ جالی، مشتہی

کاسر ریاح۔ مدر حاملہ۔ قاتل اور مخرج کرم۔ دافع تشنج اور تعفن۔ مسکن الم و سوزش
اور تمام باقی سموم۔ زیادہ مقدار میں ملین۔

فوائد:۔ درد شکم اور ریاح کے لئے بے حد مفید دوا ہے۔ یہ درستی جگر اور کلیہ کے لئے یقینی دوا ہے اور جسم میں ہر قسم کے سدے کھولتا ہے۔ عام طور پر سدوں کے متعلق یہ تصور ہے کہ آنتوں میں سدے ہوتے ہیں۔ لیکن سدوں کی حقیقت سے طبی دنیا اور فرنگی طب ناواقف ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جب غدد میں تسکین ہوتی ہے تو وہاں پر بلغم اور رطوبت غلیظ ہو کر اخراج بند ہو جاتا ہے۔ جس سے ان اعصاب میں مواد رک کر سدے بن جاتے ہیں۔ یہی صورتیں شریانوں کے غدد میں بھی پیدا ہو کر اس میں سدے پیدا ہو جاتے ہیں جس سے امراض قلب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور گردوں کے سدوں کی صورت میں خون کا دباؤ (ہائی بلڈ پریشر) بڑھ جاتا ہے۔ اجوائن ان ہر قسم کے سدوں کو کھولتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریاح، پتھری اور صلابت جگر و تلی اور گردوں کو دور کرتی ہے۔ محلل عضلات ہے، پسینہ لاتی ہے۔ ہر قسم کے بخار دور کرتی ہے اور اس سے جلد کے دانے اور خارش دور ہو جاتی ہے۔ جسم کو گرم کرتی ہے۔ جب جلد کے قریب سدے بن کر وہاں پر خون منجمد ہو کر بہق و برص پیدا ہو جاتے ہیں بے حد مفید۔ معدہ اور امعاء کے غدد اور جگر و گردوں سے رطوبات کا اخراج کر کے بھوک بڑھا دیتی ہے اور ان کے لئے مسخن اور مقوی بھی ہے اور محلل اورام بھی ہے۔ کثرت استعمال سے ضعف قلب اور محلل عضلات پیدا ہوتا ہے۔ وہ دودھ اور منی کی پیدائش کو کم کر دیتی ہے غدی تحریک ہونے کی وجہ سے ادرار بول حارہ اور مدر حیض ہے۔ سردی کے عسر البول میں بے حد مفید ہے۔ چونکہ غدد کے فعل میں تیزی پیدا کر کے صفرا کی پیدائش بڑھاتی ہے۔ اس لئے دافع تعفن اور قاتل کرم ہے۔ تشنجی امراض خصوصاً تشنج

کھانسی کے لئے مفید ہے۔ اس کے اندر ایک قسم کا روغن ہوتا ہے۔ جو انتہائی مسکن اعصاب ہے۔ یہ افیون کے مضر اور زہریلے اثرات کو بہت جلد دور کرتی ہے۔ بیرونی طور پر اس کا تیل یا اجوائن کا لیپ درد، سوزش، زنبور گزیدہ کے لئے سکون پیدا کر دیتا ہے۔ اور زخموں کے تعفن کو روک دیتا ہے۔ اس سے ایک قسم کا ست بنایا جاتا ہے۔ جو اکثر یورپ و امریکہ سے آتا ہے۔ اس کو کسی روغن میں ملا کر تیل بنا لیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے روغن سے عضلاتی ہونا چاہئے۔ اسی قسم کے روغنوں کا نام امرت دھارا اور آب حیات رکھ دیا گیا ہے۔ یاد رکھیں اجوائن دیسی ایک بہتر دمہ کی دوا ہے۔

اذخر

یہ ایک قلمی شاخوں والا پودا ہے۔ اس کی جڑ موٹی ہوتی ہے۔ پتے سرخی مائل، خوشبو تیز، پھول بکثرت آتے ہیں۔ رنگ سفید۔ اس کی جڑ سخت ہوتی ہے۔ یہ درخت اصل کے بالکل مشابہ ہوتا ہے اور اس کی خوشبو قدرے گلاب کی خوشبو سے مشابہ ہوتی ہے۔ عمدہ اذخر وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوتی ہے اس کو اذخر مکی کہتے ہیں۔ فائدہ پھول اور جڑ میں زیادہ ہوتا ہے۔ وطن افریقہ و ہند۔ مکہ کا عمدہ ہوتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ:۔ پودے کا رنگ سفید۔ پتے سرخی زردی مائل۔ پھول قرمزی ارغوانی رنگ کے ہوتے ہیں۔ ذائقہ تیز مائل بہ تلخی۔ مزاج گرم خشک دوسرے درجے میں۔

افعال و اثرات:۔ عضلاتی غدی یعنی عضلات میں تحریک، غدد میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل۔ کیمیاوی طور پر جسم میں صفراء پیدا کرتا ہے اور حرارت بھی پیدا کرتا ہے۔

خواص:۔ محرک معدہ اور قلب، مسکن، وبہ مدر بول و حیض، منضج، خلاف بلغم سرد۔ محلل اورام، کاسر ریاح۔ مقوی معدہ اور [illegible]۔

فوائد: دافع تحریک و تقویت عضلات کے لئے ایک کامیاب دوا ہے۔ اس کے استعمال سے عضلات معدہ میں خاص طور پر تقویت پیدا ہوتی ہے۔ انقباض بڑھتا ہے۔ ریاح کا اخراج ہوتا ہے۔ جو گردے جگر اور غدد کی طرف گرتا ہے خون کا دوران عضلات کی طرف بڑھ کر ان میں تیزی پیدا کر دیتا ہے۔ اس سے بھوک بڑھ جاتی ہے۔ سودا کا اخراج ہوتا ہے۔ جسم میں طاقت پیدا ہو کر تیزی ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی گردوں میں تیزی اور جگر میں بھی تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے ساتھ یہ پتھری کو توڑتی ہے اور طمث کا اخراج کرتی ہے۔ بیرونی طور پر اس کا تیل استعمال کیا جاتا ہے۔ جو دردوں کو فائدہ بخشتا ہے۔

اڑوی | عربی میں اس کو قلقاش اور ہندی میں گھیاں کہتے ہیں۔ ایک قسم کی جڑیں ہیں جو ترکاری کے طور پر استعمال کی جاتی ہے بعض لوگ اس کو گوشت کے ساتھ پکاتے ہیں۔

رنگت اور ذائقہ: اس کا رنگ بھورا ہوتا ہے۔ چھیلنے کے بعد نیچے سے سفید نکلتا ہے۔ ذائقہ پھیکا ہوتا ہے۔ پکانے کے بعد لیس دار ہو جاتا ہے اگر اس کو بھون کر کھایا جائے تو گلے میں سخت چبھن پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے آواز بیٹھ جاتی ہے اور بعض اوقات بند بھی ہو جاتی ہے۔

افعال و اثرات: اعصابی عضلاتی یعنی اعصاب میں تحریک پیدا کرتا ہے۔ غدد میں تحلیل اور عضلات میں تسکین پیدا کرتا ہے کیمیاوی طور پر انتہائی طور پر بلغم اور رطوبت پیدا کرتا ہے۔ مولد مخلط رطوبات اور مخرج رطوبات۔ مخرج بول اور دیگر رطوبات جسم۔ فربہی جسم۔ دافع صفراء حرارت۔ دافع سوزش جگر و کلیہ مفرح قلب اور دافع خفقان قلب ہے مزاج سرد تر۔

خواص: چونکہ شدید قسم کا اعصابی محرک ہے جس سے تمام جسم تر ہو جاتا ہے

رطوبات کا اخراج بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے سوزش معدہ و جگر کے امراض میں انتہائی مفید ہے۔ مثلاً پیشاب کی جلن، پیشاب، سوزش مثانہ، گرمی، شانہ سوزش، نزلہ زکام، سوزش سینہ اور معدہ وغیرہ۔ مقوی باہ، مغلظ منی، دافع ضعف گردہ، کھانسی، دیابیطس، مقوی معدہ، بدن کو فربہ کرتی ہے۔ بلغم اور دودھ پیدا کرتی ہے۔ دافع خراش امعاء و عفونت۔ سینہ و نرخرہ۔ مضر معدہ اور مدر بول۔

ارھر — ایک مشہور اناج ہے جس کو عربی میں دجج، عشا عر اور فارسی میں شاخل کہتے ہیں۔ اس کو دال کے طور پر پکا کر کھاتے ہیں۔

افعال و اثرات — عضلاتی اعصابی، یعنی عضلات میں تحریک، اعصاب میں تحلیل اور غدد میں تسکین پیدا کرتی ہے۔ کیمیاوی طور پر سوداویت کو بڑھاتی ہے۔ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ مقوی عضلات، قابض اور دافع زہر ہے۔ مقوی اعصاب، مقوی اعصاب و دماغ ہے۔

فوائد — حار اور قابض ہونے کی وجہ سے معدہ اور امعاء کو تقویت دیتی ہے اور قبض پیدا کرتی ہے۔ دستوں کے لئے مفید ہے۔ جوڑوں میں سے رطوبات کو خشک کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے۔

ارہر زیادہ تر بطور غذا مستعمل ہے۔ اس کی دال پکا کر کھاتے ہیں۔ اس سے غذائیت کم حاصل ہوتی ہے۔ دیر میں ہضم ہوتی ہے۔ نفخ اور تبخیر پیدا کرتی ہے۔ بعض اطباء ارہر کی پتیوں کا پانی نچوڑ کر چیچک کے آبلوں پر لگاتے ہیں اور افیون کے زہر کو دفع کرنے کے لئے پلاتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو پانی میں پیس کر دو مرتبہ یا تین مرتبہ ضماد کرتے ہیں اور دو سرے روز بالخورہ کو کھجا کر سرسوں کا تیل لگا کر دھوپ میں بیٹھتے ہیں۔ اس طرح دو تین مرتبہ کے عمل سے بالخورہ زائل ہو جاتا ہے اور پھر نکل سکتے سر سے بال نکل آتے ہیں۔

بعض اطبا ، مرگ اور مرکو برگ نیم کے ہمراہ پیس کر اس چھان کر مرض بواسیر کے لئے پینا مفید بتاتے ہیں ۔

اُڑد ایک مشہور اناج ہے جس کی دال بنا کر کھاتے ہیں اس کو ہندی میں ماش کہتے ہیں ۔

رنگت اور ذائقہ : رنگت کے لحاظ سے یہ دو قسم کا ہوتا ہے ۔ سبز اور سیاہ لیکن چھلکا اتر جانے کے بعد ہلکا زرد اور سفیدی مائل یا بالکل سفید ہوتا ہے ۔ ذائقہ شیریں ہے مزاج سبز تر گرم اور سیاہ تر سرد ۔

افعال و اثرات :۔ سبز رنگ اعصابی غدی اور سیاہ رنگ کا اعصابی عضلاتی یعنی اعصابی محرک ، غدی محلل اور عضلاتی مسکن کیمیاوی طور پر خون میں بلغم لعد اور رطوبات مسمن بدن ۔ دیر ہضم ، مدر بول ، ملّین ، مولد مغلظ اور مقوی اور ساتھ ہی مولد شیر بھی ۔

استعمال :۔ عام طور پر اس کو پکا کر غذا کی صورت میں روٹی اور نان کے ساتھ کھاتے ہیں ۔ لیکن تقویت و موٹاپا اور مولد وزن رطوبات کی خاطر اس کا حلوا بنا کر استعمال کرتے ہیں جو مفید ہونے کے ساتھ ساتھ زود ہضم بھی ہو جاتا ہے اور عورتوں میں دودھ کی کثرت کو پیدا کرنے کے لئے دودھ میں ماش کی کھیر بنا کر استعمال کرتے ہیں ۔

لیکن یاد رکھیں کہ جن لوگوں میں رطوبات اور بلغم کی زیادتی ہو اس کے استعمال سے ان کو اکثر نفخ ہو کر پیٹ میں درد پیدا ہو جاتا ہے ۔ حلوا کی صورت میں بھی اس کی مقدار خوراک چھٹانک بھر سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے ۔ اگر زیادہ بھی استعمال کرنے ہوں تو نفخ کی صورت میں مقدار خوراک کم کر دیں ۔

اَروی ایک مشہور پھل ہے جس کو عربی میں قلقاس کہتے ہیں اس کی دو اقسام ہوتے ہیں ۔ ایک گول لمبوترا انڈے کی مانند اور دوسرا گول ٹکی دار ۔

رنگت اور ذائقہ: ترش رنگت میں سبز سرخی مائل۔ شیریں سبز زردی مائل
مزاج ترش تر اور سرد، اور شیریں تر اور گرم

افعال و اثرات:۔ محرک اعصاب غدد مسکن عضلات کیمیاوی طور پر جسم میں خون پیدا کرتا ہے۔ جس میں رطوبت غلیظہ شامل ہوتی ہے۔ مقوی اور مولد خون نفاخ۔ اس کے پتوں کا رس قاتل کرم شکم ہے۔

استعمال:۔ آڑو کو پھل کے طور پر استعمال کرتے ہیں میٹھا آڑو ایک لذیذ پھل ہے اس میں غذائیت بہت زیادہ ہوتی ہے جس سے جسم میں رطوبات کی کثرت اور خون کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے۔ دل میں فرحت پیدا کرتا ہے۔ لیکن زیادہ استعمال کرنے سے نفاخ ہے اور پیٹ میں سے چلبلی کرتا ہے اور بعض اوقات اسہال لگ جاتے ہیں۔ اور شدید قسم کی بدہضمی ہو جاتی ہے۔

ارنڈ

فارسی میں بید انجیر عربی میں خروع اور ہندی میں ارنڈ کہتے ہیں۔ اس کا درخت ایک بڑے قد کا پودا ہوتا ہے جس میں پنجے کی شکل کے پنجہ بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں۔ عام طور پر باغات اور گھروں میں لگائے جاتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس کا پھل ارنڈ دوا کے طور پر مستعمل ہے اور اس کا روغن بھی نکالا جاتا ہے۔ جس کو روغن ارنڈی اور انگریزی میں کسٹر آئل کہتے ہیں۔

رنگت اور ذائقہ: رنگت بھوری زردی مائل۔ پتے سبز۔ خشک ہونے پر زرد۔ ذائقہ کسیلا پھیکا اور روغن سنہری زردی مائل، البتہ آج کل کیمیاوی طور پر رنگ سفید کر دیا جاتا ہے۔

روغن اور تخم کے اثرات و افعال میں صرف اس قدر فرق ہے کہ روغن میں تحلیل کے اثرات تخم سے زیادہ ہیں۔ اور روغن ملین اور بے ضرر ہے لیکن تخم

مسہل اور غدود میں سوزش پیدا کرتا ہے۔
مزاج: تخم۔ گرم تیسرے درجے میں اور تر پہلے درجے ہیں۔ روغن گرم دوسرے درجے میں اور تر تیسرے درجے ہیں۔
افعال و اثرات: محرک غدد، محلل عضلات، مسکن اعصاب، کیمیائی طور پر صفراء اور حرارت پیدا کرتا ہے اور صفراء کا اخراج بھی کرتا ہے۔
خواص: لین جگر و غدد، مولد حرارت اور صفراء، دافع ریاح اور بلغم، محلل اور مسکن اورام اور اوجاع۔ دافع صلابت تخم مسہل قوی اور روغن ملین۔ مخرج کرم شکم۔ تریاق۔ سانپ اور دیگر جانور۔ یہی اثرات بہت کم مقدار میں پتوں اور کونپلوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔
استعمال: دائمی قبض اور نزلہ میں بے حد مفید ہے اور جب عضلات میں سوزش سے نزلہ و زکام اور رعشہ کھانسی اور دمہ ہو جائے تو اس کا استعمال بے حد مفید ہے۔ اس کے علاوہ درد شکم، پیٹ میں پانی اور جوڑوں کے درد وغیرہ کے لئے بے حد مفید ہے جسم کی سختی اور تناؤ کو کم کرنے کے ساتھ ساتھ پٹھوں کے درد کو بھی دور کر دیتا ہے جسم میں کسی جگہ بھی عضلات میں ورم یا پھوڑے ہوں ان کو تحلیل کرتا ہے اور ان کے درد کو دور کرتا ہے۔ بیرونی طور پر بھی اس کا یہی اثر ہے اور یہ جلا دیتا ہے۔ چہرے کی رنگت کو نکھارتا ہے اس کے علاوہ حلق اور پیٹ کے عضلات کے اورام پر بہت مفید اثر کرتا ہے۔ اس کی قلیل مقدار کا مسلسل استعمال معدے کے پھوڑے اور کینسر کے لئے ایک شافی علاج ہے۔

سانپ کے زہر کو دور کرنے کے لئے اس کی کونپلوں اور پتوں کو پیس کر پلانا اکسیر ہے۔ مطب میں یہ ایک معرکے کی دوا ہے۔ کبھی طب کو اس سے

خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ اس کا روغن بطور مالش بے حد مفید ہے۔ اس کا روغن دیگر تیلوں میں ملا کر سر پہ ملنے سے بال مضبوط اور لمبے ہوتے ہیں۔ اور کثرت استعمال سے بال بہت خوش رنگ ہو جاتے ہیں

ادرک عربی میں زنجبیل (رطب) زنجبیل جالیس کو سونٹھ کہتے ہیں یہ ایک قسم کی مشہور جڑ ہیں ہیں یہ پاکستان ہندوستان اور دیگر ممالک میں پائی جاتی ہے۔

رنگت اور ذائقہ:۔ اس کی رنگت زرد مٹیالی خاکستری ہوتی ہے اور ذائقہ چرپرا

افعال و اثرات:۔ غدی اعصابی۔ غدد میں تحریک۔ عضلات میں تحلیل اعصاب میں تسکین۔ کیمیائی طور پر خون میں صفراء اور حرارت پیدا ہوتی ہے۔

خواص:۔ محرک اور مقوی جگر اور گردے۔ محلل غذا، وسوزش عضلات مسکن اعصاب و دماغ۔ مولد صفراء۔ ومخرج صفراء مقوی باہ۔ مولد حرارت غریزی۔ جالی مشتہی۔ محلل اور رحم کا سرد ریاح۔ مدر حاد۔ قاتل کرم اور دافع تعفن اور مقوی جسم

فوائد:۔ اس کا رنگ اجوائن کے رنگ کے ساتھ ملتا جلتا ہے اور خواص بھی تقریباً اس کے ساتھ ملتے ہیں۔ مگر اس میں ایک رطوبت فضیلہ ہوتی ہے جس سے اس میں جلس ٹوٹ جاتا ہے جو اجوائن میں پایا جاتا ہے۔ یہ صفراء کو پیدا بھی کرتی ہے اور خارج بھی کرتی ہے۔ اجوائن کی طرح اس کا فرق دیگر چرپری ادویات کے ساتھ بھی کر لینا چاہیے۔

میری رائے میں اس کا مزاج تمام چرپری دواؤں کے مقابلے میں معتدل ہے۔ یعنی ایک طرف غدی عضلاتی چرپری ادویہ جن میں سرخ مرچ اور جمال گوٹے تک شریک ہیں۔ دوسری طرف غدی اعصابی ادویہ جن میں سیاہ مرچ اور زیرہ سیاہ تک شریک ہیں جو اعلیٰ الغ کرمے کے مقابلہ میں لطیف ہیں

قرآن شریف میں اس کے متعلق آیا ہے۔ کان مزاجھا زنجبیلا جب کہ ایک چشمے کا ذکر آتا ہے جس کا مزاج اور میلوتی زنجبیلی ہوگی۔ گویا اس میں ایک قسم کا چرچراپن ہوگا اور دیگر ہر قسم کی چرچری ادویہ بھی اس کے تحت آجاتی ہیں جن میں خاص طور پر مرچ سرخ، پیاز، لہسن، دارچینی، لونگ، ہری مرچ۔ ٹماٹر، سیاہ مرچ، زیرہ سیاہ، زیرہ سفید اور دھنیا خشک وغیرہ وغیرہ بسبب ادویہ مزاجوں کی کمی بیشی کے ساتھ چرپرے ذائقے میں شریک ہیں۔

استعمال :- جسم انسانی میں چونکہ حرارت کی پیدائش کا تعلق جگر کے ساتھ ہے اور حرارت ہی جسم میں ہضم و تحلیل غذا اور صحت و نشوارتقا کا کام کرتی ہے۔ اس لئے جو ادویہ جسم میں حرارت پیدا کرتی ہیں۔ ان میں ادرک اول جگر پر عمل پیدائش حرارت دیتا ہے۔ اس سے جگر اور دیگر غدد کے افعال تیز ہو جاتے ہیں حرارت کی پیدائش بڑھ جاتی ہے عضلات کی سوزش ختم ہو کر اس میں گرمی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ دل پوری طاقت سے کام کرتا ہے۔ اعصاب میں تقویت آنی شروع ہو جاتی ہے جس کے ساتھ دماغ میں ذہن اور حافظہ بڑھ جاتا ہے ادرک چونکہ محرک غدد ہے اور وہاں پر انقباض پیدا کرتا ہے۔ جس سے اس میں تیزی آنی شروع ہو جاتی ہے اور طاقت بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے مقوی وبہی ہے۔

غلط فہمی : بعض اطباء نے لکھا ہے کہ چونکہ ادرک میں رطوبت فضیلہ ہوتی ہے اس لئے یہ کسی حد تک ریاح بھی پیدا کرتی ہے۔

درامل یہ خیال بالکل غلط ہے۔ جو دوا یا غذا حرارت یا صفراء پیدا کرتی کرتی ہے۔ وہ ریاح ہرگز ہرگز پیدا نہیں کرسکتی۔ چاہے اس میں کتنی بھی رطوبت فضیلہ کیوں نہ پائی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ دوا جو کسی عضو کے سیدہ

موجد عضو جو سبب اس میں تحریک پیدا کرتی ہے تو وہ تحریک انقباض کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ وہ انقباض وہاں پر ریاح پیدا کر دیتا ہے اور اس انقباض کو جو اس عضو کے انقباض سے پیدا ہوتا ہے اس دوا کے ذمہ لگایا جاتا ہے۔

یاد رکھیں کہ ادرک بجائے خود دست کا سر ریاح ہے۔ دافع ترشی ہے اور ملین ہے۔ اسی وجہ سے ریاح شکم اور درد شکم اور درد سینہ میں بے حد مفید ہے۔ اس مقصد کے لئے پیس کر سرسوں کے تیل میں ملا کر یا بغیر تیل کے خشک ادرک کا مقام درد پر مالش کرنے سے آرام ہو جاتا ہے۔ چونکہ ادرک محرک غدد ہے اس لئے ادرار بول اور اخراج پتھری کے لئے بے حد مفید ہے۔ چونکہ دافع ترشی ہے اس لئے نقرس میں بھی بے حد مفید مانا گیا ہے اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے استعمال سے جسم میں رفتہ رفتہ حرارت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ آنکھوں میں طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور بینائی بڑھ جاتی ہے۔

اسارون

التعارف:- عربی میں "تگر" کہتے ہیں۔ ایک بوٹی ہے جس کے پتے خشک پان کے پتوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اس کے پتے زیادہ چھوٹے اور نہایت گول ہوتے ہیں اس کا پھول میلے رنگ کا پتوں کے بیچ میں اس کی جڑ کے پاس ہوتا ہے۔ اس کے بیج کبر سے اور قرطم کے مانند ہوتے ہیں اس کی جڑیں باریک گرہ دار اور خوشبودار ہوتی ہیں ان کی گرہیں بے قاعدہ ہوتی ہیں۔ یہ افریقہ اور یورپ سے آتی ہیں اور یہی جڑیں دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

رنگت اور ذائقہ:- جڑوں کا رنگ مائل بہ زردی یا کسی کا رنگ بھورا ہوتا ہے۔ پھول نیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔ ذائقہ چبانے پر کسی قدر تلخ ہوتا ہے

مقدار خوراک ۲ سے ۵ ماشہ تک۔

مزاج:۔ گرم تیسرے درجے میں اور خشک دوسرے درجہ میں اور بعض اس کی خشکی بھی تیسرے درجہ میں خیال کرتے ہیں۔

افعال و اثرات:۔ غدی اعصابی یعنی غدد میں تحریک، عضلات میں تحلیل اور اعصاب میں تسکین۔ کیمیاوی طور پر جسم میں صفراء پیدا ہوتا ہے۔

خواص:۔ مولد اور مخرج صفراء، محلل عضلات، مفتح سدہ، مقوی دماغ اور اعصاب، مدر بول، حابس اور بعض محرک کلیہ و جگر اور مسہل۔

چونکہ مفرد اعضاء کو مدنظر رکھتے ہوئے خواص ادویہ بیان نہیں کئے گئے اس لئے کتب میں اکثر غلطیاں ہیں۔ مثلاً گرم دوا کو مقوی بھی اور محلل بھی لکھا ہے اور جہاں کہیں مقوی لکھا ہے وہاں پر مقوی اعصاب ہی کو مدنظر رکھا ہے اسی طرح صرع، ولقوہ، فالج، استرخاء اور نسیان میں بغیر کسی عضو خاص کو مدنظر رکھتے ہوئے مفید لکھ دیا گیا ہے۔ اس طرح کے خواص کبھی طالب علم کے لئے مفید نہیں ہو سکتے۔

جاننا چاہیئے کہ چونکہ یہ دوا محرک جگر اور غدد ہے اس لئے قلب اور عضلات کی سوزش اور دردوں کے لئے مفید ہے بلکہ زخموں کو مندمل کر دیتی ہے۔ اس لئے عضلات کی سوزش، زخم اور ورم و دردوں کے لئے مفید ہے یعنی اپنی گرمی سے اس کی سختی کو تحلیل کر دیتی ہے۔ اسی طرح جسم میں جہاں جہاں پر عضلات میں دباؤ اور سوزش ہوتی ہے اس کو رفع کر دیتی ہے جو فالج عضلات کی تحریک سے ہو اس کیلئے مفید ہے چونکہ محرک جگر اور غدد ہے اس سکون جگر و کلیہ اور غدد میں تحریک پیدا کر کے ان میں تیزی پیدا کر دیتا ہے جس سے عظم جگر، طحال، عرق النساء اور وجع المفاصل میں مفید ہے۔ ایسی صورت میں مدر بول اور حیض بھی ہے۔ اکثر کتب میں اس کو ورم جگر کے لئے مفید لکھا ہے۔ ورم کے لئے مفید نہیں ہے بلکہ اس کو زیادہ

کر دیتا ہے۔ ہمیشہ یہی مقام کے ورم اور عظم میں فرق معلوم کرنا چاہیے۔ چونکہ مسکن دماغ اور اعصاب ہے اس لئے وہاں کی سوزش دورگرنے کے تقویت کا باعث ہوتی ہے۔

چونکہ جگر وغدد سے اس کا تعلق اعصاب کے ساتھ ہے اس لئے مفتح جگر ہے یعنی صفراء پیدا کر کے اس کا اخراج بھی کرتی ہے اس لئے جسم کی نالیوں کے عضلاتی حصوں کے سکیڑ کو پھیلا دیتی ہے اور اس کے راستے کھل جاتے ہیں۔ اور اس طرح دوران خون میں باقاعدگی اور دیگر مواد کے اخراج میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے مرگی جیسے امراض میں بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔

اسطوخودوس تعارف:۔ ایک بوٹی ہے جس میں سرخ رنگ کے کانٹے ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے پتے لمبے ہوتے ہیں اس کے پتے برگ صعتر سے مشابہ ہوتے ہیں۔ اس کو دھارو بھی کہتے ہیں۔ اس کے کانٹے پہاڑی پودینہ کے کانٹوں کی مانند ہوتے ہیں۔

اسطوخودوس دراصل سخادوس یا ستخادوس کا معرب ہے۔ سخادوس۔ یا ستخادوس ملک یونان کا ایک جزیرہ ہے چونکہ اس جزیرہ میں یہ گھاس تمابوئی اگتی ہے اس لئے اسی کے نام سے نامزد ہو گئی ہے۔

اس کے پھولوں کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے۔ کہ حکیم نجم کبیر الدین جیسے مشہور مصنف طبی کتب کی اپنی تحریروں میں اختلاف ہے ان کی ایک کتاب "علم الادویہ نفیسی" جو نومبر ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی ہے لکھا ہے کہ افتیمون کی مانند اس کو پھول نہیں لگتے۔

ان کی ایک اور کتاب "کتاب الادویہ" جو ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی ہے اس میں لکھتے ہیں کہ پھول بکثرت گچھوں میں لگتے ہیں اور ان سے کافور کی مانند بو آتی ہے

اس کے خشک شدہ پتے اور پھول بطور دوا کثرت مستعمل ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دونوں کتابیں ایک ہی ادارہ دفتر المسیح قرول باغ دہلی سے صرف پانچ سال کے وقفہ کے بعد شائع ہوئی ہیں۔

ایک اور کتاب "جامع الادویہ" بنام بستان المفردات المشہور مخزن المفردات مع خواص الادویہ ویدک یعنی مشہور ایورویدک کتاب نگھنٹو اور میٹریا میڈیکا شامل ہیں۔ یہ کتاب ۷۲۰ صفحات کے فل سکیپ سائز پر شائع ہوئی ہے اس کے مصنف و مولف جناب حکیم مظفر حسین صاحب اظہر دہلوی ہیں۔ اس میں ایورویدک مضامین شری بیان مکند لال جی وید لاہور کی طرف سے امداد ہے۔ یہ کتاب ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی ہے جس کے ناشر الیس رفیق احمد اینڈ سنز تاجران کتب چوک متی لاہور ہیں۔ اس میں تحریر ہے کہ یہ پودا جنگلوں اور پہاڑوں میں اگتا ہے مرطوب زمین پر۔ ڈنڈی ایک ہاتھ لمبی اور کھردری ہوتی ہے اس کے پھول سے خوشے نکلتے ہیں اور پتے گچھوں کی شکل میں۔ خوشہ جو کی بالی کی مانند ہوتا ہے مگر بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ بہر حال بہت دلچسپ اختلاف ہے۔

رنگت اور ذائقہ: شاخیں تانبی رنگ کی اور کانٹے سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ ذائقہ میں ہلکی تیزی اور ہلکی تلخی پائی جاتی ہے۔

مزاج: پہلے درجے میں گرم اور دوسرے درجے میں خشک ہے۔

افعال و اثرات: عضلاتی اعصابی یعنی عضلات میں تحریک غدد میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل پیدا کرتا ہے۔ کیمیاوی طور پر بلغم کو غلیظ کر کے خشک کرتا ہے اور جسم میں سوداء کی پیدائش کو بڑھاتا ہے۔

خواص: محرک قلب و عضلات۔ محرک معدہ و کشش حابس و مغلظ بلغم اور رطوبت منفج و محلل اور محلل و منقی۔ دماغ و اعصاب۔ مسکن جگر و غدد مولد صفراء

قاطع صفراء قابض۔

فوائد:- چونکہ محرکِ قلب و عضلات اور مغلظ و منقی بلغم ہے۔ اس لئے نزلہ و زکام اور بلغم و رطوبت کی زیادتی روکنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

چونکہ محلل دماغ و اعصاب ہے اس لئے زیادہ تر دماغی و اعصابی امراض میں مفید ہے جو سردی سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے فالج و لقوہ اور صرع و نسیان وغیرہ جو دماغی اور اعصابی سردی کو رفع کر کے طاقت بخشنے اور ان کے فضلات سے پاک صاف کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔ اسی طرح سردی کے اعصابی درد اور وجع المفاصل کو تسکین دیتا ہے چونکہ یہ بالخاص دماغ کا بہت عمدہ تنقیہ کرتا ہے اس لئے مالیخولیا میں بھی بہت فائدہ بخشتا ہے۔ مقوی طحال ہونے کی وجہ سے عظم طحال میں مفید ہے۔

غلط فہمی:- اکثر کتب میں اس کو گرم مزاج اور دافع سودا اور صفراوی مزاج والوں کے لئے مضر لکھا ہے۔ یہ تینوں باتیں غلط ہیں کیونکہ جو چیز محرک قلب و عضلات اور منقی دماغ و اعصاب ہو وہ جب تک مولد ریاح نہ ہو وہ کام نہیں کر سکتی۔

یاد رکھیں کہ تمام گرم مزاج ادویہ میں حرارت زیادہ ہوتی ہے اور خشکی بہت کم یا بالکل نہیں ہوتی۔ یہی صورت سودا میں پائی جاتی ہے۔ سودا کے معنی خراب خون کے نہیں ہیں بلکہ خون کے گاڑھے پن کو کہتے ہیں۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ صالح سودائی اغذیہ اور ادویہ ہی مقوی خون ہوتی ہیں۔ مثلاً فولاد مقوی خون ہے۔ یہ صرف خون پیدا کرتا ہے بلکہ خون کو گاڑھا بھی کرتا ہے۔ اس لئے عضلاتی اعصابی ہے۔ سودا کے نام سے گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ سودا بلغم اور رطوبت کو خشک اور غلیظ کر کے خون میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ جو ادویہ اور اغذیہ سودا پیدا کرتی ہیں

وہ کبھی بھی صفراء نہیں پیدا کرتیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جب صفراء پیدا ہوتا ہے تو سودا ختم ہو جاتا ہے یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ پیاس کی زیادتی ہمیشہ صفراء سے پیدا ہوتی نہیں۔ اکثر جسم میں خشکی اور سوزش سے پیدا ہوتی ہے۔ جن کے باعث اکثر ترشی ہوتی ہے یہی ترشی زیادہ تر عضلات کی تحریک کا باعث ہوتی ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اسطوخودوس تنقیہ دماغ کے لئے ایک نہایت ہی عمدہ دوا ہے عصبی امراض میں مختلف صورتوں میں مستعمل ہے مخصوصاً صداع دوار کے لئے یہ بالخاصہ مفید ہے۔ اس کے استعمال سے دماغ کی باریک نالیاں صاف ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس کی مداومت ایسے تمام دماغی امراض کے لئے بھی بہترین علاج ہے۔ جو دماغ کے مکدر ہونے یا دماغی مجریوں کے مسدود ہونے سے واقع ہوں۔ مثلاً مرگی، سکتہ، بیہوشی اور اختلاط عقل وغیرہ وغیرہ۔

دراصل اس کے اثرات دوائیہ تسکین ان عصبی بیماریوں کے لئے مفید ہیں جو غلبہ رطوبت سے واقع ہوں اس کے استعمال کا یہی صحیح مقام ہے اس لئے اس کو زیادہ تر اطریفل میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا مشہور مرکب اطریفل اسطوخودوس ہے جس میں اسطوخودوس کے ساتھ پوست ہلیلہ زرد، پوست ہلیلہ کابلی، پوست آملہ، عود صلیب اور کشوت وغیرہ شامل ہیں۔

اڑوسہ

عربی میں خرتۃ السعال اور فارسی میں بانسہ کہتے ہیں۔ اس کی جھاڑی چار یا پانچ فٹ بلند ہوتی ہے پتے پانچ چھ انچ لمبے اور اڑھائی تین انچ چوڑے ہوتے ہیں۔ اس کی شاخیں بہت سی ہوتی ہیں جو زیادہ تر چوٹی سے آگے کو پھیلی ہوئی ہیں پتے آم کے پتوں جیسے ہوتے ہیں لیکن نرم و نازک ہوتے ہیں، اور ان کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ بہت سے پھول ایک ساتھ اکٹھے ہو کر

گچھوں کی شکل میں نکلتے ہیں۔ پھول کے نیچے کے تونٹی دار حصے میں ہلکی نفیس شیرینی ہوتی ہے جو ذائقہ میں شہد کی مانند ہوتی ہے۔ مکھیاں زیادہ تر اسی کو چوستی ہیں۔ بیج کھٹلی اور مضبوط ہوتی ہے پھل جنگلی گولر کی مانند ہوتے ہیں لیکن اس سے چھوٹا ہوتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ہر ایک حصے میں دال کی لعبر کے برابر لیکن اس سے باریک تخم نکلتے ہیں۔

اڑوسہ پاک و ہند میں تقریباً ہر جگہ ملتا ہے۔ خصوصاً دامن کوہ میں اس کی جھاڑیاں بکثرت ہوتی ہیں۔ پنجاب میں ضلع کانگڑہ کے گرم پہاڑی علاقے میں ریاست جموں میں راولپنڈی اور پنجہ صاحب کے گردو نواح میں بکثرت ملتا ہے دہلی کے گردو نواح میں اس کی بہت سی جھاڑیاں ہیں۔

اقسام:۔ اڑوسہ اپنے پھولوں کے رنگ کی وجہ سے دو قسم کا ہوتا ہے۔ جس کے پھول سفید رنگ کے ہوتے ہیں اور جس کے پھول پیلے رنگ کے ہوتے ہیں وہ پیلا اڑوسہ کہلاتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ: پتے سبز رنگ کے۔ پھول سفید یا زرد رنگ کے اور ذائقہ شیریں۔ لیکن تلخی لئے ہوتے۔

مزاج: گرم تر دوسرے درجے میں۔

افعال و اثرات:۔ غدی اعصابی یعنی غدد میں تحریک اعصاب میں تسکین اور عضلات میں تحلیل:۔

مقدار خوراک:۔ ایک ماشہ سے تین ماشہ تک سفوف کی صورت میں پانچ ماشہ تک جوشاندہ کی صورت میں۔

خواص: مولد اور مخرج صفراء۔ دافع سودا اور مخرج غلیظ بلغم: قاتل کرم اور حابس دم اور مصفی خون۔ دافع حرارت اور تنگی تنفس:۔

فوائد:- نزلہ وزکام، کھانسی دمہ اور دق وسل کے لئے ایک مایہ ناز اور یقینی دوا ہے۔ یہ امر پھر ذہن نشین کرلیں کہ دق وسل سوزش غدد اور غشائے مخاطی ہے۔ اگر سینہ کی غشائے مخاطی میں سوزش ہو تو دق وسل پھیپھڑوں کا کہلاتا ہے اور اگر آنتوں کی غدد میں سوزش ہو تو آنتوں کا دق وسل کہلاتا ہے۔ اسی طرح باقی تمام جسم کے غدود اور غشائے مخاطی میں جہاں جہاں سوزش اختیار کر جائے تو یہ اس عضو کا دق وسل ہوگا۔ جو دوائیں دق وسل یا ان کی علامات میں مفید ہیں وہ غدود اور غشائے مخاطی کی غدود کو خاص طور پر جگر کی سوزش کو دور کرتی ہے، ان میں سے اڈوسہ بھی ایک بھروسہ کی دوا ہے۔ اس کے علاوہ جو امراض جگر، گردے اور آنتوں کی سوزش یا باقی جسم میں غشائے مخاطی کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں ان کے لیے یہ دعوی کی دوا ہے۔ اس لئے ہر قسم کے نزلہ و زکام اور کھانسی، دق وسل اور دماغی امراض میں بے حد مفید ہے۔

بعض لوگ اس کو کالی کھانسی میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن کالی کھانسی میں یہ اس صورت میں مفید ہوتی ہے کہ اس کو جلا کر اس کی راکھ بنائی جائے وہ راکھ انجیر کے شربت کے ساتھ چٹائی جائے

پیلا بانسہ جو کانٹے دار جھاڑی کی شکل میں ہوتا ہے۔ زیادہ تر بمبئی، مدراس آسام اور سلہٹ میں پایا جاتا ہے۔ کوہ ہمالیہ کی ترائی اور کوہ مری میں پیدا ہوتا ہے اس کے پتے بھی عام بانسہ کی طرح ہوتے ہیں۔ لیکن زیادہ نوک دار ہوتے ہیں۔ زرد پھول کی وجہ سے اس میں حرارت زیادہ ہوتی ہے اور مفید بھی زیادہ ہوتا ہے اور قبض کی صورت میں یہ سفید بانسے سے زیادہ نفع بخش ہے لیکن جب پیچش کی صورت ہو تو سفید بانسہ ہی زیادہ مفید ہے۔ بعض جگہ نیلے اور سرخ رنگ کا بھی اڈوسہ پایا جاتا ہے۔ ان دونوں میں حدت کم ہے لہذا پتے اگر اچھا

میں بعض بگڑے سے بہت کم زائد ہے۔ سرخ مفید نہیں ہے۔ البتہ کالی کھانسی میں اس کا فائدہ نظر آتا ہے۔

مرکبات:۔ ضرورت کے مطابق اس کے کئی مرکبات بنائے جا سکتے ہیں مثلاً عرق، شربت، نمک، گلقند اور سفوف کو بھی استعمال کرایا جا سکتا ہے۔ پرانی ایلوپیتھک کتابوں میں بالسہ کا گھی اور لوک بالسہ بنانے کا ذکر آتا ہے۔ اس کا عرق مفید ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا نسخہ درج ذیل ہے۔

نسخہ:۔ بالسہ کے پتوں کا رس چار سیر، کھانڈ ایک سیر، فلفل دراز ایک پاؤ، تھی پانچ سیر ان سب کو دھیمی دھیمی آگ پر پکائیں جتنی کہ شہد کی طرح قوام گاڑھا ہو جائے۔ پھر اس کو اتار کر ٹھنڈا کر لیں اور اس میں ایک سیر خالص شہد ملا دیں۔ خوراک چھ ماشے سے ڈیڑھ تولہ تک۔ دق و سوزش پھیپھڑا جو خاطی کی کھانسی خون کا آنا، پھیپھڑوں سے خون کا آنا اور دمہ میں بے حد مفید ہے۔ یہ نسخہ بھوپ کاش چر بت کا ہے۔

بیرونی طور پر زخموں کی خارش اور آنکھوں کی دکھن کے لئے بے حد مفید ہے۔ بیان ہے کہ پہلا بالسہ ناسور کے لئے بھی مفید ہے اس کے جوشاندہ سے زخموں اور آنکھوں کو دھونا بے حد مفید ہے اور سخت قسم کے پھوڑوں اور ناسور کے لئے اس کا پلسٹر باندھنا یقینی علاج ہے۔

آس اس کو مورد بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک لمبا سا درخت ہوتا ہے۔ جو عموماً گرم ممالک میں پایا جاتا ہے اور ہر موسم میں سرسبز رہتا ہے۔ اس کے پھل اور پتے بطور دوا مستعمل ہیں اس کے پھل سیاہ مرچ سے کسی قدر بڑے ہوتے ہیں۔ اس میں آٹھ دس چکنے تخم ہوتے ہیں اور یہی تخم حب الآس کے نام سے مشہور ہیں اور پتوں کو ورق آس یا برگ مراد کہتے ہیں۔

رنگت اور ذائقہ: پھول سفید اور خوشبودار ہوتے ہیں اور پھل سیاہ لیکن پکنے کے بعد کھٹے ہو جاتے ہیں۔

مزاج: خشک سرد۔

افعال و اثرات: عضلاتی اعصابی یعنی عضلات میں تحریک، غدد میں تسکین اعصاب میں تحلیل کیمیاوی طور پر جسم میں بلغم غلیظ پیدا کرتا ہے۔

خواص: مقوی قلب و کشش اور عضلات۔ مقوی معدہ اور امعاء قابض اور حابس۔ حابس خون و پسینہ مسکن حرارت و مجفف اور مقوی بال۔

فوائد: چونکہ محرک عضلات ہے اس لئے دل کے دھڑکنے اور سانس کے پھول جانے میں نہایت مفید ہے اور اسی طرح سوزاک اور آنتوں کی کمزوری میں جبکہ غذا کھانے سے ہضم نہ ہو یا کھانے کے ساتھ ہی اسہال آجائیں یہ دوا بے حد مفید ہے۔ جب بلغم کے دباؤ سے کوئی شریان پھٹ جاتی اور خون آجائے تو اس کے استعمال سے وہ دباؤ دور ہو جاتا ہے جب اعصاب میں تیزی سے اگر آنتوں میں درد یا سر میں درد ہو تو اس کے اندرونی و بیرونی دونوں استعمال سے فائدہ فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ اگر جسم میں رطوبات کی کثرت سے بغلوں اور اسی قسم کے دیگر مقامات پر رطوبت کی زیادتی ہو تو اس کے اندرونی بیرونی استعمال سے دور ہو جاتی ہے۔ ہر قسم کے اسہال و پسینہ اور ہر قسم کے سیلان کو بند کرتا ہے۔ یعنی اس سے جسم میں جو رطوبات غلیظہ پیدا ہو جاتی ہیں یہ ان کو جذب کرتا ہے۔ اس کے پتوں کی راکھ کھانسی خصوصاً بلغمی کھانسی میں بے حد مفید ہے۔ بیرونی طور پر رطوبات کو جذب کرتا ہے مسامات کو کھولتا ہے اور وہاں کے اعضاء کو مضبوط کرتا ہے۔ اسی وجہ سے بالوں کے لئے مفید ہے ان کو سیاہ رکھنے اور بڑھانے میں بہت مدد کرتا ہے بالوں کو سیاہ کرنے کے لئے اس کو خضاب میں

میں شامل کرتے ہیں۔ اس کا مشہور مرکب شربت حب الآس ہے تقویت قلب و معدہ اور اسہال کے ساتھ ساتھ خون آنے کو بھی روکتا ہے۔

اسپغول اس کو عربی میں بزر قطونا اور فارسی میں اسفیوش کہتے ہیں یہ ایک چھوٹا سا پودا ہوتا ہے۔ جو تقریباً ایک ہاتھ اونچا ہوتا ہے اس کے پتے چڑیا کی زبان کی مانند ہوتے ہیں اور بارتنگ کے پتوں سے مشابہ ہوتے ہیں اس بوٹی کے چھوٹے چھوٹے تخم ہوتے ہیں جن کی شکل کشتی نما ہوتی ہے۔ اس کے چھلکوں کو سبوس اسپغول کہتے ہیں۔

رنگت اور ذائقہ: یہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک سفید سرخی مائل اور دوسرا کچھ سرخی مائل ہوتا ہے ذائقہ پھیکا ہوتا ہے۔

مزاج: سرد تر دوسرے درجہ میں۔

افعال و اثرات: اعصابی عضلاتی یعنی اعصاب میں تحریک غدد میں تحلیل اور اعصاب میں تسکین کیمیاوی طور پر جسم میں سرد رطوبت پیدا کرتا ہے۔

خواص: محرک اعصاب مولد بلغم۔ مسکن معدہ امعاء دافع حرارت۔ دافع صفراء۔ مدر بول اور ملین

فوائد: چونکہ رطوبات بارد کثرت سے پیدا کرتا ہے اور حرارت کو انتہائی طور پر خارج کرتا ہے اس لئے دل کی گھبراہٹ۔ سوزش معدہ۔ سوزش امعاء کے لئے بہت مفید ہے۔ اس کے استعمال سے گردوں اور آنتوں کے زخم بہت جلد اچھے ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر گردوں اور آنتوں سے خون اور پیپ بھی آتی ہو تو بہت تھوڑے عرصہ میں یہ تکلیف رفع ہو جاتی ہے جن لوگوں کو گرمی کی زیادتی سے خشکی کے ساتھ قبض ہو تو ان کے لئے ایک اچھا ملین ہے۔ لیکن جب اس کے استعمال سے بھوک بند ہونی شروع ہو جائے تو اس کا

استعمال بند کر دینا چاہیئے۔ البتہ غدی بخاروں میں پیاس کی شدت کو کم کرنے کے لئے اس کا لعاب نکال کر پلانا مفید ہے۔ بعض لوگ اس کو بیرونی طور پر اورام کے درد کو دور کرنے کے لئے استعمال کراتے ہیں۔

لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ اس کا استعمال غدی اورام اور غشائے مخاطی کی سوزش کے لئے ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے اور وہ بھی ابتدائی صورت میں۔ بادے مقصد کے لئے خاص طور پر حمرہ، نملہ اور جمرہ وغیرہ کی تحلیل اور تسکین کے لئے ضماد مفید ہو سکتا ہے۔ چونکہ یہ غشائے مخاطی سوزش کو رفع کرتا ہے۔ اس لئے اس کی سوزش سے جو کھانسی ہو اس کے لئے مفید ہے۔ اس کے علاوہ سوزشی نزلہ و زکام اور حلق کے لئے بھی مفید ہے

نوٹ:۔ عام طور پر سبوس اسپغول بازار میں فروخت ہوتا ہے اور وہی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں اکثر ملاوٹ ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لئے چاول کے چھلکے بھی کر ملا دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے اس کو بازار سے احتیاط سے خریدنا چاہیئے۔

سبوس اسپغول کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسپغول بہیں تولے لے لیں اس پر تھوڑا سا پانی چھڑک کر اسے نمناک کر لیں۔ نصف گھنٹہ کے بعد ہاون دستہ سے نرم کوٹ کریں۔ نیم کوب ہونے پر نکال لیں اور چھلکا چھانٹ کر الگ کر لیں یہ اصل رشدہ سبوس اسپغول ہے۔

تاکید:۔ اکثر بیان کیا گیا ہے کہ اسپغول کو تر زہر کی تاثیر رکھتا ہے۔ اسی خیال سے اس کو کوٹ کر استعمال کرنا منع قرار دیا گیا ہے۔

خوراک:۔ تین ماشے سے نو ماشے تک۔

اسپند

تعارف:۔ عربی میں حرمل اور فارسی میں اسپند کہتے ہیں۔ چونکہ یہ دوا اسی سے یورپ پہنچی ہے اس لئے اس کو انگریزی میں

سے گاخم ہیرمالہ کہتے ہیں اور اس کے جو تین کیمیائی اجزاء (الکائڈ) ہیں ان کے نام بھی
حروف کی مناسبت سے رکھے گئے ہیں (۱) ہیرمالین (۲) ہیرمین (۳) ہیرمالول کہے جاتے
ہیں۔ طب میں اس کے تخم بطور دوا مستعمل ہیں۔ یہ بوٹی جھاڑی کی شکل میں نصف
گز سے ایک گز ہوتی ہے۔ یہ بوٹی تقریباً تمام پاک و ہند میں خود رو پیدا ہوتی ہے۔
اس کی کاشت نہیں کی جاتی۔ یہ ایک بے حد مفید بوٹی ہے۔ بلکہ اکسیر کا حکم رکھتی
ہے البتہ عجیب ہے یہ تحقیق ہوتی ہے اس سے سرخ رنگ تیار ہوتا ہے اس کی طرف
کچھ توجہ کی جارہی ہے۔ یہ بوٹی دو قسم کی ہوتی ہے اس کا پھول چنبیلی کے پھول کی
مانند ہوتا ہے جس کا رنگ بھی سفید ہوتا ہے اور خوشبو تیز ہوتی ہے دوسری
قسم کے پتے گول ہوتے ہیں تخم اسپند دانہ رائی کے برابر ہوتے ہیں۔

رنگت اور ذائقہ:۔ پھول سفید اور خوشبودار ہوتے ہیں تخم سیاہ سرخی مائل
اور ذائقہ تلخی مائل ہوتا ہے۔

افعال و اثرات:۔ عضلاتی اعصابی (شدید) عضلات میں شدید تحریک، غدد
میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل پیدا کرتی ہے۔ کیمیاوی طور پر خون میں کھاری پن
اور غلاظت پیدا کرتا ہے اور بلغم و رطوبت کو خشک کرتا ہے مزاج خشک سرد۔

خواص:۔ مقوی قلب، محرک عضلات اور منفث، مخرج بلغم و رطوبات، مولد سودا
اور ریاح، قاتل کرم، امراض میں مجرب۔

فوائد: چونکہ شدید محرک عضلات ہے اس لئے اس میں سیکڑ پیدا کر کے
اس کی رطوبات کو خارج کرتا ہے جس سے اس کے فعل میں تیزی اور قلب میں تقویت
پیدا ہو جاتی ہے اس لئے دل کے پھول جانے میں اکسیر ہے۔ بلغمی دمہ کا یقینی علاج
ہے اس لئے بلغمی کھانسی کے لئے بھی فوری اثر انداز ہوتا ہے۔ چونکہ مسکن غدد ہے
اس لئے سوزش جگر اور گردوں میں بہترین دوا ہے۔ جگر اور گردوں کے زخموں

اور پھوڑوں کے لئے بے حد مفید ہے۔ جب سوزش جگر سے پاخانے آتے ہوں۔ یا گردوں کی سوزش سے بار بار پیشاب آتا ہو۔ تو یہ دوا تریاق کا کام کرتی ہے۔ آنتوں کی رطوبات خشک کرکے کیڑوں کو فنا کرتا ہے۔

چونکہ محلل اعصاب ہے اس لئے سوزش اعصاب اور دماغ سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان میں بے حد مفید ہے مثلاً آتشک، فالج و لقوہ۔ نسیان اور درد سر وغیرہ۔ چونکہ اس کے استعمال سے اعصاب و دماغ میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے بعض نے اس کو قوت باہ کے لئے استعمال کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ چونکہ بلغم اور رطوبت ختم ہو جاتی ہے اور عضلات میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے قوت باہ اور امساک کے لئے بے حد مفید ہے۔ جسم کی کمزوری میں بھی بے حد مفید ہے چونکہ حرمل انتہائی طور پر رطوبات کو خشک کرتا ہے اور آئندہ رطوبات کی پیدائش کو بھی روکتا ہے اس لئے جسم میں رطوبات اور بلغم کی زیادتی یا اس میں تعفن سے جو امراض و علامات پیدا ہو جائیں ان میں بے حد مفید ہے۔ جیسے نزلہ زکام بلغمی کھانسی، بخار اور خصوصاً لمبیریا میں یقینی دوا ہے۔ کیمیاوی طور پر ایک شدید قسم کی دافع تعفن دوا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا دھواں بھی دافع تعفن ہے اس کے کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں اس کے علاوہ جسم میں تعفن سے کہیں بھی کیڑے اور جراثیم پیدا ہو جائیں ان کے لئے از حد مفید ہے۔

یہ حقیقت ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ جسم میں اگر رطوبات کی زیادتی ہو تو خون کے دوران میں سستی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے اخراج میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے جب جسم میں رطوبات خشک ہو جاتی ہیں تو دوران خون میں تیزی اور اس کے اپنے مخرج میں اخراج بڑھ جاتا ہے اس لئے اس دوا کے استعمال سے اور حیض شروع ہو جاتا ہے اگر اس کا استعمال کچھ عرصہ جاری رہے تو پیشاب میں خون

آنے لگتا ہے۔ خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے پھیپھڑوں سے خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔ نکسیر چھوٹ جاتی ہے۔ سر میں شدید درد ہو جاتا ہے۔

ایک غلط فہمی: بعض کتب میں حرمل کا نام کالا دانہ لکھا ہوا ہے۔ جاننا چاہیے کہ دونوں الگ الگ دوائیں ہیں۔ تخم حرمل سیاہ رنگ کے سرخی تک رائی کے برابر دانے ہوتے ہیں لیکن کالا دانہ کو تخم عشق پیچاں کہتے ہیں یہ سیاہ سفیدی مائل مرچ سے کچھ بڑے ہوتے ہیں۔ یہ گول نہیں ہوتے بلکہ اس کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ اور کوٹنے میں بے حد سخت ہوتے ہیں اور ایک شدید قسم کا مسہل ہیں۔

دوسری غلط فہمی: اس کی انتہائی خشکی کی وجہ سے اکثر طبی کتب میں اس کو گرم خشک لکھا ہے لیکن جاننا چاہیے کہ شدید خشکی سردی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ہر شے سردی سے سکڑتی ہے اور گرمی سے پھیلتی ہے۔ اس میں جو تلخی ہے۔ بعض نے اس کو بھی گرمی کی دلیل سمجھا ہے۔ لیکن کسی دوا میں معمولی تلخی بھی گرمی پر دلالت نہیں کرتی۔ یاد رکھیں کہ تلخی ہمیشہ ترشی کی شدت کے بعد پیدا ہوتی ہے حرمل کے خشک سرد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں شدید قسم کی کھار ہوتی ہے۔ جس کا زیادہ اثر سردی کے ساتھ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حرمل میں ایک بہترین قسم کا نباتی فولاد ہے اس لئے حرمل مشتہی معدہ، مقوی قلب، مشتعل، اور معدہ علاج ہے اور کیمیائی طور پر خون میں غلظت پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے حرمل ذیابیطس کی ایک یقینی اور بے خطا دوا ہے۔ یہ مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔ بلکہ سپاری اور دیگر عضلاتی اعصابی کے ساتھ اس کے ضرورت کے مطابق مرکب بنائے جا سکتے ہیں۔

مقدار خوراک: ۔۔۔ رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ آب تازہ یا قہوہ کے ہمراہ استعمال کرائیں۔

اُشق | **تعارف:۔** کاندر ایک قسم کا گوند ہے جو ایک خاص درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ درخت پنجاب اور ایران میں پایا جاتا ہے۔ اس کو فارسی میں اوشہ کہتے ہیں۔ اس کو عربی میں الراق اور الذہب بھی کہتے ہیں۔ اس درخت سے ایک قسم کی رطوبت نکل کر جم جاتی ہے یہی اُشق ہے۔ اس کے دانے گولی افسنتین کے مانند ہوتے ہیں یا مختلف قد کی ڈلیاں ہوتی ہیں۔ ان کو پانی میں حل کرنے سے دودھ کی مانند سفید شیرہ بن جاتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ:۔ رنگت زردی مائل۔ مزہ تلخ اور بو کسی خاص قسم کی ہوتی ہے۔

افعال و اثرات:۔ غدی عضلاتی رطوبت یعنی غدد میں تحریک عضلات میں تحلیل اور اعصاب میں تسکین کیمیاوی طور پر خون میں صفرا پیدا کرتا ہے جسم میں حرارت کی پیدائش بڑھا دیتا ہے۔ مزاج گرم خشک گرمی زیادہ اور خشکی کم تسلیم کی گئی ہے بعض لوگ خشکی ایک درجے کی بعض دو درجے کی تسلیم کرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ جب گرمی زیادہ ہوتی ہے تو خشکی کا کم ہونا لازمی ہے۔ اگر خشکی زیادہ ہو تو گرمی کم ہو جاتی ہے کیونکہ ہر شے سردی سے سکڑتی ہے اور گرمی سے پھیلتی ہے۔ اس لئے ہر خشک شے میں سردی شامل ہوتی ہے۔

خاص بات:۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ صفرا بھی کیمیاوی طور پر کھار ہے لیکن گرم کھار بھی ہے صفراء یا گرم کھار ہی ایک ایسی شے ہے جو تیزابیت یا سوداکو ختم کر دیتا ہے اور سوزش کو رفع کر دیتا ہے۔

خواص:۔ محرک دماغی جگر غدد اور غشائے مخاطی، مولد صفراء ملین مسہل محلل دافع نفخ۔ منفث دافع بلغم، جالی اور قاتل کرم، مدر حیض اور منقی رحم۔ جگر و گردے اور مثانہ کی پتھریوں کو ریزہ ریزہ کرتا ہے بواسیر کے مسوں کیلئے محلل دافع ہے۔

فوائد: محرک دماغی جگر غدد اور غشائے مخاطی ہونے کی وجہ سے ان کی تسکین

کے لئے بہترین دوا ہے۔ چونکہ صفراء ہونے کی وجہ سے ملین و مسہل اور دائمی قبض کے لئے یقینی دوا ہے۔ انہی اثرات کی وجہ سے بلغم کو اکھیڑتا ہے اور خارج کرتا ہے اور اندرونی و بیرونی طور پر اعضاء میں جلا پیدا کرتا ہے۔ صفرا کی زیادتی اور امعاء کے گرنے سے پیٹ اور آنتوں کے کیڑوں کو مارتا ہے۔ چونکہ صفرا اور حرارت کی پیدائش بڑھ جاتی ہے اور اس کا اخراج بند ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں حیض کا اخراج بلکہ جسم کے جن حصوں میں بلغم کی زیادتی ہو وہاں خون کا اخراج شروع ہو سکتا ہے۔ بشدید محلل اور مفتح ہونے کی وجہ سے جگر اور گردے اور مثانے کی پتھری کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ انہی اثرات سے اندرونی و بیرونی گندے زخموں کو صاف کر کے وہاں بھی خون لا کر گوشت پیدا کرتا ہے۔

چونکہ جگر و غدد میں تیزی اور صفراء کی زیادتی سے عضلاتی فالج و لقوہ اور تشنج و لقرس میں بے حد مفید ہے۔ اسی وجہ سے صلابت طحال اور جگر بلکہ جسم کے ہر قسم کے غدد جو پھول گئے ہوں ان کے لئے بے حد مفید ہے۔ انہی اثرات کی وجہ سے عرق النساء میں بھی یقینی دوا ہے اور پرانی کھانسی اور دمہ و تنگی تنفس کے لئے دوبے کی دوا ہے اور مرگی کو بہت جلد رفع کر دیتا ہے۔

بیرونی درد و کلفت اور رتبن پر طلا کرنے سے مفید ہے اور بواسیر کے مسوں کے مواد کو خارج کر کے ان میں تحلیل پیدا کرتا ہے انہی اثرات کے تحت دو خنازیر کو اندرونی اور بیرونی طور پر محلل اور زخموں کو بھر دیتا ہے۔

مسّان تعارف: عربی میں ثاسول، ویدک میں کنڈل کہتے ہیں۔ عام طور پر لانا بوٹی کے نام سے مشہور ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم کی باریک باریک شاخوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے پتے ہوتے ہیں دوسری قسم میں صرف باریک باریک شاخیں ہوتی ہیں پتے نہیں ہوتے شاخیں ہی

ہی پتوں کا کام کرتی ہیں۔ یہ بوٹی کی صورت میں بہت ہی کم استعمال ہوتی ہے۔ البتہ اس کو جلا کر اس کی کھار بنائی جاتی ہے جس کو سجی کھار کہتے ہیں۔ جو عام طور پر اسی نام سے بازار میں بکتی ہے۔ غریب لوگ اور دیہاتی اس سے کپڑے دھوتے ہیں۔ صابن بنانے والے اس سے صابن بھی تیار کرتے ہیں۔ اس کو انگریزی میں کروڈ کاربونیٹ آف سوڈا کہتے ہیں۔ اسی سے کاسٹک سوڈا بائی کارب جو عام طور پر صابن، فینائل اور بیرونی طور پر لگانے کی ادویہ میں استعمال ہوتا ہے۔ آج کل جو بناسپتی گھی تیار ہوتا ہے۔ وہ اس کے بغیر تیار نہیں ہوتا۔ اسی لئے بناسپتی کا استعمال جسم میں کھار پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا ایک مرکب سوڈا بائی کارب ہے جس کو میٹھا سوڈا کہتے ہیں۔ جو روزانہ غذا میں خمیر اٹھانے یا ہاضمہ کے لئے دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ شورہ بھی جو پانی کے کنارے پائی جاتی ہے اور شورہ بھی ایک خاص قسم کی کھاریں ہیں۔ لیکن یہ معدنی کھاریں ہیں اور سجی نباتاتی کھار ہے اور زیادہ شدید اثرات رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں ہر قسم پودوں کی راکھ سے بھی تیار کی جاتی ہے۔ جیسے جال کا درخت جس پر پیلو پیدا ہوتا ہے۔ کریلا پودا جس پر ڈیلے لگتے ہیں جن کا اچار بنایا جاتا ہے۔ دونوں جنگلی پودے ہوتے ہیں۔ لانا، جال اور کریل کو اونٹ بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ عام طور پر تین قسم کی کھاریں ہوتی ہیں (۱) جو کھار (۲) سجی کھار (۳) سہاگہ۔ ان تینوں کے مجموعہ کو ویدک اصطلاح میں "دو کھشار ترہی" اور دو پہلی کو ملایا جاتے تو کھشار دوئی کہتے ہیں۔ آیور ویدک میں کھار کو کھشار کہتے ہیں۔ لفظ کھشار کا مصدر کھشرن ہے جس کے معنی مقطر کرنے کے ہیں۔ چونکہ سب کھشار عمل تقطیر سے تیار ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ان کو کھشار کہتے ہیں

جس چیز کو کھار بنانا ہو اسے جلا کر راکھ کو پانی میں خوب مل مل کر گھول

لیا جاتا ہے۔ پھر کچھ عرصہ کے لئے نتھرنے کے لئے رکھ دیا جاتا ہے۔ جب مواد نیچے بیٹھ جاتا ہے تو اوپر سے پانی کو الگ کر دیا جاتا ہے۔ پھر موٹے کپڑے میں چھان کر اسے کڑھائی میں آگ پر رکھ دیا جاتا ہے۔ جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو کڑھائی میں سفید سفید قلمیں رہ جاتی ہیں۔ بس یہی کھار ہے۔

سجی دو قسم کی ہوتی ہے (۱) سجی کھار (۲) لوٹا سجی۔ ان دونوں کی بناوٹ ڈپلوٹ ان پنجاب پروڈکشن میں یوں بیان کی گئی ہے کہ پودوں کو جاڑوں میں کاٹ کر سکھا لیا جاتا ہے۔ پھر نیم دائرے کی شکل کا ایک گڑھا جس کا محیط چھ فٹ اور گہرائی تین فٹ ہوتی ہے کھود کر اس کی تہہ میں ایک یا زیادہ گھڑے جن کے اوپر کی طرف چھوٹے چھوٹے سوراخ نکالے ہوتے ہیں۔ دبا دیئے جاتے ہیں۔ اور سوراخوں کو ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ خشک پودے تھوڑے تھوڑے لے کر اس گڑھے میں ڈال کر جلائے جاتے ہیں پھر رفتہ رفتہ مزید پودے ڈالے جاتے ہیں تاکہ آگ مسلسل جلتی رہے۔ جتنی کہ گڑھا بھر جائے اس اثناء میں ان پودوں سے ایک مائع چیز نکلنے لگتی ہے اور جونہی اس کے نکلنے کا اندازہ ہوتا ہے۔ گھڑوں کے سوراخ ننگے کر دیئے جاتے ہیں اور وہ مائع چیز ان سوراخوں کے ذریعے گھڑوں کے اندر جانے لگ جاتی ہے۔ جب وہ سب کی سب گھڑوں میں جا چکتی ہے تو راکھ کو ایک لکڑی سے ہلا دیا جاتا ہے اور اوپر مٹی ڈال دی جاتی ہے آگ کے ٹھنڈا ہو جانے پر جو چیزیں گھڑوں میں پائی جاتی ہیں یہی لوٹا سجی کہلاتی ہے۔ کیونکہ لوٹوں (برتنوں) میں سے پائی گئی ہے۔ سجی کی یہی بہترین قسم ہے۔ اس کا رنگ سفید یا گلابی سا ہوتا ہے۔ ذائقہ نمکین اور شکل اسفنج نما مسام دار پتھر کی سی ہوتی ہے۔ لوٹا سجی الگ کر لینے کے بعد جو راکھ گڑھے رہ جاتی ہے اس کو اکٹھا کر کے مٹکوں میں نصف کے برابر بھر دیں پھر پانی سے

پھر کہ اس راکھ کو اچھی طرح گھول لیں۔ پھر جب راکھ نیچے بیٹھ جائے تو پانی نتھار لیں اس پانی کو لوہے کے کڑاہی میں ڈال کر خشک کر لیں۔ یہی سجی کھار ہے ان اعمال میں لوٹا سجی اور سجی کھار کا فرق سمجھ لیں۔ دراصل دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ لیکن لوٹا سجی اپنے عمل کو اثرات کے تحت سجی کھار سے بہت زیادہ طاقت رکھتی ہے۔ کھاریں کئی قسم کی تیار کی جا سکتی ہیں جن میں بعض اپنے اندر کیمیاوی افعال و اثرات رکھتی ہیں جن میں مولی کھار، خربوزے کے چھلکوں کی کھار، اور آک کی کھار وغیرہ وغیرہ۔ لیکن علم الادویہ میں زیادہ تر جو کھاریں مستعمل ہیں وہ تین ہیں (۱) جوکھار (۲) سجی (۳) سہاگہ۔ کھار کی طبی دنیا میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور یہ علم الادویہ کی ایک تہائی کی مالک ہے۔

اسگندھ

تعارف: اس کو اسگند اور اسگندھ بھی کہتے ہیں۔ ایک بوٹی ہے جو کہ آیورویدک کی خاص جڑی ہے جس کو رسائن ذاکسیر کا درجہ دیا گیا ہے جس کو اشوگندھا کہتے ہیں۔ اشوگندھا دو لفظوں کا مرکب ہے۔ اشو کے معنی گھوڑا اور گندھا کے معنی تیز چلنے والا یا تیزی پیدا کرنے والا ہے۔ مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب اس کا اثر خون میں پیدا ہو جاتا ہے تو جسم میں گھوڑے جیسی طاقت پیدا کر دیتی ہے۔ اس لئے اس کو گجراتی میں اسگندھ کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کو انڈین چیری کہتے ہیں۔ چیری ایک انگریزی پودا ہے جس کا پھل رس بھری کے ہم شکل اور ہم رنگ ہوتا ہے۔ انگریزی تحقیق الادویہ نے اس سے دو قسم کے جوہر برآمد کئے ہیں۔

مقام پیدائش: یہ بوٹی پاک و ہند کے گرم خشک علاقوں میں پائی جاتی ہے اس کے علاوہ ریاست بیکانیر کے علاقہ ناگور میں اس کی پیداوار بکثرت ہے اس علاقہ کی اسگندھ طبی نقطہ نگاہ سے نہایت بڑھیا اور اعلیٰ درجہ کی تسلیم

کی جاتی ہے۔ اس لئے عمدہ قسم کی اسگندھ ناگوری کہتے ہیں۔ دوسری قسم کو دکنی کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ کسی علاقہ کی بھی ہو۔ یہ بلوچستان، مالوہ، وسط ہند، مصر، دہلی لنکا اور کئی دیگر علاقوں میں بھی ملتی ہے۔ لیکن علاقہ ناگور کی اسگندھ کے مقابلے میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اس لئے ناگور کی اسگندھ طبی دنیا میں خاص شہرت رکھتی ہے اور اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

شناخت: اسگندھ کا پودا سیدھا اور سطح زمین سے تقریباً دو فٹ سے پانچ فٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ اس کی شاخیں گول ہوتی ہیں اور ان پر ایک باریک روئیں دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے پتے تقریباً تین چار انچ تک لمبے اور دو تین انچ چوڑے ہوتے ہیں۔ یہ پتے سرے پر آکر ایک سخت نوکدار ہو جاتے ہیں۔ بظاہر صاف اور چمکدار معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن غور سے دیکھنے سے ان پر بھی باریک چمکدار روئیں نظر آتے ہیں۔ یہ پتے موٹے اور ان کی رگیں گنجان ہوتی ہیں۔ اس کی جڑ لمبی اور مخروطی شکل کی ہوتی ہے۔ اس کی جڑ کی موٹائی کم از کم پنسل کی گولائی کے برابر ہوتی ہے۔ اس کے پھول چھوٹے چھوٹے زردی مائل سبز رنگ کے ہوتے ہیں۔ اس کے بیج مٹر کے دانے کی طرح ایک انچ سے تین انچ تقریباً گول ہوتے ہیں۔ جب دانہ پک جاتا ہے تو زرد سبزی مائل ہو جاتا ہے اس کا دانہ گول اور تقریباً چوتھائی انچ قطر میں ہوتا ہے جو صاف گول اور چمکیلے ہوتے ہیں۔ بظاہر رس بھری کے پھل کے برابر ہوتے ہیں۔ یہ بوٹی باغوں، کھیتوں اور جنگلوں میں خودرو پیدا ہوتی ہے۔ علاج میں زیادہ تر اس کی جڑ استعمال ہوتی ہے۔

رنگت اور ذائقہ: رنگت پھول و پھل زرد، سبزی مائل اور جڑ سفید بھوری زردی مائل ہوتی ہے اس کا ذائقہ کسی قدر تلخی مائل ہوتا ہے۔

افعال و اثرات :- اعصابی غدی یعنی اعصاب میں تحریک غدد میں تحلیل اور عضلات میں تسکین پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ طور پر کھاری پن۔ لیکن بلغم اور رطوبت پیدا کرتا ہے جزاج تر گرم تلیہ و معدہ بچھ میں۔ گویا جاتا ہے کہ اس میں رطوبت فضیلہ ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ اس کی ذاتی تری ہے۔

فرنگی ڈاکٹروں کی غلطی :- کھاری (الکلی) اشیاء دو قسم کی ہوتی ہیں۔ اول سرد کھاری جیسے اعصابی عضلاتی اور عضلاتی اعصابی۔ دوسرے گرم کھاری جیسے اعصابی غدی اور غدی اعصابی۔ فرنگی ڈاکٹروں میں ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وہ تیزابیت کا علاج کھاری پن سے کرتے ہیں۔ یہ قانون صحت کی رو سے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ انتقالی قانون کے تحت کھاری پن کا علاج ترشی ہے ترشی کا علاج صفرا ہے جو بذات خود کھار ہے۔ مگر اس میں حرارت بھی شریک ہے۔ اس لئے یاد رکھیں کہ اعصابی تحریک کا علاج عضلاتی تحریک اور عضلاتی تحریک کا علاج غدی تحریک ہے۔ یہ اسکندر لونی بھی ایک گرم کھار ہے۔ اسی طرح ہر غدی اعصابی اور اعصابی غدی اشیاء جن میں حرارت ہے سب گرم قسم کی کھاریں ہیں :-

خواص :- مولد رطوبات و شیر اور منی ، مقوی جسم ، محلل سوزش جگر و رحم اور کثرت طمث اور مسکن ، مدر ، دافع شورش گردہ و مثانہ۔

فوائد :- ایک قابل اعتماد مولد رطوبات ، و شیر اور منی ہے جس کی وجہ سے جسم میں تغذیہ غذا جزو بدن ہو کر جسم میں تقویت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اس وجہ سے اس کو ایک اعلیٰ درجہ کی ٹانک اور جسم کی عام کمزوری کے لئے ایک نعمت تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا استعمال کمزور اور دبلے پتلے نحیف و ناتواں اشخاص کے لئے نہایت قوت بخشی اور تر و تازگی بخشنے والی دوا ہے اس

کے استعمال سے جہاں بچوں میں موٹاپا اور قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہاں پر عورتوں میں دودھ کی پیدائش بڑھ جاتی ہے اور مردوں میں منی کی پیدائش میں زیادتی اور گاڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر پیشاب میں سوزش اور پاخانہ میں جلن ہو۔ تو وہاں پر فوراً تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بچیش کی صورت بھی پیدا ہو گئی ہو تو بہت جلد آرام کی صورت ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گردہ او مثانہ کی سوزش کو دور کر کے سرعت انزال میں مفید ہے چونکہ مولد منی اور دافع سوزش گردہ و مثانہ ہے۔ اس حیثیت سے کچھ ممسک بھی ہے لیکن بعض مصنفین نے اس کو جریان و احتلام اور قوت باہ کے لئے بھی مفید لکھا ہے۔ یہ بالکل صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لئے نہ صرف غیر یقینی دوا ہے بلکہ نقصان رساں ہے۔ یاد رکھیں کہ دوا کے استعمال میں اس کے مقام کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیئے۔ ورنہ حسب منشا فوائد حاصل نہیں ہونگے

چونکہ محلل غدد ہے اس لئے جگر اور گردوں کے علاوہ عورتوں کے پستانوں اور خصیۃ الرحم کی سوزش کے لئے بھروسہ کی دوا ہے۔ اس لئے استعمال سے پرانی سے پرانی سوزش اور درد غدد رفع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جوڑوں کے درد کو بھی رفع کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے مدر بول اور حیض بھی ہے۔ اگرچہ مدر بول ہے لیکن مغلظ منی ہونے کی وجہ سے ممسک اور مسکن قلب اور عضلات ہے۔ اس حیثیت سے تپ دق اور سل میں بھی مفید ہے۔

بعض ویدوں نے اس کے استعمال میں نہ صرف بے حد مبالغہ سے کام لیا ہے۔ بلکہ بہت حد تک غلط افعال و اثرات تک بیان کر دیتے ہیں اور اس کو ایک قسم کی رسائن میں شریک کر لیا ہے۔ یاد رکھیں کہ رسائن (اکسیر) کا مقام بہت بلند ہے۔ ہم اپنی کتب میں اکسیر پر لکھ چکے ہیں اس لئے رسائن کے مقام کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں۔ ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ آیورویدک کے مہرشی بھاؤ مشر نے اپنی تصنیف

حجاؤ پر کاٹس ہیں اس کے طبی خواص بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسگندھ کا ذائقہ تلخ، ممسک دمبھی، قاطع بادی دبلغم، نیند آور اور نہایت عمدگی سے انسان کی عام کمزوری کو سطح اعتدال پر لانے کی ضامن ہے۔

یاد رکھیں بلغمی دوا نیند آور تو ہو سکتی ہے مگر مبہی اور قاطع بادی نہیں ہو سکتی وجہ یہ ہے کہ قاطع بادی کبھی بھی مبہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ باد کا باہ کے ساتھ خاص تعلق ہے اس لئے کوئی مولد بلغم و نیند آور اور مخدر دوا دائمی قوت باہ پیدا نہیں کر سکتی البتہ حدت کو دور کر کے اس کا اثر محسوس ہو سکتا ہے۔

اسگندھ کے مقوی جسم ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں دوائیت کے علاوہ کچھ غذائیت بھی ہے۔ اس میں نشاستہ کے ساتھ کسی قدر اجزائے لحمیہ بھی پائے جاتے ہیں جس کی وجہ اس کے مسلسل استعمال سے جسم میں تقویت پیدا ہو جاتی ہے اور تقویت سے عرصہ میں انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ جسم میں تقویت کے ساتھ افزائش بھی ہو گئی ہے جس کے ساتھ جنسی دباؤ کم ہو گیا ہے جو ایسی صورت میں مفید ہے اس کی وجہ سے اس کے مسلسل استعمال سے جسم میں جو سوزش کی زیادتی ہوتی ہے وہ اعتدال پر آ جاتی ہے اس دوا کی اس خوبی کی وجہ سے یہ عورتوں کے لئے بے حد مفید ہے۔

اس کے استعمال سے خصیۃ الرحم کی سوزش دور ہو کر ماہواری باقاعدہ ہو جاتی ہے بہت جلد حمل قرار پا جاتا ہے اور جن عورتوں میں بچے کمزور پیدا ہوتے ہیں یا ضائع ہو جاتے ہیں ان کو حمل کے دوران استعمال کرنے سے بچے بہت تندرست پیدا ہوتے ہیں بلکہ اگر کمزور اور سوکھے بچوں کو استعمال کرائیں تو موٹے تازے ہو جاتے ہیں۔

ترکیب استعمال: اسگندھ ناگوری باریک پیس کر شہد کے شربت کے ساتھ یا سفوف ہم وزن چینی ملا کر پانی کے ساتھ استعمال کرائیں اور اگر ضرورت خیال کریں تو ہم افعال و اثرات دوسری ادویہ شامل کر لیں جیسے ستاور، موسلی، بیدانہ سفید وغیرہ بہت مفید ہے۔

اُسْرب:- تعارف:- عربی میں رصاص اسود اور ہندی میں سیسہ کہتے ہیں ایک مشہور ملائم دھات ہے۔

رنگت اور ذائقہ:- رنگت سفید نیل گوں مائل ہوتی ہے اور ذائقہ پھیکا ہوتا ہے۔

افعال و اثرات:- اعصابی عضلاتی یعنی اعصاب میں تحریک غدد میں تحلیل اور عضلات میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ کیمیاوی طور پر کھارے پن اور غلاظت اور بلغم و رطوبت پیدا کرتا ہے۔ مزاج تو خشک ہے۔ چونکہ اندرونی طور پر ہمیشہ کشتہ کی صورت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس صورت میں افعال و اثرات کی صورت میں عضلاتی اعصابی بن جاتی ہے اور مزاج میں خشکی تری پیدا ہو جاتی ہے

خواص:- حابس خون، قابض رطوبات۔ مجفف، مغلظ اور ممسک، دافع سوزش غدد۔ تقطیر البول۔ کثرت طمث۔

فوائد:- سیسہ اور اس کے مرکبات کا ظاہری طور پر تندرست جلد پر کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا۔ مگر حقیقت ہے کہ اس کا ایسی تندرست جلد پر ایسا ہی اثر پڑتا ہے۔ جیسا زخم اور مجروح سطح پر لانے سے ہوتا ہے۔ جب یہ لگایا جاتا ہے تو وہاں پر جو رطوبت بہتی ہے وہ گاڑھی ہو کر جم جاتی ہے جس سے وہاں کی چھوٹی چھوٹی عروق سکڑ جاتی ہیں۔ سائنس کا مسئلہ ہے کہ ہر شے سردی سے سکڑتی ہے۔ گویا جہاں پر سیسہ اور اس کے مرکبات لگتے جائیں وہاں پر سردی کی شدت زیادہ ہو جانے سے رطوبات پیدا ہو کر اس میں سکڑ واقع ہو جاتا ہے۔ ان وجوہات کے باعث یہ مرکبات نہایت قابض ہوتے ہیں۔ اور سوزش و جلن دور ہو جاتی ہے اور درد بھی کم ہو جاتا ہے۔ اس لئے نہایت تسکین کا اثر رکھتے۔ انہی حقائق کے باعث یہ حابس الدم ہے۔

بندش خون کا راز:- یہاں یہ حقیقت پھر ذہن نشین کر لیں جو پہلے بھی کئی بار

تحریر کر چکے ہیں کہ جہاں پر خون بہتا ہو وہاں پر رطوبت بالکل نہیں ہوتی اور جہاں رطوبت ہو وہاں پر خون بند ہو جاتا ہے۔ یہی بندش خون کا راز ہے حقیقت یہ ہے کہ رطوبت کا اخراج شدت سے ہوتا ہے۔ مگر سردی کی زیادتی سے وہاں پہ سکیڑ پیدا ہو کر رطوبات جم جاتی ہیں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ تقریباً تمام عضلاتی اعصابی ادویہ اور اغذیہ کا اثر کم و بیش یہی ہوتا ہے یعنی رطوبات پیدا ہوتی ہیں مگر جم جاتی ہیں اس لئے اندرونی طور پر جب چوٹ لگتی ہے یعنی اس چوٹ سے باہر خون نہیں بہتا اور اندر ہی اکٹھا ہونا شروع ہو جاتا ہے اس مقصد کے لئے دودھ۔ پھٹکڑی ملا کر پلاتے ہیں جس سے اندر کا خون بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی اصول پر ہر عضو کے خون کا اخراج بند ہو جاتا ہے۔ یہ خون منہ سے آتا ہو یا مقعد سے اسی طرح پیشاب سے اخراج پاتا ہو یا رحم سے کسی قسم کا خون خارج ہوتا ہو تو وہ بند ہو جاتا ہے۔

کشتہ اسرب کو جریان کے بند کرنے کے ساتھ ساتھ جریان منی احتلام۔ اور سرعت و رقت منی کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے استعمال سے رطوبات کا اخراج بند نہیں ہوتا بلکہ ان میں غلظت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح رطوبات خشک ہو جاتی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ رطوبات کا اخراج بند نہیں ہوتا جب دواؤں کا اثر کم ہو جاتا ہے تو رطوبات کا اخراج پھر شروع ہو جاتا ہے اس لئے ان علامات کا یہ یقینی علاج نہیں ہے

بیرونی طور پر سوزشناک زخموں پر سیسہ سوختہ کے مرکبات تسکین اور رطوبت کو خشک کرنے کے لئے مرہموں میں استعمال کرتے ہیں۔ اس کی مشہور سیاہ مرہم سیندور سے تیار ہوتی ہے جو زخم بھرنے کے لئے کافی مفید ہے۔

مرکبات اسرب: (۱) سفیدہ (۲) سیندور (۳) مردار سنگ (۴) سنگ لیری۔

۱۔ **سفیدہ:** تعارف:۔ عربی میں اسفیداج۔ فارسی میں سفیدہ آب۔ سفیدہ رنگ کا نرم اور وزنی سفوف ہوتا ہے۔ عام طور پر سیسہ کو جلا کر بنایا جاتا ہے۔ سفیدہ قلعی سے بھی تیار کیا جاتا ہے جس کو سفیدہ کاشغری یا سفیدہ قلعی کہتے ہیں۔

۲۔ **سیندور:** تعارف:۔ عربی میں اسرنج کہتے ہیں۔ سرخ رنگ کا وزنی سفوف ہے۔ یہ بھی قلعی اور سیسہ دونوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس سے اکثر عورتیں مانگ بھرتی ہیں۔

۳۔ **سنگ بصری:** تعارف:۔ عربی میں حجر الکحل کہتے ہیں۔ فارسی میں سنگ سرمہ، توتیائے کرمانی، توتیائے صفاہان۔ ہندی میں کھریا کہتے ہیں۔ خاکستری رنگ کے ٹکڑے ہیں جو سیسہ کی کان کے خاک اور سنگ ریزوں سے سیسہ اور تانبا جدا کرتے وقت بھٹی کے دودکش جم جانے سے بن جاتا ہے۔

۴۔ **مردار سنگ:** تعارف: مردار سنگ زردی مائل وزنی ٹکیاں ہوتی ہیں جو سیسہ سے تیار کی جاتی ہے۔

خواص و فوائد: سیسہ کے تمام مرکبات کے خواص و فوائد تقریباً وہی ہیں جو سیسہ کے کشتہ میں پائے جاتے ہیں۔ البتہ ان میں صرف یہ فرق ہے کہ ان کے افعال و اثرات میں کمی پائی جاتی ہے۔ ان تمام مرکبات کو سوائے کشتہ کے بیرونی طور پر مرہم اور سرمہ کی صورت میں استعمال کرتے ہیں۔ فرنگی طب میں ان کے کئی مرکبات ایسے بھی ہیں جو بیرونی اور اندرونی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

فرنگی طب کے مرکبات سیسہ: فرنگی طب میں سیسہ کو لیڈ کہتے ہیں۔ اس کا نام پلمبم بھی کہتے ہیں اس کے مرکبات درج ذیل ہیں۔

۱۔ **آکسائیڈ آف لیڈ:** جس کو طب میں مردار سنگ کہتے ہیں۔ سیسہ کو ہوا میں جوش دے کر تیار کیا جاتا ہے۔ پانی میں حل نہیں ہوتا تاہم ترکیب ایسڈ اور ایسی ٹک ایسڈ

میں حل ہو جاتا ہے۔ اس کو ذیل کے پلاسٹروں میں ملایا جاتا ہے (۱) لیڈ پلاسٹر۔ (۲) امپلاسٹرم فیرائی (۳) کیل پھائی (۴) ہائیڈرار جائی (۵) پلمباکی آیوڈائیڈ ریزانی وغیرہ

۲۔ ایسی ٹیٹ آف لیڈ:۔ سیسہ کو تیزاب میں گلا کر خشک کر کے قلمیں بنا لیتے ہیں۔ برف جیسے چمکدار ٹکڑے کھلا رکھنے سے ان کا پانی کسی قدر اڑ جاتا ہے ذائقہ شیریں ۵ فیصد پانی میں دس حصہ حل ہو جاتا ہے۔ خوراک ایک گرین سے چار گرین تک۔ اس مرکب سے گولیاں، سفوف، محلول اور مرہم تیار کرتے ہیں۔

۳۔ کاربونیٹ آف لیڈ:۔ اس کو طب میں سفیدہ کاشغری کہتے ہیں اس کو تیزاب سرکہ اور تیزاب کاربونک میں ملا کر مرہم میں استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۔ نائٹریٹ آف لیڈ:۔ تیزاب شورہ میں حل کر کے خشک کر لیا جاتا ہے۔ بے رنگ ہشت پہلو قلمیں، ذائقہ شیریں۔ پانی میں حل ہو جاتا ہے۔

۵۔ آیوڈائیڈ آف لیڈ:۔ تیزاب شورہ اور آیوڈائیڈ آف پوٹاشیم کے ملانے سے تیار کیا جاتا ہے جو سرخی مائل زرد رنگ کا سفوف یا چمکتے ہوئے چھلکے ہوتے ہیں ان سے مرہم تیار کی جاتی ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی: فرنگی طب یہ تسلیم کرتی ہے کہ لیڈ کے اثرات وہ افعال اپنے اندر کاسٹک (جلانیوالے) رکھتے ہیں۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ ان کے استعمال سے رطوبات میں خشکی اور عروق میں سکیڑ پیدا ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی تسکین کا اثر قائم رہتا ہے جو کاسٹک کا اثر نہیں ہے بلکہ رطوبات کا تسلسل قائم رہتا ہے۔

اسفنج

تعارف:۔ عربی میں ابر مردہ۔ سحاب البحر کہتے ہیں ایک خاص دلدار اور متخلخل نباتات ہے جو سمندر کے اندر اور سمندر کے کنارے پتھروں کے درمیان پیدا ہوتی ہے۔ اس کے خانے سمندری کیڑے مکوڑوں کے گھر ہوتے

ہیں یہ عام طور پر جھاڑیوں کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔ ان ٹکڑوں کی شکل بیرج کاٹ لیا جاتا ہے۔ یہ ٹکڑے بے حد نرم اور ملائم ہوتے ہیں۔ دبانے سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جب ان خشک ٹکڑوں کو پانی میں ڈالا جاتے تو پانی جذب کر لیتے ہیں اور جب نچوڑا جائے تو پانی نکل جاتا ہے۔ اس لئے بچے اس سے اپنی سلیٹیں صاف کرتے ہیں نہانے میں بدن صاف کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے ٹکڑے ایک ایک فٹ تک بازار میں بکتے ہیں

رنگت اور ذائقہ:۔ رنگت زرد سفیدی مائل۔ ذائقہ پھیکا کچھ تیزی لئے ہوتے

افعال و اثرات:۔ اعصابی غدی (شدید یعنی اعصاب میں تحریک، غدد میں تحلیل اور عضلات میں کیمیاوی طور پر خون میں کھاری پن اور رطوبت پیدا کرتا ہے جسم میں بلغم اور رطوبات کی پیدائش بڑھا دیتا ہے۔ مزاج تر گرم یعنی اس میں تری گرمی سے زیادہ ہے۔ کتب طبیہ میں اس کو گرم خشک لکھا ہے جو کہ غلط ہے جو شے جسم میں رطوبت اور بلغم پیدا کرے وہ کبھی بھی خشک نہیں ہوتی۔ جب اس کو استعمال کے لئے جلایا جاتا ہے تو اس کے اثرات میں مزید تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔

فوائد:۔ محرک اعصاب و دماغ مولد رطوبات و بلغم۔ محلل بگر دگردے اور غدد۔ حابس خون اور جالی، مدر بول، مخرج پتھری اور ریگ وغیرہ

فوائد:۔ چونکہ محرک اعصاب شدید ہے اس لئے جسم میں رطوبت اور بلغم کی پیدائش بڑھ جاتی ہے جس سے خون کا بہنا یا آنا بند ہو جاتا ہے۔ خون کسی زخم سے بہتا ہو یا جسم کے کسی حصہ سے آتا ہو، نازہ چوٹ سے بہتا ہو یا ناک دہن یا پیشاب یا پاخانے سے بہتا ہو فوراً بند ہو جاتا ہے صرف یہی بلکہ اندرونی زخم اور بعض قسم کے اورام کبھی درست ہو جاتے ہیں۔ خاص طور پر غدی اورام کے لئے نمایاں ہے۔

نکسیر کی صورت میں اس کی دو تین بار نسوار دینے سے ناک سے خون آنا بند ہو

جاتا ہے۔ پھر دن میں ایک دو بار روزانہ دینے سے ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نئے پرانے خصوصاً خشک زخموں پر دھول دینے سے زخم اچھے شروع ہو جاتے ہیں اور آنکھوں میں سوزش ہو تو ہم وزن سرمہ کر میں ملا کر استعمال کرائیں:

چونکہ غدد میں تحلیل پیدا ہو جاتی ہے اس لئے جگر و گردوں اور غدد کی سوزش اور اورام میں بے حد مفید ہے۔ یہاں تک کہ تپ دق اور سل کے لئے بھی بھروسے کی دوا ہے۔ مسکن عضلات ہونے کی وجہ سے عضلات میں کھچاؤ۔ پھیپھڑوں میں خشکی اور پرانی کھانسی میں ایک کامیاب دوا ہے۔ پیشاب میں رکاوٹ ہو یا پتھری ہو تو اسکے مسلسل استعمال سے وہ رفتہ رفتہ ریزہ ریزہ ہو کر خارج ہو جاتی ہے

استعمال:۔ اس کے استعمال کے تین طریقے ہیں (۱) اسفنج کا ایک بڑا سا ٹکڑا لے کر کسی کھلے برتن میں رکھ کر جلا لیں۔ یہاں تک کہ وہ راکھ ہو جائے بس تیار ہے۔ یہی راکھ اندرونی اور بیرونی طور پر استعمال کرائیں مقدار خوراک ایک رتی سے چار رتی تک۔ اگر شدید ضرورت ہو تو ایک ماشہ بھی ہمراہ آب تازہ یا نیم گرم استعمال کرا سکتے ہیں:

۲۔ اسفنج کے باریک باریک ذرے کر کے کسی مٹی کے برتن میں ڈال کر آگ پر رکھ کر سوختہ کر لیں۔ جب خشک ہو جائے تو باریک پیس لیں۔ بس تیار ہے بیرونی اور اندرونی دونوں طریقوں پر استعمال کریں۔ اس میں پہلی راکھ کی نسبت بہت زیادہ تیزی ہے۔

۳۔ اول راکھ تیار کر لیں۔ پھر کسی مٹی کے لوٹے یا ہانڈی میں ایک چوتھائی تک بھر لیں۔ پھر صاف پانی سے منہ تک بھر دیں اور خوب ہلائیں پھر حفاظت سے رکھ دیں۔ سونے تک دو تین بار ہلا دیں۔ صبح کو آرام سے اس پانی کو نتھار لیں اور نیچے کی تلچھٹ پھینک دیں۔ پھر اس پانی کو آگ پر رکھ کر خشک کر دیں یہ ایک کھار تیار ہو جائیگا

یہ کھار انتہائی شدت اور حرارت رکھتی ہے اس کی مقدار خوراک ایک چاول سے نصف رتی اور زیادہ سے زیادہ ایک رتی تک استعمال کرا سکتے ہیں اس میں تحلیل کی بہت زبردست طاقت ہے۔

ٹنکچر آیوڈین کا بہترین بدل: کھار اسفنج نصف چھٹانک سجی کھار نصف چھٹانک ہلدی ایک چھٹانک، پانی تین پاؤ تینوں ادویہ کو پانی میں ملالیں اور خوب ہلالیں، دو تین روز پڑا رہنے دیں البتہ دن میں ایک بار ہلا دیں پھر نتھار کر بوتل میں ڈال دیں بس تیار ہے ٹنکچر آیوڈین کا جہاں جہاں استعمال ہے وہاں یہ کام دیگا بلکہ اس کے علاوہ اندرونی طور پر بھی بے حد مفید ہے مقدار خوراک پانچ سے پندرہ قطرے تک **دن میں دو بار**: مندرجہ بالا مرکب سرطان (کینسر) کیلئے بہت مفید ہے یہی دوا طاعون کیلئے بھی مفید ہے

مالش دافع ورم: کھار اسفنج تین ماشہ، ست پودینہ ایک ماشہ، روغن بید انجیر تین چھٹانک، موم ایک چھٹانک۔ اول روغن اور موم کو آگ پر گرم کرکے ملالیں پھر نیچے اتار کر کھار اسفنج اور ست پودینہ ملالیں، غدی اورام اور جوڑوں کے دردوں میں مفید ہے اور وہ جوڑ جو پتھرا گئے ہوں ان پر مسلسل مالش کرنے سے بہت جلد نرم اور درست ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ مالش گنٹھیا کیلئے بھی مفید ہے۔

آیوڈین: آیوڈین فرنگی طب (ڈاکٹری) کی ایک دوا ہے جو اسفنج اور سمندر کی جڑی بوٹیوں کی راکھ سے تیار کی جاتی ہے جس سے پوٹاشیم آیوڈائڈ اور ٹنکچر آیوڈین وغیرہ مرکب تیار کئے جاتے ہیں یہ خالص صورت میں منقلد قلموں کی صورت میں ہوتا ہے جن سے خاص قسم کی بو آتی ہے رنگت سیاہ بینگنی مائل ہوتی ہے اور جب اس کو آگ پر رکھا جاتا ہے تو اس میں سے بینگنی رنگ کا دھواں نکلتا ہے یہ پانی کے ... حصہ میں ایک حصہ حل ہوتا ہے رکٹی فائڈ سپرٹ کے دس حصے میں ایک حصہ ایتھر کے چار حصے میں ایک حصہ حل ہو جاتا ہے۔ گلیسرین میں کسی قدر کم حل ہوتا ہے آیوڈائیڈ آف پوٹاشیم یا کلورائڈ آف پوٹاشیم کے عرق میں بہت آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ آیوڈین اور اس کے جس قدر بھی مرکبات فرنگی طب میں مستعمل ہیں۔ (۱) پوٹاشیم آیوڈائیڈ (۲) ٹنکچر آیوڈین (۳) لنمنٹ آف آیوڈائیڈ (۴) لائیکوڈ آیوڈائیڈ اور (۵) آلگوہم آیوڈائیڈ وغیرہ تمام کے وہی خواص و فوائد اور افعال و اثرات ہیں جو اسفنج کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں۔

ایلوا

تعارف :۔ عربی میں صبر اور فارسی میں بھی صبر کہتے ہیں عام طور پر صبر کے نام سے مشہور ہے۔ بنگالی میں بھی صبر کہتے ہیں۔ انگریزی میں ایلوز کہتے ہیں اور اس کے ست کو الائن کہتے ہیں۔

یہ ایک قسم کا عصارہ ہے جو گھیکوار (کوار گندل) سے حاصل کیا جاتا ہے یہ دو قسم کا مشہور ہے۔ ایک صبر سقوطری دوسرا صبر بربیری ہوتا ہے اول اطباء کا پسندیدہ ہے ان اقسام کی وجہ یہ ہے کہ پہلے زمانے میں صبر باہر سے درآمد کیا جاتا تھا۔ جو صبر سقوطرہ سے آتا تھا اس کو صبر سقوطری کہتے ہیں۔ سقوطرہ ترکی کا ایک علاقہ ہے۔ جو صبر عرب الہند سے آتا تھا اس کو صبر بربری کہتے تھے۔ اس میں ایک تیز قسم کی مہک ہوتی ہے۔ اس لیے اس کو پسند نہیں کیا جاتا۔

مقام پیدائش :۔ پاکستان کے اکثر علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے گھروں میں لگا لیتے ہیں یہ بارہ مہینے لگی رہتی ہے اور بڑھتی رہتی ہے جزیرہ سقوطری جزیرہ عرب الہند ایسی سینا کاٹھیاواڑ میسور اور زنجی بار کے علاقوں میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔

رنگت اور ذائقہ :۔ گہرے سیاہ رنگ کی شیشہ کی طرح چمکدار ڈلیاں ہوتی ہیں۔ سفوف ہونے پر زرد رنگ کی جھلک دیتا ہے۔ جو صبر وزنی ہوتا ہے وہ خالص ہوتا ہے۔ جو ہلکا ہو وہ خالص نہیں ہوتا اس میں سے ست نکال لیا گیا ہوتا ہے اور اس کا اثر تقریباً ختم ہو جاتا ہے۔

ذائقہ :۔ بے حد تلخ اور جی متلانے والا ہوتا ہے۔

مزاج :۔ خشک تیسرے درجے میں اور گرم دوسرے درجے میں ہوتا ہے۔

مقدار خوراک :- ایک رتی سے ایک ماشہ تک۔

افعال و اثرات :- عضلاتی غدی مسہل۔ یعنی عضلات میں تحریک غدد میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل پیدا کرتا ہے۔ کیمیاوی طور پر خون میں ریاح اور صفرا میں خشکی پیدا ہوتی ہے اور بلغم کو تحلیل کرتا ہے۔ رطوبات کو ریاح میں تبدیل کرتا ہے اور سوداوی امراض پیدا کرتا ہے۔

خواص :- محرک قلب۔ محرک و منقبض عضلات، مجفف رطوبات، مخرج بلغم، دافع درد، مسکن سوزش جگر و غدد۔ مدر حیض منقی رحم، مسہل بلغم، دافع کرم شکم۔ دافع حمیات بلغمی و سوداوی اور مجفف رحم وغیرہ۔

فوائد :- بعض کتب میں مصبر کو مرکب قویٰ لکھا ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کسی ایک دوا میں کبھی بھی دو یا تین قوتیں نہیں ہوتیں بلکہ صرف ایک قوت ہوتی ہے۔

یاد رکھیں کہ ہر دوا کسی ایک خلط کو پیدا کرتی ہے کبھی دو خلطوں کو پیدا نہیں کرتی۔ جو دوا بلغم یا سودا پیدا کرتی ہے وہ کبھی بھی صفرا، یا خون پیدا نہیں کر سکتی۔ بلکہ سرد کیفیت پیدا کرنے والی دوا گرم کیفیت پیدا نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اس کے برعکس ذہن نشین کریں اور جو دوا دماغ کو تحریک دیتی ہے وہ دل اور جگر کو تحریک نہیں دے سکتی۔ اسی طرح جو دوا دل کو تحریک دیتی ہے وہ دماغ و جگر کو تحریک نہیں دیتی۔ یہی صورت جگر کو تحریک دینے والی دوا کی ہے۔ بہر حال یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی دوا مرکب القویٰ نہیں ہوتی یہ سراسر غلط فہمی ہے۔

بعض کتب میں مصبر کو محلل ریاح اور سودادی امراض میں مفید لکھا گیا ہے۔ دونوں باتیں غلط ہیں۔ مصبر کا خاص کام یہ ہے کہ رطوبات جسم کو ریاح میں تبدیل کرتا ہے۔ اور بلغم کو خشک کر کے سودا میں تبدیل کرتا ہے۔ اس سے جسم میں انقباض پیدا ہوتا ہے۔ یہ بواسیر اور دیگر سودادی امراض پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ مصبر جسم میں ریاح اور خشکی پیدا کرتا ہے۔

اپنے ان خواص کی شدت کی وجہ سے مصبر قوی مسہل ہے بلکہ دائمی قبض کے لئے ایک یقینی دوا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ معدہ و امعاء اور دیگر جسم کے عضلات میں انقباض پیدا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو مقوی معدہ اور قاتل کرم لکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحم کی رطوبات و بلغم کو خشک کر کے حیض لاتا ہے۔ اندرونی اور بیرونی زخموں کو خشک کرتا ہے۔ چونکہ محرک اعصاب ہے اس لئے دماغ اور اعصاب کی سوزش و ورم کے امراض میں بے حد مفید ہے۔ اس لئے یہ دردسر اور دوران سر نزلہ و زکام درد چشم و درد کان اور وجع المفاصل اور دیگر بلغمی امراض میں بے حد مفید ہے۔

جن مریضوں کو جسم کے کسی حصہ سے خون آتا ہو۔ ان کو مصبر یا اس کا کوئی مرکب نہیں دینا چاہیئے اسی طرح جن عورتوں کو حمل ہو ان کو بھی مصبر نہیں دینا چاہیئے کیونکہ اس کے دینے سے فوراً حمل گر جاتا ہے۔

اسی طرح جن مریضوں کو بواسیر ہو یا کوئی سودادی مرض ہو ان کو بھی مصبر بالکل نہیں دینا چاہیئے۔ البتہ جسم کے کسی مقام یا زخم سے رطوبات بہتی ہوں یا بلغم کا اخراج ہوتا ہو تو یہ مصبر ایک یقینی اور بے خطا دوا ہے۔ جن زخموں میں کیڑے پڑ گئے ہوں وہاں پر اسکو خشک لگا دینا ہی زخموں کو پاک صاف کر دیتا ہے اور انکو بہت جلد بھر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مصبر مطب کے لئے ایک یقینی دوا ہے

مجربات خصوصی

یہ وہ مجربات ہیں جو استاد صاحب ماہنامہ رجسٹریشن فرنٹ میں شائع کرنا چاہتے تھے۔ مگر شائع نہیں ہو سکے

اطریفل مقوی عضلاتی اعصابی،

ھوالشافی:۔ بادام ۵ تولے۔ ہلیلہ زرد ۱۰ تولے۔ بلیلہ ۱۰ تولے۔ آملہ ۱۰ تولے ہلیلہ سیاہ بریاں ۱۰ تولے۔ اسطخودوس ۱۰ تولے۔ ہرڑ ملا بر ۱۰ تولے کشتہ فولاد ۱ تولہ چینی ½ ۲ سیر۔ شہد ½ سیر

ترکیب تیاری:۔ تمام ادویات کو باریک پیس کر چینی اور شہد کا قوام بنائیں اور ادویات ملا دیں۔ بس اطریفل تیار ہے۔ اگر اسے کم از کم ایک ماہ زمین میں دفن کر دیا جائے تو اس کے اثرات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔

مقدار خوراک:۔ ۶ ماشہ سے ۹ ماشہ تک دن میں تین بار ہمراہ پانی یا قہوہ

افعال و اثرات عضلاتی اعصابی ہیں عضلات کو کیمیاوی طور پر تحریک دیتا ہے۔ جب قلب و عضلات رطوبت (بلغم) کی کثرت سے پھول جاتے ہیں تو اس کے استعمال سے ان میں سکیڑ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ آئندہ کے لئے بلغم کی پیدائش بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ مرکب بلغمی اعصابی امراض کے لئے خاص چیز ہے۔ درد سر خواہ کتنا ہی پرانا ہو اس کے کھانے سے فوراً آرام آجاتا ہے۔ دماغ کو فضلات سے صاف کرنے میں اس سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے۔ بے حد مقوی قلب ہے۔ نزلہ زکام ورم بلغمی

جمیان منی۔ سیلان الرحم اور قبض وغیرہ کے لئے بے حد مفید ہے۔ ہر اعصابی علامت میں تریاقی اثرات رکھتا ہے۔ سیلان الرحم کی وجہ سے حمل نہ ہونے کی صورت میں معین حمل ہے۔

صابریت (غدی عضلاتی مقوی)

ھوالشافی:۔ رائی ۱۰ تولے۔ زعفران ۱ تولہ۔ شنگرف رومی ۱ تولہ۔ کشتہ طلاء ۳ ماشہ

ترکیب تیاری:۔ باریک پیس کر حب نخودی تیار کریں۔

مقدار خوراک:۔ ایک تا دو گولی دن میں چار بار ہمراہ پانی یا چائے۔ دودھ بھی پی سکتے ہیں۔

افعال و اثرات: غدی عضلاتی مقوی ہیں۔ بے حد حرارت غریزی پیدا کرتی ہے۔ کھاتے ہی جسم طاقت محسوس ہونے لگتی ہے بھوک نہ لگنا، سنگرہنی۔ بدہضمی کے دست اور تبخیر معدہ کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگر قبض ہو تو غدی عضلاتی مسہل ساتھ دیا جائے۔

حب بواسیر

ھوالشافی:۔ پارہ ایک تولہ۔ گندھک آملہ سار ۸ تولے۔ چھلکا ریٹھہ ۴ تولے سالٹ (میگنیشیا) ۸ تولے۔ شیر عشر ایک تولہ

ترکیب تیاری:۔ پہلے پارہ اور گندھک کی کجلی تیار کریں۔ پھر باقی ادویات باریک پیس کر کجلی میں ملالیں۔ باریک کرکے نخودی گولیاں بنالیں۔

مقدار خوراک:۔ ایک گولی سے دو گولی تک دن میں چار بار ہمراہ پانی یا دودھ

افعال و اثرات:۔ اعصابی غدی ہیں۔ خونی بواسیر کے لئے اعلیٰ درجہ کی دوا

پہلی خوراک سے ہی خون بند ہو جاتا ہے۔ بلکہ جسم کے کسی حصہ سے بھی خون آرہا ہو اس کے کھاتے ہی بند ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کی مصفیٰ خون ہے۔ پھوڑے پھنسی اور داد وچنبل کے لئے اس سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے۔ اس کو اندرونی اور بیرونی طور پر استعمال کرا سکتے ہیں۔

اپریشن مرہم

ھوالشافی:۔ جمال گوٹہ ۵ تولے۔ صابن سنلائٹ سالم ٹکی بسند ہو، ۵ تولے۔ کاربالک ایسڈ ۵ تولے۔ تیل میٹھا ۱۰ تولے۔

ترکیب تیاری:۔ پہلے جمال گوٹہ کو نہایت باریک پیس لیں۔ پھر صابن کو باریک کوٹ لیں اور دوسری ادویات ملاکر مرہم تیار کریں۔

طریقہ استعمال:۔ ایسے ہی مقام ۔ زخم پر لگا دیں۔ کپڑا پر بھی لگایا جا سکتا ہے

افعال و اثرات | غدی عضلاتی محرک ہے۔ اسے ایسی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جہاں داد چنبل۔ خارش۔ پھوڑے رگڑ قسم کے) ناسور، بھگندر۔ گمبھیر۔ ناسور چشم وغیرہ پر استعمال کریں۔ انشاءاللہ فوری اثر ہے اس کے لگاتے ہی مدت تک نہ پکنے والا پھوڑا چند گھنٹوں میں پک جاتا ہے سرطان (کینسر) قسم کے پھوڑے بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں، مردانہ امراض میں بطور طلاء استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کے استعمال سے کجی، اور ضعف باہ ٹھیک ہو جاتا ہے

صابر ہنیم گھٹی

ھوالشافی:۔ گل سرخ ۵ تولے گل بنفشہ ۵ تولے املتاس ۵ تولے ثنامکی ۲ تولے۔ چینی ایک سیر، شہد ایک پاؤ

ترکیب تیاری:۔ تمام ادویات کو ایک سیر پانی میں بھگو دیں۔ صبح جوش دیں
پھر چھان کر چینی یا شہد ملا کر شربت کے قوام پر لے آئیں۔
مقدار خوراک:۔ ۶ ماشہ سے ۹ ماشہ تک دن میں چار بار۔
افعال و اثرات:۔ اعصابی غدی ہے۔ بچوں کے اکثر امراض میں بے حد مفید
ہے قبض، اپھارہ۔ نزلہ زکام۔ کھانسی۔ بدہضمی۔ دق اطفال اور بھوک نہ لگنا وغیرہ
علامات میں بے حد مفید ہے۔

سفید موتیا کے لئے

ھوالشافی:۔ انزروت ۲ تولے سرمہ سیاہ ۲ تولے نیلا تھوتھا ۱ تولہ
ترکیب تیاری:۔ نہایت باریک پیس کر سرمہ کی طرح بنا لیں۔
طریقہ استعمال:۔ سلائی سے آنکھوں میں لگائیں۔
افعال و اثرات:۔ عضلاتی غدی ہے۔ آنکھوں کی تمام اعصابی علامات کے
لئے بے حد مفید ہے۔ آنکھوں سے پانی بہنا۔ سفید موتیا کی وجہ سے نظر کی کمزوری
کے لئے اعلیٰ درجہ کی دوا ہے۔ آہستہ آہستہ موتیا صاف ہو جاتا ہے۔

سرمہ برائے ضعف بصر

ھوالشافی:۔ پارہ ایک تولہ۔ کشتہ تانبہ ایک تولہ جست ایک تولہ آب لیموں ڈیڑھ پاؤ
ترکیب تیاری:۔ تمام چیزوں کو ملا کر چینی کے پیالہ میں ڈال کر دھوپ میں
رکھیں، جب پانی خشک ہو جائے تو باریک پیس کر سرمہ بنا لیں۔ اس مرکب کا
ایک تولہ اور سرمہ سفید ایک تولہ ملا کر سرمہ بنا لیں بس تیار ہے۔
افعال و اثرات:۔ عضلاتی غدی ہے۔ آنکھوں کی اعصابی علامات میں فوری

اثر ہے۔ موتیابند کو بہت جلد صاف کرتی ہے۔ نظر کی کمزوری کے لئے بے حد مفید ہے۔ اس کے چند روزہ استعمال سے نظر تیز ہو جاتی ہے۔ متواتر استعمال سے اندھے مریض بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ نزول الماء تو چند دن کے استعمال سے بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے۔

نوٹ:۔ اس دوا کو ماہر نظریہ مفرد اعضاء اندرونی طور پر بھی استعمال کر کے معجزانہ اثرات حاصل کر سکتا ہے۔ جریان اور سیلان وغیرہ چند خوراکوں سے بند ہو جاتا ہے۔ بے حد مقوی باہ اور رحم ک ہے۔

معین حمل

ھوالشافی:۔ برادہ دندان فیل ایک تولہ ریشہ برگد ایک تولہ تخم شبنگی ایک تولہ

ترکیب تیاری:۔ باریک پیس کر سفوف بنالیں۔

مقدار خوراک:۔ ایک ماشہ سے ڈیڑھ ماشہ تک دن میں چار بار۔

افعال و اثرات:۔ عضلاتی اعصابی ہے۔ جن عورتوں کو رطوبات کی کثرت کی وجہ سے حمل نہیں ہوتا ان کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگر اس کے ساتھ رحم میں کوئی خشکہ رکھا جائے تو کبھی ناکامی نہیں ہوتی۔ کم از کم دو ہفتے استعمال کرائیں۔ ماہواری شروع ہوتے ہی کھلانا شروع کریں اور ماہواری کے ایک ہفتہ بعد بھی کھلاتے رہیں انشاء اللہ نتائج حسب منشا نکلتے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ عضلاتی اعصابی شافہ بھی استعمال کیا جائے تو فوری اثر ہے۔

دوائے پاگل پن

ھوالشافی: چھوٹی چندن ۲ تولے۔ صندل سفید ایک تولہ۔ کشنیز خشک ایک تولہ مرچ سیاہ ایک تولہ

ترکیب تیاری:۔ باریک پیس کر سفوف تیار کریں۔
مقدار خوراک:۔ ۴ رتی تا ایک ماشہ دن میں چار بار ہمراہ پانی۔
افعال و اثرات:۔ اعصابی عضلاتی ہے اُنہون کے واسطے جو پاگل پن ہوتا ہے اس کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگر قبض ہو تو اعصابی غدی یا اعصابی عضلاتی مسہل ضرور دیں۔ بلڈ پریشر اور چھپاکی کے لئے فوری اثر ہے۔ نیند نہ آنا پریشان کرنے والے خواب آنے کے لئے بے حد مفید ہے۔

عضلاتی غدی درد رنج

ھوالشافی:۔ اسگندھ ایک تولہ سرنجاں شیریں ایک تولہ۔ ریوند عصارہ ایک تولہ۔ نوشادر ایک تولہ۔ سقمونیا ایک تولہ
ترکیب تیاری:۔ سب کو باریک پیس کر سفوف تیار کریں۔
مقدار خوراک:۔ ۴ رتی تا ایک ماشہ دن میں چار بار ہمراہ پانی
افعال و اثرات میں اعصابی غدی ہے۔ یعنی اعصاب میں تحریک، غدد میں تحلیل اور عضلات میں تسکین پیدا کرتی ہے۔ نقرس اور عرق النساء کے لئے بے حد مفید ہے۔ چند خوراکوں سے ہی تیزابی مادہ خارج ہو کر درد کو آرام آجاتا ہے بلکہ ترشی سے جو امراض و علامات پیدا ہوتی ہیں وہ بھی رفع ہو جاتی ہیں جن میں نزلہ، خشک کھانسی، خشک دمہ، استسقاء ہر قسم میں تریاقی اثرات رکھتی ہے ایک بے ضرر اعصابی مسہل ہے۔

عضلاتی اعصابی اکسیر

ھوالشافی: کشتہ فولاد بیس تولے۔ ہیلا دو تولے۔ سم الفار چھ ماشے

ترکیب تیاری :۔ باریک پیس کر نخودی گولیاں بنائیں۔
مقدار خوراک :۔ ۱ تا ۲ گولی ہمراہ پانی
افعال و اثرات میں عضلاتی اعصابی ہے یعنی عضلات میں تحریک۔ غدد میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل پیدا کرتی ہے۔ ہر قسم کی اعصابی علامات کو ختم کرنے کے لئے فوری اثر ہے۔ ان اعصابی امراض و علامات میں بے حد مفید ہے مثلاً زکام۔ ریشہ۔ دمہ بلغمی۔ سلسل البول۔ سیلان الرحم۔ جریان۔ ضعف باہ چھینکیں آنا۔ جسم سے معمول سے زیادہ رطوبات کے اخراج کے لئے بے حد مفید ہے کمی خون۔ ہر اعصابی علامت میں فوری اثر ہے۔

برائے درد اُل

ھوالشافی :۔ نیلا تھوتھا ۱ تولہ۔ نوشادر ۱ تولہ۔ پھٹکری ۱ تولہ مغز جمالگوٹہ ۱ تولہ گندھک آملہ سار ۱ تولہ
ترکیب تیاری :۔ سب ادویات کا باریک سفوف تیار کریں۔
طریقہ استعمال :۔ درد والی کنپٹی پر بلیڈ سے پچھنے لگائیں۔ جن سے دوا جلد از جلد جذب ہو سکے۔
افعال و اثرات میں غدی عضلاتی محرک ہے۔ درد اُل چونکہ خطرناک درد ہے جو سر کے کسی جانب ہو سکتا ہے۔ یہ درد اتنا شدید ہوتا ہے کہ مریض مارے درد کے بے چین ہو جاتا ہے۔ درد کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آنکھ کا ڈیلا باہر نکل رہا ہے۔ آنکھ میں شدید درد کی وجہ سے کثرت سے پانی بہتا ہے جس سے اکثر آنکھ کی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ مریض نابینا ہو جاتا ہے بعب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ اس درد سے ضائع شدہ آنکھ کا اپریشن بھی نہیں ہو سکتا۔ خداوند کریم نے اس دوا کو وہ طاقت بخشی ہے کہ اس کے لگانے ہی درد

فوراً غائب ہو جاتا ہے۔ روتا ہوا مریض ہنسی خوشی گھر چلا جاتا ہے۔ اس طرح انگو ٹھا رتم ہونے سے بچ جاتی ہے۔ یہ درد پرانے درد سر۔ نزول الماء۔ درد آل، درد عصابہ۔ درد شقیقہ۔ وغیرہ میں بے حد مفید ہے۔

درد سر

هوالشافی :- ان بجھا چونا ایک ماشہ۔ شہد ایک ماشہ

ترکیب تیاری :- چونا باریک پیس کر شہد میں ملا دیں بس تیار ہے۔

طریقہ استعمال :- اس کے لئے کچھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے صرف درد والی کنپٹی پر ٹیڈی پیسہ جتنی جگہ پر لگا دیں۔ لگاتے ہی درد غائب ہو جاتا ہے۔ درد سر۔ درد آل۔ نزول الماء عصابہ اور شقیقہ وغیرہ میں فوری اثر ہے۔ افعال و اثرات مندرجہ بالا ہیں۔

نوٹ :- وقتی طور پہ تیار کی جاتی ہے۔ اگر اس کو تیار کر کے رکھا جائے تو اثر ختم ہو جاتا ہے اور مرکب پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے۔

سیلان روک

هوالشافی :- کاٹھی سپاری ۱ تولہ ۱ تا تھبہ اگر تازہ کیکر سے حاصل کریں تو بہتر ہے، ۱ تولہ کمر کس ۱ تولہ۔ مازو ۱ تولہ گل نار ۱ تولہ۔ پھٹکری بریاں ۱ تولہ

ترکیب تیاری :- سب ادویات کو باریک پیس لیں بس تیار ہے۔

مقدار خوراک :- ۲ رتی تا ۱ ماشہ

افعال و اثرات میں عضلاتی اعصابی (خشک سرد) ہے اس لئے اندرونی و بیرونی رطوبات کو خشک کرنے کے لئے اعلیٰ درجہ کی دوا ہے۔ رطوبتی امراض

جریان اور سیلان الرحم (لیکوریا) کے لئے خصوصیت سے مفید ہے۔ سیلان الرحم والی عورت اگر اس دوا کو ۲ ماشہ کی پوٹلی بنا کر اندام نہانی میں رکھے تو چند دنوں میں سیلان کو روک دیتی ہے۔ اس طرح بوڑھی عورت کی جسمانی حالت مثل باکرہ یعنی کنواری لڑکی کی طرح ہو جاتی ہے۔ یہ دوا ایسی عورتوں کے لئے معین حمل ہے جنہیں سیلان کی کثرت ہو۔

حب دق الاطفال

ھوالشافی: کشتہ صدف مرواریدا تولہ۔ زہر مہرہ خطائی ا تولہ۔ نارجیل دریائی ا تولہ۔ طباشیر اصلی ا تولہ۔ دانہ الائچی خورد ا تولہ۔ پوست ہلیلہ زرد ا تولہ۔ سفوف کلیجی بکرا ۲ تولے

ترکیب تیاری: سوائے سفوف کلیجی کے باقی تمام ادویات کو نہایت باریک پیس کر حب نخودی بنالیں۔

سفوف کلیجی بنانے کا طریقہ: تازہ کلیجی لے کر چاقو سے باریک ٹکڑے کاٹ لیں۔ پھر توے پر رکھ کر نیچے ہلکی آگ جلائیں۔ آگ تیز نہ ہو۔ تھوڑی دیر میں کلیجی کا پانی خشک ہو جائے گا۔ آگ سے اتار کر ٹھنڈا ہونے پر باریک پیس لیں اور نسخہ میں شامل کر لیں۔

مقدار خوراک: ا گولی تا ۲ گولی دن میں چار بار ہمراہ عرق چھارہ۔

افعال و اثرات: عضلاتی اعصابی ہے۔ بچوں کے ہرے پیلے دست قے۔ عطاش۔ دق الاطفال (سوکڑا) ام الصبیان۔ بچوں کے دانت نکالنے کے زمانہ کی تمام تکالیف کے لئے بے حد مفید ہے۔ جو بچے سوکھ کر کانٹا ہو چکے ہوں اس کے استعمال سے چند دن میں خوب موٹے تازے ہو جاتے ہیں۔ بچوں کے علاوہ جوان اور بوڑھے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ اعصابی تحریک

کی تمام علامات کے لئے اعلیٰ درجہ کی دوا ہے۔ بچوں کو کسی مناسب عرق میں حل کر کے استعمال کرائیں۔

حب خاص مقوی

ھو الشافی:- ہلیلہ سیاہ ۵ بریاں ۹ تولے۔ کچلہ مصفیٰ ۱ تولہ
ترکیب تیاری:- دونوں ادویات کو باریک پیس کر نخودی گولیاں بنائیں۔
مقدار خوراک:- ایک یا ۲ گولی دن میں چار بار ہمراہ پانی یا قہوہ
افعال و اثرات میں عضلاتی اعصابی ہے۔ اعصابی تحریک کی تمام رطوبات کو فوراً بند کر دیتی ہے۔ اس لئے سلسل البول۔ ذیابیطس۔ جریان منی۔ سیلان الرحم میں بے حد مفید ہے۔ اعصابی تحریک سے دل ڈوبنے کے لئے فوری اثر ہے۔ اعلیٰ درجہ کی مقوی قلب ہے چند دن میں کمی خون دور ہو کر چہرہ سرخ ہو جاتا ہے

جوارش شاہی

ھو الشافی:- مربہ آملہ ۱۰ تولے۔ مربہ سیب ۵ تولے۔ کشنیز خشک ۲ تولے الائچی خورد ۲ تولے۔ صندل سفید ۲ تولے گل سرخ ۲ تولے۔ زرشک شیریں ۵ تولے۔ چینی یا شہد سہ چند وزن ادویہ۔
ترکیب تیاری:- مربہ کی گٹھلی نکال دیں۔ باقی تمام ادویہ کو باریک پیس کر چینی یا شہد کے شیرہ میں ملا دیں۔ بس تیار ہے۔
مقدار خوراک:- ۲ ماشہ تا ۹ ماشہ ہمراہ پانی۔
افعال و اثرات میں اعصابی غدی ہے۔ جب غدی تحریک سے ضعف قلب کی شکایت ہو تو اس کے لئے آب حیات ثابت ہوتی ہے۔ کھاتے ہی [illegible]

میں تبدیل کرتی ہے۔ خشکی سے نیند نہ آنا۔ ضعف قلب۔ گھبراہٹ اور بے چینی وغیرہ عوارضات کے لئے بے حد مفید ہے۔ کھاتے ہی اثر شروع ہو جاتا ہے۔ تبخیر معدہ۔ خفقان قلب اور ایپلیزیا کے لئے اعلیٰ درجہ کی دوا ہے۔

غدی طلاء

ھوالشافی:۔ مغز جمال گوٹہ ا تولہ ست اجوائن۔ ویزلین ۲۰ تولے

ترکیب تیاری:۔ پہلے مغز جمال گوٹہ کو اتنا رگڑیں کہ تیل کی طرح ہو جائے پھر ست اجوائن ڈال کر رگڑیں۔ جب دونوں حل ہو جائیں تو ویزلین ملا کر خوب کھرل کریں تاکہ تمام دوائیں اچھی طرح حل ہو جائیں بس تیار ہے۔

طریقہ استعمال:۔ مقام ماؤف پر ہلکی ہلکی مالش کریں۔

افعال و اثرات غدی عضلاتی ہیں۔ اس کے استعمال سے کجی۔ احتلام جلق۔ اغلام بازی۔ شہوت کا بالکل پیدا نہ ہونا یا ہو کر فوراً ختم ہو جانا۔ عضو کی سکیڑ میں بے حد مفید ہے۔ اس کے علاوہ عام دردوں۔ عضلاتی تحریک کے دردوں کے علاوہ داد۔ چنبل، خارش، پھوڑے پھنسی۔ پرانے زخم وغیرہ اس سے فوراً دور ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

معجون مقوی

ھوالشافی:۔ قرنفل ۲ تولے، جائفل ۲ تولے۔ دار چینی ۲ تولے جلوتری ا تولہ رائی ۲ تولے۔ زعفران ۶ ماشے۔ خولنجاں ۲ تولے زنجبیل ۵ تولے چینی یا شہد سہ چند

ترکیب تیاری:۔ سب ادویات کو باریک کر کے چینی یا شہد کے قوام میں ملا

دیں۔ لسبس تیار ہے۔
مقدار خوراک:۔ ۶ ماشہ تا ۹ ماشہ دن میں چار بار ہمراہ پانی یا قہوہ دیں۔
مزاج:۔ خشک گرم (عضلاتی غدی) ہے۔
افعال و اثرات:۔ میں عضلاتی غدی مقوی ہے۔ اعصابی تحریک کی تمام علامات مثلاً سلسل بول۔ ذیابیطس۔ نزلہ زکام۔ بلغمی کھانسی۔ دمہ، نمونیہ۔ اعصابی دردِ سر درد معدہ و امعاء۔ سنگرہنی۔ پرانے دست۔ تبخیر معدہ۔ جسم کا اکثر سرد رہنا، ضعف باہ۔ جریان منی۔ عورتوں کے سیلان الرحم۔ عضلات میں بوجہ تسکین سستی۔ دماغ میں غنودگی کے لئے بے حد مفید ہے۔ قے اور متلی وغیرہ علامات میں فوری اثر ہے۔ صرف ایک خوراک ہی مریض کے لئے باعث تقویت ثابت ہوگی۔

ورم رحم

ھوالشافی:۔ ہلدی ۱ تولہ۔ ملٹھی ۱ تولہ۔ بادیاں ۱ تولہ ریوند خطائی ۳ تولے
ترکیب تیاری:۔ تمام ادویات کا نہایت باریک سفوف تیار کریں۔
مقدار خوراک:۔ ۱ ماشہ تا ۱½ ماشہ دن میں چار بار ہمراہ پانی
مزاج:۔ غدی اعصابی (گرم تر) ہے۔
افعال و اثرات:۔ میں غدی اعصابی ہے پرانی پیچش۔ ورم رحم خواہ نیا ہو یا پرانا پیٹ میں ریاح۔ درد بے چینی۔ کھٹی ڈکاریں۔ بار بار پاخانہ کی حاجت۔ رحم کا ٹل جانا یا ورم رحم کی وجہ سے حمل کا نہ ہونا کے لئے اعلیٰ درجہ کی دوا ہے۔

شافہ برائے ورم رحم

ھوالشافی:۔ ہلدی ۱ تولہ۔ ریوند خطائی ۱ تولہ گھی دیسی ۱ تولہ۔

ترکیب تیاری :- ہلدی اور ریوند خطائی کو باریک کرکے گھی میں ملائیں۔
طریقہ استعمال :- نیم گرم روئی کے پھایہ سے اندام نہانی میں رکھیں۔
مزاج :- گرم تر (غدی اعصابی)
افعال و اثرات میں غدی اعصابی ہے۔ ورم رحم۔ درد رحم۔ خشکی رحم جس کی وجہ سے حمل نہ ہوتا ہو کے لئے بے حد مفید ہے۔ خارش رحم میں فوراً تسکین دیتا ہے۔ اندام نہانی کی سوزش۔ بواسیر۔ کثرت طمث میں بھروسہ کی دوا ہے متواتر استعمال سے عضلاتی تحریک کی وجہ سے رحم کی تمام تکالیف ختم ہو جاتی ہیں اس لئے معین حمل ہے۔

شافعہ معین حمل (عضلاتی اعصابی)

ھوالشافی :- پھٹکڑی بریاں اٹولہ۔ عصارہ کیکر ۲ تولے (جو کیکر کے درخت میں سے سیاہ رنگ کا مادہ نکلتا ہے)
ترکیب تیاری :- دونوں کو باریک پیس کر محفوظ کر لیں۔
طریقہ استعمال :- ماہواری سے فارغ ہو کر ململ کی پوٹلی بنا کر اندام نہانی میں رکھائیں۔ تین دن استعمال کرنے کے بعد ہم بستری کریں۔
افعال و اثرات میں عضلاتی اعصابی ہے سیلان الرحم۔ ضعف رحم۔ رحم کا ٹل جانا وغیرہ اعصابی علامات میں اکسیر ہے۔ فوری اثر ہے۔ پہلے دن ہی اندام نہانی میں ایسا تغیر پیدا کرتا ہے کہ بوڑھی عورت کو باکرہ کی طرح کر دیتا ہے۔ اگر اعصابی تحریک کی رکاوٹ کی وجہ سے حمل نہ ہوتا ہو تو اس کے چند دن کے استعمال سے انشاء اللہ حمل ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کا معین حمل ہے
نوٹ :- ان عورتوں کے لئے زیادہ مفید ہے جن کی تحریک اعصابی ہے۔

غدی اعصابی ہاضم

ھوالشافی:- زیرہ سفید ۱ تولہ۔ برگ سداب ۱ تولہ۔ سنڈھ ۱ تولہ۔ مرچ سیاہ ۶ ماشہ نوشادر ٹھیکری ۱ تولہ پودینا ۱ تولہ۔ سوڈا میٹھا ۲ تولے نمک ۱۲ تولے ست پودینہ ۱/۲ ۱ ماشہ

ترکیب تیاری:- سب ادویات کا باریک سفوف بنا لیں بس تیار ہے۔

مقدار خوراک:- ۴ رتی تا ۱ ماشہ دن میں چار بار ہمراہ پانی۔

افعال و اثرات:- غدی اعصابی ہے۔ صفراء کو پیدا کر کے اس کا اخراج بھی کرتا ہے۔ تبخیر معدہ۔ ریاح۔ ترش ڈکاریں۔ بدہضمی۔ دائمی قبض۔ درد پیٹ ہوا کا گولہ۔ بھوک نہ لگنا۔ خارش۔ بدہضمی کے دست۔ احتلام مزمن۔ پرانی پیچش جگر و معدہ کے لئے آب حیات ہے۔ چند دن میں تمام علامات ٹھیک ہو کر صحت بحال ہو جاتی ہے۔ کھایا پیا فوراً ہضم ہو جاتا ہے۔ عضلاتی تحریک کی تمام علامات کے لئے بے حد مفید ہے۔

کھانسی بند شربت

ھوالشافی:- ملٹھی ۱۰ تولے عناب ۱۰ تولے کاکڑا سنگی ۱۰ تولے ملٹھی ۱۰ تولے گلوئجی ۱۰ تولے خوب کلاں ۱۰ تولے پوست خشخاش ۵ تولے چینی ۲ سیر

ترکیب تیاری:- چینی کے علاوہ تمام ادویہ کو اتنے پانی میں بھگو دیں کہ وہ پانی میں ڈوب جائیں۔ ۱۲ گھنٹے کے بعد تین جوش دے کر چھان لیں پھر اس پانی میں چینی ملا کر شربت کا قوام تیار کر لیں بس کھانسی بند شربت تیار ہے۔

مقدار خوراک:- چائے کا ایک چمچ دن میں تین بار۔

افعال و اثرات: میں عضلاتی اعصابی ہے۔ زکام۔ سوزشی کھانسی جس میں سفید لیس دار رطوبت نکلتا ہو اور خسرہ۔ چیچک، تورکی اور مبارکی وغیرہ کی کھانسی میں بے حد مفید ہے۔ دستوں کو بھی بند کرتا ہے۔ بلغم کو گاڑھا کرکے خارج کرتا ہے۔ نیند آور ہے۔

نوٹ:۔ ان تمام دواؤں کا عرق کشید کر سکتے ہیں۔ عرق کا وزن ۱۰ بوتل تک ہو۔ عرق ایک بوتل میں ایک سیر چینی ملاکر شربت بنائیں۔

حب ڈبہ اطفال

ھوالشافی:۔ مغز جمال گوٹہ ۲ ماشہ رائی ۲ تولے نیلا تھوتھا ۳ ماشہ

ترکیب تیاری:۔ سب ادویات کو باریک کرکے دانہ مونگ کے برابر گولیاں بنائیں

مقدار خوراک:۔ ۱ گولی تا ۲ گولی گرم پانی میں حل کرکے پلائیں۔ پلاتے ہی قے آجائے گی۔ اگر قے نہ آئے تو جلاب آجائے گا۔

افعال و اثرات:۔ غدی عضلاتی ہیں۔ بچوں کے ڈبہ یعنی نمونیہ کے لئے بہترین چیز ہے۔ پہلی ہی خوراک سے بچہ تندرست ہو جاتا ہے۔ اسے گرم پانی میں پلاتے ہی قے آکر تمام بلغم خارج ہو جاتی ہے۔ روتا ہوا بچہ کھیلنے لگ جاتا ہے۔ اگر قے نہ آئے تو جلاب آکر بلغم خارج ہو جاتی ہے۔ اگر قے یا جلاب نہ آئیں تو دوسری خوراک ایک گھنٹہ بعد ہمراہ قہوہ یا نیم گرم پانی دیں۔ اگر پھر بھی قے نہ آئے تو بچے کا بچنا مشکل ہوتا ہے۔ بچوں کے نمونیا میں جتنا فائدہ قے یا جلاب سے ہوتا ہے کسی دوا سے نہیں ہوتا۔

حب مفید النساء

ھوالشافی:۔ ست ایلوا ایک تولہ۔ مرمکی ۱ تولہ۔ رائی ۱ تولہ زعفران ۲ ماشے

کشتہ فولاد ۱ تولہ ہینگ ۱ تولہ حنظل ۱ تولہ
ترکیب تیاری:۔ سب ادویات کو نہایت باریک پیس کر نخودی گولیاں بنائیں
مقدار خوراک:۔ ایک گولی دن میں چار بار ہمراہ پانی یا قہوہ۔ اگر پیٹ میں درد یا مروڑ ہو تو گولیاں کم کر دیں۔ قہوہ یا چائے میں گھی یا مکھن ملا کر پلائیں۔ جب درد وغیرہ ٹھیک ہو جائے تو پھر شروع کر دیں۔
مزاج:۔ خشک گرم (عضلاتی غدی)
افعال و اثرات میں عضلاتی غدی ہے۔ عورتوں کے امراض رحم میں سے مندرجہ ذیل علامات میں خصوصیت سے مفید ہے۔ کمی حیض۔ بے قاعدگی۔ عسر طمث۔ حیض کا تکلیف سے آنا اور اختناق الرحم میں بے حد مفید ہے۔ اس کے علاوہ قبض ضعف قلب۔ درد سر اعصابی۔ اعصابی دردیں۔ کمی خون۔ ایام ماہواری سے پہلے کمر میں درد۔ بانجھ پن (حمل نہ ہونا) اور لیکوریا وغیرہ میں بھروسہ کی دوا ہے۔ اس کو مسلسل کم از کم دو ماہ تک استعمال کرایا جائے تو تمام تکالیف رفع ہو کر صحت بحال ہو جاتی ہے۔
نوٹ:۔ اگر اس کے ساتھ شربت مفید النساء دیا جائے تو بہت جلد آرام آجاتا ہے

اعصابی طلاء

ھوالشافی:۔ کافور ۱ تولہ۔ کجلی ۵ تولے ویزلین ۶ تولے
ترکیب تیاری:۔ پہلے کافور کو نہایت باریک پیس لیں۔ پھر کجلی اور کافور کو خوب رگڑیں۔ جب اچھی طرح مل جائیں تو ویزلین ملا دیں۔ بس تیار ہے۔
طریقہ استعمال:۔ معروف طریقہ پر جسم خاص پر دن میں ایک دو بار اچھی طرح مالش کریں۔

افعال و اثرات میں اعصابی ہے۔ اس طلاء کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب ذکاوت حس سرعت انزال عضلاتی کمی اور ڈھیلا پن پیدا ہو گیا ہو متواتر کئی دن تک استعمال کریں۔ یہ طلاء ایسے مریض کو دیا جاتا ہے جس کا قارورہ زردی مائل ہو اور جلن کے ساتھ آئے۔

عضلاتی طلاء

ھو الشافی:۔ لونگ ا تولہ۔ بیر بہوٹی ا تولہ۔ نیلا تھوتھا ۲ ماشے۔ روغن سم الفار ۲ ماشے ویزلین ۲۰ تولے۔

ترکیب تیاری:۔ پہلے لونگ۔ نیلا تھوتھا اور بیر بہوٹی کو ملا کر سرمہ کی طرح نہایت باریک رگڑ لیں پھر روغن سم الفار اور ویزلین ملا کر کم از کم چار گھنٹے خوب رگڑائی کرائیں۔ بس طلاء تیار ہے۔

طریقہ استعمال: معروف طریقہ پر عضو مخصوص پر مالش کریں۔

افعال و اثرات میں عضلاتی غدی ہے عضلات میں تحریک اور تقویت پیدا کرنے کے لیے بے حد مفید ہے۔ شہوت کی کمی کو دور کرتا ہے۔ لگاتے ہی انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ جریان۔ ضعف باہ اور نامردی میں کامیاب دوا ہے۔

نوٹ:۔ یہ طلاء اعصابی تحریک کے فالج میں بھی بے حد مفید ہے۔

روغن سم الفار بنانے کی ترکیب:۔ حسب ضرورت سنکھیا لیں اتنا ہی میٹھا سوڈا ملا کر اتنے پانی میں ڈال کر پکائیں کہ ڈوب جائے جونہی پانی خشک ہو گا سنکھیا تیل میں تبدیل ہو جائے گا

خـتـم شـد



حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی مرحوم
موجد نظریہ مفرد اعضاء



حکیم مسلم ناصر
صاحبزادہ و جانشین حکیم انقلاب
المعالج صابر ملتانی صاحب مرحوم



حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی
داعی تحریک تجدید طب پاکستان